قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار طلوعِ اسلام کراچی

جلد نمبر ۸
شمارہ ۴۴

کراچی، ہفتہ ۳ دسمبر ۱۹۵۵ء

قیمت چھ آنہ
سالانہ پندرہ رو[illegible]

قرآن نے کیا کہا؟

قرآن نے نوع انسانی کی وحدت کے اصل الاصول کو مختلف گوشوں سے سمجھایا ہے۔ اسی ضمن میں وہ کہتا ہے کہ اگر کسی نے ایک جان کو بھی ناحق ضائع کر دیا تو یہ نہ سمجھو کہ اس نے صرف ایک متنفس کو مار دیا۔ یہ سمجھو کہ اس نے پوری کی پوری نوع انسانی کو ہلاک کر دیا۔ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (۵/۳۲)۔ اسی طرح جس نے کسی ایک شخص کی زندگی کا سامان بہم پہنچا دیا تو اس کے متعلق یوں سمجھو گویا اس نے تمام نوع انسانی کو زندگی عطا کر دی۔ ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا (۵/۳۲)۔ لہٰذہ نظام ربوبیت کے جنتی معاشرے کے قیام کے لئے (جسے قرآن نے اونچی گھاٹی پر چڑھنے سے تعبیر کیا ہے) یہ ضروری ہے کہ انسان کے دل میں اس حقیقت کا یقین پیدا کیا جائے کہ تمام نوع انسانی فرد واحد کی طرح ہے۔ اس لئے خدا کی ربوبیت عامہ میں تمام انسانوں کا حصہ برابر ہے۔ یہی وہ ایمان ہے جس سے نوع انسانی ایک امت بن سکتی ہے۔ ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون (۲۳/۵۲)۔ نوع انسانی کا شیرازہ خدا کی ربوبیت کبریٰ کے ایمان سے بندھتا ہے۔

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ....

1. تنہا عقل انسانی اہل زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ عقل انسانی کی راہنمائی کیلئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو خارجی روشنی کی۔
2. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے اس لئے نوع انسانی [illegible] منزل من اللہ [illegible]۔
3. ہمارا حق و باطل کا معیار قرآن ہے [illegible]۔
4. حضور نبی اکرم [illegible]
5. قرآن کی رو سے [illegible] تمام انسان [illegible] عالمگیر برادری کے افراد ہیں [illegible] زندگی بسر کریں۔
6. [illegible] قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں [illegible] قوانین [illegible] قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔
7. اس نظام کی رو سے [illegible] معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں [illegible] نظام ربوبیت [illegible] نوع انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
8. ربوبیت عامہ کے مقصد عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے [illegible] معاشرے کی تحویل میں [illegible] قرآنی نظام ربوبیت کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ....

[illegible] قرآنی نظام ربوبیت [illegible] سلامتیوں کا [illegible]۔

اگر آپ طلوعِ اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوعِ اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ دستور سازی کی راہ میں کون حائل ہے؟ ★ طلوع اسلام کا مستقبل ★ صنعتی ترقیاں ★ ہندوستان اور الجیریا ★ بغداد کونسل
★ مجلس اقبال ★ عورت کا قرآن ★ اسلام کی سرگزشت ★ درس بخاری ★ حقائق و عبر
★ باب المراسلات ★ بزم طلوع اسلام ★ اندرون ہند ★ عالم اسلامی

Points for the Pakistan Constitution.

(1) Pakistan's Constitution shall be based on the Quran which is, without exception, accepted by every Muslim as the final authority in all matters, and ensures human dignity for each and every member of the State without distinction of caste, creed or colour. The Quran gives the basic principles of life which admit of no change and consitute permanent values. Within the four-walls of these principles, the Quran allows the Islamic State to frame its own laws to suit the requirements of the time. The principles remain immute, but the laws change from time to time. This harmonious blending of "permanence & change" gives Islamic Constitution.

(2) It shall recognise neither Theocracy nor priesthood, but shall place all individuals on equal footing, allowing none to command the other and subjecting all to one law. It will encourage the spirit of democracy allowing it free play within the boundaries laid down by the Quran.

(3) It shall ensure free and full development of human personality and see that no one remains unprovided with the basic necessities of life, namely food, clothing, shelter, etc.

(4) It shall provide that all means of production shall be entrusted to the State to ensure equitable distribution.

(5) It shall direct that education for all shall not only be informative but capable of so moulding the child that he will have beauty of character, breadth of vision, respect for law, sense of personal responsibility, unity of **Millat,** love of humanity and faith in the universal laws of God and in the effect of human actions. Such education alone can reclaim the people from baseness, blackmarketing, exploitation, prostitution and similar other social evils.

(6) It shall guarantee non-Muslims in the State complete protection of life, honour, property, religion, places of worship and human rights and absolute justice for friend and foe alike.

(7) It shall direct all efforts—individual as well as collective—towards the higher and nobler goal of inculcating in man respect for mankind and attaining a unified brotherhood of man which will be above race, nationality, colour or language. This human unification, which can be found not in blood or bones but in the mind of man, can be achieved only through the universal Social Order prescribed by the Quran which is an absolute guidance for the entire humanity.

(8) It will prepare the people to defend Right anywhere and everywhere even at the cost of one's life.

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفت روزہ

طلوعِ اسلام

جلد ۸ | ہفتہ ۔۔۔۔۔ ۳ر دسمبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۴۴

دستور سازی کی راہ میں کون حائل ہے؟

جس مجیرالعقول طریقہ سے پاکستان وجود میں آیا تھا، جس طرح تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، اسی طرح، اس کے دستور کی تدوین کے سلسلہ میں جو کچھ ہو رہا ہے، تاریخ میں اس کی مثال بھی کہیں نہیں مل سکے گی۔ کیا یہ چیز کم تحیر انگیز ہے کہ کسی مملکت کے قیام کو آٹھ برس ہو چکے ہوں اور وہ اپنا آئین بھی مرتب نہ کر پائے؟ مرتب کرنا تو ایک طرف، یہی متعین نہ ہو سکے کہ اس کا قالب کیا ہوگا اور منتہائے نگاہ کیا؟ دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے گئے اور بدلتے جا رہے ہیں لیکن گرداب میں پھنسی ہوئی لکڑی کی طرح، ہمارے دستور کی کشتی ایک ہی مقام پر چکر لگائے جا رہی ہے۔ مختلف پارٹیاں ایک دوسرے کو مورد الزام قرار دیتی ہیں کہ وہی اس تاخیر کی ذمہ دار ہے۔ آئیے دیکھیں کہ اس تاخیر کی اصل وجہ کیا ہے اور کون اس کا ذمہ دار ہے؟

اس تاخیر کا بنیادی سبب یہ ہے کہ بعض خصوصی مصالح کی بناء پر، یہاں ایک ایسا سلوگن رائج کر دیا گیا ہے جس کا مفہوم کسی نے متعین نہیں کیا۔ عام طور پر "سلوگن" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے ایک متعین پروگرام ہے جس کی تفاصیل طول طویل ہیں۔ چونکہ یہ مشکل ہوتا ہے کہ آپ ہر بار اور ہر مقام پر اس پروگرام اور اس کی تفاصیل کو دہراتے رہیں، اس لئے دو چار مختصر الفاظ ایسے وضع کر لئے (یا چن لئے) جاتے ہیں جو آپ کے مفہوم کو فوراً سامنے لے آئیں۔ ان الفاظ کو "سلوگن" کہتے ہیں۔ لیکن آپ سوچئے کہ اگر کہیں ایسا ہو کہ آپ کے سامنے نہ کوئی مرتب پروگرام ہو اور نہ اس کی متعین تفاصیل، لیکن آپ ایک "سلوگن" تجویز کر لیں، تو جس وقت اس سلوگن کی تفصیلی تشریح کا موقع آئیگا آپ کے سامنے گوناگوں الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ بعینہٖ یہی کچھ دستور پاکستان کی تدوین کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ یہاں "اسلامی دستور" کا سلوگن رائج کیا گیا بغیر اس چیز کے متعین کئے کہ اسلامی دستور کہتے کسے ہیں؟ اس کا مقصود و منتہا کیا ہوتا ہے؟ اور تفاصیل و جزئیات کیا؟ یہ مملکت کو کس قالب میں ڈھالتا اور کس منزل کی طرف لیجاتا ہے؟ چونکہ 'اسلامی دستور' کا مفہوم اور مقصود متعین کئے بغیر اس سلوگن کو عام کر دیا گیا، اس لئے اول تو اس کی عملی تعبیر کا متعین نقشہ کسی کے ذہن میں نہیں آتا۔ اور اگر کوئی اس کا دھندلا سا خاکہ پیش کرتا ہے تو وہ دوسروں کے ذہنی خاکوں سے مختلف ہوتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ کہ ساری فضا پریشانئ فکر و نظر کی عبرت انگیز تماشہ گاہ بن گئی ہے اور اس تشتت و انتشار میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اگر آپ بغور دیکھیں تو آپ کو ملک میں چند گروہ نظر آئیں گے جن کا، اسلامی دستور کے مبہم تصور کے متعلق، ردعمل ایک دوسرے سے جداگانہ اور مختلف ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسلامی دستور کے نفاذ کا عملی مفہوم فقط یہ ہوگا کہ شراب خواری، قماربازی، جنسی بدعنوانیاں، رقص و سرود کی فحاشیاں، کلب بازیاں، سب قانوناً جرم قرار پا جائیں گی۔ اور چونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے یہ عادتیں نہیں چھوٹ سکیں گی اس لئے وہ اس قسم کے دستور کے نفاذ سے ڈرتے اور گھبراتے ہیں۔ ان کے سامنے اسلامی دستور کا کوئی مثبت پہلو نہیں ہے، (اس لئے کہ مثبت پہلو ان کے سامنے رکھا ہی نہیں گیا)۔ وہ لوگ جن میں اس قسم کے عیوب نہیں (اتفاقاً یا ارادتاً) وہ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی دستور کے تدوین کے راستے میں یہ طبقہ سنگ گراں بن کر حائل ہے۔ اس میں قطعاً شبہ نہیں کہ اسلامی معاشرہ میں یہ (اور اس قسم کی اور فحاشیاں اور بدعنوانیاں) قانونی جرم ہوں گی اور جو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ان عادات کو چھوڑ نہیں سکیں گے، ان کی گھبراہٹ قابلِ فہم ہے۔ لیکن نہ تو ان کا یہ خیال درست ہے کہ اسلامی دستور صرف انہی امور تک محدود ہے اور ان کا نفاذ "چنگیز خانی" انداز سے ہوگا۔ اور نہ ہی ان کے فریقِ مقابل کا یہ خیال صحیح کہ اسلامی دستور کی تدوین و نفاذ کے راستے میں یہی طبقہ روک بن کر بیٹھا ہے۔ ہمارے نزدیک، اس طبقہ کے افراد کی تعداد اتنی زیادہ نہیں کہ انہیں ان راستے کا سنگ گراں تصور کر لیا جائے

دوسرا طبقہ وہ ہے جس میں یہ عیوب و اسقام نہیں (یا انہوں نے زیادہ شدت و گہرائی اختیار نہیں کی) اور وہ دل سے چاہتا ہے کہ پاکستان اسلامی تصورات کی آماجگاہ بن جائے۔ لیکن ان کے سامنے شرعی نظام حکومت کا جو نقشہ پیش کیا جاتا ہے اس کی روشنی میں وہ نہایت دیانتداری سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے نظام کے ساتھ اقوامِ عالم میں کوئی امتیازی مقام حاصل کرنا تو ایک طرف، ہم دیگر ممالک کے دوش بدوش بھی نہیں چل سکیں گے (اس لئے وہ دل سے چاہنے کے باوجود) اس نظام کے قیام سے گھبراتے اور ڈرتے ہیں۔ مثلاً وہ جب شرعی نظام کے حامیوں سے سنتے ہیں کہ اس نظام کی رُو سے، میدان جنگ میں گرفتار شدہ قیدیوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا جائے گا جنہیں اپنے استعمال میں بھی لایا جائے گا اور اس کے بعد جب جی چاہے فروخت بھی کیا جا سکے گا، تو اس تصور سے ان کی روح کانپتی ہے کہ ایسے نظام کو لے کر ہم اقوامِ عالم کے سامنے کس طرح جا سکیں گے؟ ان کے یہ خدشات بالکل بجا اور ان کے خطرات یکسر درست ہیں۔ لیکن ان کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے از خود معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اسلامی نظام کسے کہتے ہیں اور اس قسم کے قوانین رجن کی ایک مثال اوپر دی گئی ہے فی الواقعہ اس نظام کے اجزاء ہیں یا اس کے خلاف "مقدس اتہام تراشی" ہے اس طبقہ کی تعداد کافی ہے۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اسلامی نظام کا دامن اس قسم کی تہمتوں سے پاک ہے لیکن (اس پروپیگنڈا کے پیش نظر جس کا ذکر ذرا آگے چل کر کیا جائے گا) وہ ان خیالات کے اعلان کی جرأت نہیں پاتے۔

اب مذہب پرست طبقہ کی طرف آئیے۔ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اسلامی نظام کے متعلق (کم علمی یا جہالت کی بناء پر) اتنا ہی جانتا ہے کہ اس میں چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، زانی کو سنگسار کیا جائے گا۔ یا ڈاڑھی منڈانے والوں اور ٹخنوں سے نیچے تک پاجامہ پہننے والوں کو دُرّوں سے پیٹا جائے گا۔ یہ گروہ کثیر تعداد میں ہے اور عوام پر مشتمل۔ انہی عوام میں وہ تمام "علماء" (مولوی صاحبان) بھی شامل ہیں جن کا، دین کے متعلق، مبلغِ علم اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ نیز وہ خود غلط طبقہ بھی جو اپنی افتادِ طبع یا ذہنی تربیت کی رُو سے تقلید مُلّا ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے کالجوں کے راستے دفتروں میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ ہے وہ گروہ، جسے سیاسی مفاد پرست طبقہ، مذہب کے نقاب میں، بری طرح استعمال (EXPLOIT) کر رہا ہے۔ یہ طبقہ جماعتِ اسلامی کے نام سے متعارف ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس جماعت کے متعلق ہمیں اس شدت اور تکرار سے لکھنا پڑتا ہے، لیکن اس کے لئے ہم معذور اور مجبور ہیں۔ ہماری مجبوری وہی ہے جس کی طرف سعدی نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ

دگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

جو احباب طلوعِ اسلام کا مطالعہ اس کے پہلے دور (تحریک پاکستان کے دوران میں) کرتے رہے ہیں، ان پر یہ حقیقت واضح ہے کہ اس زمانے میں طلوعِ اسلام نیشنلسٹ علماء کے خلاف کس شدت اور تکرار سے لکھا کرتا تھا۔ اس شدت و تکرار سے کہ

گویا اس کے سامنے، اس کے سوا کوئی اور موضوع ہی نہیں تھا۔ جس کی بعض احباب اسی بنا پر طلوع اسلام سے ناراض بھی ہو گئے تھے۔ وہ اسے یہ طعن دیا کرتے تھے کہ "ابو الکلام آزاد اور حسین احمد مدنی" اس کے اعصاب پر سوار ہو گئے ہیں۔ لیکن آج وہی احباب اس کے معترف ہیں کہ اگر طلوع اسلام اس زمانے میں یہ کچھ نہ کرتا تو معلوم آج ہماری حالت کیا ہوتی! طلوع اسلام کے نزدیک، پاکستان میں جماعت اسلامی، ہندوستان کے نیشنلسٹ علماء سے کہیں زیادہ خطرناک اور مضر رساں ہے اور طلوع اسلام کا اس جماعت کے خلاف اس شدت و تکرار سے لکھنا اس غرض سے ہے کہ لوگ اس عظیم خطرہ سے آگاہ ہو جائیں۔ ایک مثال کی رو سے آپ یوں سمجھئے کہ (خدانکردہ) آپ کے بچے کی انگلی میں ایسا ناسور ہو جائے جس کا زہر آگے بڑھتا جا رہا ہو۔ آپ ہر صبح اٹھ کر، اس بچے کی پٹی کھولیں۔ زخم کو دھوئیں۔ نیا مرہم لگائیں۔ پھر پٹی بدلیں۔ بچہ اس دوران میں تکلیف سے روئے اور چیخے۔ اگر آپ کا ہمسایہ لوگوں سے یہ شکایت کرے کہ صاحب! اس شخص کو دیکھئے۔ اسے دنیا میں اور کوئی کام ہی نہیں رہا۔ ایک دن نہیں۔ دو دن نہیں۔ مہینہ بھر ہو گیا۔ ہر روز صبح معصوم بچے کو ذبح کرنا شروع کر دیتا ہے! تو فرمائیے کہ آپ اس شکایت کا کیا جواب دیں گے؟ کیا آپ بچے کی پٹی بدلنا بند کر دیں گے اور ناسور کو بڑھتا جانے دیں گے؟ بس یہی کیفیت ہماری سمجھئے۔ ہم اس ناسور کو اس قدر زہریلا سمجھتے ہیں کہ اگر اس کے علاج میں ذرا سی بھی کوتاہی برتی گئی تو ہمیں خطرہ ہے کہ جسد ملت پوری طرح سے زہر آلود ہو جائے گا۔ یہ وجہ ہے کہ ہم اس جماعت کے خلاف، اس شدت و تکرار سے لکھنے پر مجبور ہیں۔ طلوع اسلام کی کوئی پارٹی نہیں۔ اس کے کوئی سیاسی عزائم و مقاصد نہیں۔ اس لئے یہ جماعت (یا کوئی اور پارٹی) اس کی حریف بن ہی نہیں سکتی۔ لہٰذا اس جماعت کی مخالفت میں طلوع اسلام کا کوئی ذاتی مفاد مضمر نہیں۔ پہلے، پاکستان کا حصول طلوع اسلام کا مقصود زندگی تھا۔ اس لئے طلوع اسلام کے لئے ہر اس عنصر کی مخالفت لازمی تھی جو پاکستان کے حصول میں حائل ہو۔ اب، پاکستان کا استحکام اور اس میں قرآنی معاشرہ کی تشکیل، اس کا نصب العین حیات ہے۔ اس لئے ہر اس گروہ کی مخالفت، جو اس راہ میں حائل ہو، اس کا فریضہ زندگی ہے۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ اس جماعت کے سامنے ایک ہی مقصد ہے۔ اور وہ یہ کہ یا تو یہاں کی حکومت ان کے ہاتھ میں آ جائے اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر پاکستان رہے یا جائے، انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے یہ جماعت "اسلامی دستور" کا سلوگن لے کر اٹھی ہے اور اس کے لئے اس گروہ کو (EXPLOIT) کر رہی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

اس جماعت نے "اسلامی دستور" کے سلوگن کو قصداً مبہم رکھا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ ملک میں کوئی قانون ایسا نہیں بنایا جائے گا جو "کتاب و سنت" کے خلاف ہو۔ اس سے بار بار پوچھا گیا کہ وہ کم از کم اتنا ہی بتا دے کہ "سنت" سے اس کی مراد کیا ہے اور وہ کس کتاب میں ملے گی لیکن اس نے اس کا جواب کبھی نہیں دیا (نہ ہی دے گی)۔ جب کسی نے اس پر زیادہ زور دیا تو اس کے جواب میں کہہ دیا کہ "یہ سوالات ان لوگوں کی طرف سے اٹھائے جا رہے ہیں جو فتنۂ انکار حدیث برپا کر رہے ہیں اور یہ کچھ حکومت کے ایماء سے ہو رہا ہے۔" حالانکہ بات بالکل صاف ہے کہ سوال کسی کی طرف سے، یا کسی کے ایماء سے ہو رہا ہو۔ آپ اس کا جواب دیجئے لیکن وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ اب آپ دیکھئے کہ اس انداز سے یہ لوگ حکومت کو کس طرح اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔

اگر دستور میں یہ شق شامل ہو کہ کوئی قانون ایسا نہیں بنایا جائے گا کہ جو "کتاب و سنت" کے خلاف ہو۔ اور یہ کہیں مذکور نہ ہو کہ "سنت" کس کتاب میں ملے گی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حکومت یا مقننہ کو مستقل طور پر ایک "مجلس علماء" اپنے ساتھ رکھنی پڑے گی جس سے ہر معاملہ کے متعلق دریافت کیا جائے کہ وہ "کتاب و سنت" کے خلاف تو نہیں۔ جس بات کے متعلق یہ گروہ علماء کہہ دے کہ وہ "کتاب و سنت" کے خلاف ہے، وہ کبھی منظور نہیں ہو سکے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ملک میں قانون سازی کا آخری اختیار ان علماء کے ہاتھ میں ہوگا جن کے فیصلوں کے خلاف کہیں اپیل تک نہیں ہو سکے گی۔ قانون سازی سے آگے بڑھئے تو عدالت کا معاملہ سامنے آتا ہے۔ چونکہ عدالتوں میں بھی کوئی فیصلہ ایسا نہیں ہو سکے گا جو "کتاب و سنت" کے خلاف ہو، اس لئے وہاں بھی یا تو جج خود ہی علماء ہوں گے یا ججوں کے ساتھ ان کا جوڑ ہوگا جن کی تصویب کے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہیں ہو سکا کرے گا۔ اور آگے بڑھئے۔ چونکہ معاملات کے علاوہ عقائد کے متعلق بھی یہی قانون ہوگا کہ وہ "کتاب و سنت" کے خلاف نہ ہوں، اس لئے ہر شخص کے لئے ضروری ہوگا کہ اس کے پاس ان علماء کا سارٹیفکیٹ ہو کہ اس کے عقائد "کتاب و سنت" کے خلاف نہیں۔ جس کے عقائد اس کے مطابق نہیں ہوں گے وہ مرتد قرار پا جائے گا اور مرتد کی سزا ان کے فیصلہ کی رو سے قتل ہے۔ اس مقصد کے لئے یہ بھی ضروری ہوگا کہ بچوں کی تعلیم بھی انہی علماء کے منشاء کے مطابق ہو تا کہ ان کے عقائد و تصورات "کتاب و سنت" کے خلاف نہ ہوں۔ علاوہ بریں "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کا شعبہ بھی انہی کی تحویل میں رہے گا جو زندگی کے ہر گوشے کو محیط ہوگا۔ زکوٰۃ۔ صدقات۔ اوقاف وغیرہ کی آمدنی بھی انہی کے تصرف میں ہوگی۔ وقس علیٰ ھذا۔

ان اشارات سے آپ سوچئے کہ دستور پاکستان میں "کتاب و سنت" کی مبہم شق، کس طرح پورے اقتدار کو جماعت اسلامی کے ہاتھوں میں دے دیتی ہے۔ اس لئے کہ مذہب پرست طبقہ میں یہی جماعت منظم طور پر پروپیگنڈا کر رہی ہے۔ اگر مجلس دستور ساز نے ان کے مطالبہ "کتاب و سنت" کو تسلیم کر لیا تو حکومت مجبور ہو جائے گی کہ اس کی تعبیر کے لئے اسی جماعت کی طرف رجوع کرے۔ (باقی علماء کو بھی اسی جماعت کا دست نگر ہونا پڑے گا۔) اگر "کتاب و سنت" میں کتاب (قرآن) کی طرح، سنت کی جگہ بھی کسی کتاب کا نام لکھ دیا جائے تو اس سے اس جماعت کی ساری اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر دستور میں لکھ دیا جائے کہ ملک کا کوئی قانون "قرآن کریم اور صحیح بخاری" کے خلاف نہیں ہوگا تو یہ معلوم کرنے کے لئے کہ فلاں معاملہ ان دو کتابوں کے خلاف ہے یا نہیں، کسی مجلس علماء کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جس کے پاس یہ کتابیں ہوں گی وہ خود دیکھ لے گا کہ ان میں کوئی بات ایسی تو نہیں جو معاملہ زیر نظر کے خلاف جاتی ہو۔

آپ نے غور کیا کہ "کتاب و سنت" کو مبہم رکھنے میں ان لوگوں کا کتنا گہرا راز پوشیدہ ہے۔ "سنت" کی جگہ کسی کتاب کا نام لکھ دینے سے، ایک تو ان لوگوں کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ انہوں نے اس وقت جو یہ مشہور کر رکھا ہے کہ "اسلامی دستور" کے مطالبہ پر تمام فرقوں کے علماء متفق ہیں، اس سے اس ڈھول کا پول بھی کھل جاتا ہے۔ آپ "کتاب و سنت" میں سنت کی جگہ کسی کتاب کا نام لکھ دیجئے اور پھر دیکھئے کہ اس مطالبہ کی تائید کتنے "علماء" کی طرف سے ہوتی ہے؟ جس کتاب (بخاری) کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کہا جاتا ہے، آپ اسے "سنت" کی جگہ رکھ دیجئے اور پھر (اوروں کو تو اور) خود مودودی صاحب سے پوچھئے کہ کیا آپ کو "کتاب و سنت" کی جگہ "قرآن اور بخاری" منظور ہے؟ پھر دیکھئے کہ ان کی طرف سے کیا جواب ملتا ہے؟

یہ ہے وہ جماعت جو قانون سازی کی راہ میں بری طرح سے حائل ہے۔ ان کی ضد یہ ہے کہ یا تو وہ دستور بنائیے جسے ہم اسلامی دستور کہیں (اور جس میں "کتاب و سنت" کے مبہم الفاظ رکھے جائیں) اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پھر ہم کوئی اور دستور بننے نہیں دیں گے۔ یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ ملک کے گوشے گوشے میں یہ تحریک پھیلا رہے ہیں کہ "پاکستان کا دستور کتاب و سنت پر مبنی ہوگا۔ اس کے علاوہ ہمیں کوئی اور دستور قابل قبول نہیں ہوگا!" یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ حکومت کی باگ ان کے ہاتھ میں رہے۔ ملک میں اور سیاسی پارٹیاں بھی ہیں جن کی خواہش اور کوشش ہے کہ حکومت ان کے ہاتھ میں ہو۔ لیکن ان میں اور اس جماعت میں فرق یہ ہے کہ وہ اپنے عزائم کا کھلے بندوں اعلان کرتے ہیں۔ لیکن یہ اپنے عزائم کو "اقامت دین" کے دل فریب نقاب میں آگے بڑھاتے ہیں۔ اور اپنے مخالفین کو خدا اور رسول کے مخالف قرار دے کر بدنام کرتے ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران میں بھی مودودی صاحب کے دل میں لیڈری کی ہوس رہ رہ کر کروٹیں لیتی تھی لیکن (وہاں بھی ان کی یہ حالت تھی کہ) بجائے اس کے یہ ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے جناح کے مقابل آنے کی جرأت کرتے، یہ اس قیادت کو غیر اسلامی اور اپنے آپ کو "صالح قیادت" کے رنگ میں پیش کرتے رہے۔ جناح کے سامنے تو ان کا چراغ نہ جل سکا لیکن اب چونکہ ان جیسی کوئی جامع شخصیت نہیں اس لئے یہ "کتاب و سنت" کی آڑ میں اس ہوس کی تسکین کا سامان تلاش کر رہے ہیں۔ اس زمانے میں بھی یہ یہی کہتے تھے کہ جب تم مجھے لیڈر نہیں مانتے تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ پاکستان بنتا ہے یا نہیں۔ اب بھی ان کے یہی عزائم ہیں کہ اگر پاکستان کی زمام حکومت میرے ہاتھ میں آ جائے پھر تو اس کا رہنا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر اس قسم کے "غیر صالح" پاکستان کا عدم اور وجود برابر ہے۔

آپ ان حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور پھر سوچئے کہ دستور پاکستان کی تدوین کے راستے میں کون حائل ہے اور کیوں؟ اس کے برعکس آپ دیکھئے کہ طلوع اسلام کی دعوت کیا ہے؟ ہم نے اوپر کہا ہے کہ آپ اس تجویز کو ملک کے سامنے پیش کیجئے کہ پاکستان کا دستور "قرآن اور بخاری شریف" کے

مطابق ہونا چاہیئے اور پھر پوچھئے ان اکتیس علماء سے جنہوں نے دستور اسلامی کا متفقہ مطالبہ پیش کیا تھا، کہ ان ہیں سے کتنے بخاری شریف کی تائید کرتے ہیں (بخاری شریف کی جگہ کسی اور کتاب کا نام لے لیجئے۔ پھر بھی یہی نتیجہ ہوگا)۔ اس کے ساتھ ہی انہی علماء سے یہ بھی پوچھئے کہ کیا آپ اس فارمولا کے پہلے جزو (یعنی قرآن کی جگہ کسی اور کتاب کا نام رکھنا چاہتے ہیں؟ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے کوئی کبھی یہ نہیں کہے گا کہ ہم ایسا چاہتے ہیں۔ یعنی قرآن ان سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ یہی طلوع اسلام کی دعوت ہے۔ آپ اسے تسلیم کر لیجئے اور اس کے بعد دیکھئے کہ دستور پاکستان کتنے قلیل وقت میں مرتب ہو جاتا ہے۔

لیکن اس سے مودودی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے پیشوائیت کی جگہ خدا لے لیتا ہے۔ اس لئے یہ ان کے نزدیک کبھی قابل قبول نہیں ہو سکتا اور جو ان کے نزدیک قابل قبول نہیں وہ اسلامی دستور ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ہے وہ کھیل جو اس وقت دستور پاکستان کے اسٹیج پر کھیلا جا رہا ہے۔

بدقسمت پاکستان! جس کے جسد زندہ پر اس طرح کرگس منڈلا رہے ہیں!

طلوعِ اسلام کا مستقبل

طلوع اسلام ماہنامہ کی شکل میں ۱۹۳۸ء میں دہلی سے جاری ہوا اور ۱۹۴۸ء میں کراچی سے اس کی تجدید ہوئی۔ زمانے کے تیزی سے بڑھتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر، قارئین کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ اسے ماہنامہ کی جگہ ہفتہ وار کر دیا جائے۔ ادارہ طلوع اسلام اس مطالبہ کی اہمیت سے پوری طرح متفق تھا لیکن چونکہ خود ماہنامہ بھی خسارے میں چل رہا تھا اور ہفتہ وار کے اخراجات اس کے سامنے تھے اس لئے اس نے اس اقدام کی جرأت نہ کی۔ لیکن ۱۹۵۴ء میں یہ تقاضا زیادہ شدت اختیار کر گیا اور بعض احباب نے ابتدائی اخراجات کے سلسلہ میں مالی امداد کا بھی وعدہ کیا۔ ادارہ کا اندازہ تھا کہ اگر ایک سال کے خسارے کا انتظام کر لیا جائے تو امید کی جا سکتی ہے کہ دوسرے سال سے ہفتہ وار پرچہ خود مکتفی ہو جائے گا۔ اس اندازے کے مطابق احباب کی پیشکش کو قبول کر لیا گیا اور شروع فروری ۱۹۵۵ء سے طلوع اسلام کو ہفتہ وار کر دیا گیا۔

(بجز چند مستثنیات) ہفتہ وار طلوع اسلام کے متعلق قارئین ہم نوا ہیں کہ جو کام اس نے چند مہینوں میں کیا ہے ماہنامہ اتنا کام سالوں تک بھی نہیں کر سکتا تھا۔ خود ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ ہفتہ وار پرچہ، ماہنامہ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔ لیکن ہفتہ وار پرچہ پر جو خسارہ ہوا ہے وہ ہمارے اندازے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ احباب کی طرف سے جو امداد قبول کی گئی تھی وہ صرف ابتدائی چند ماہ کے خسارے کی کفیل ہو سکی۔ اور اس کے بعد یہ بوجھ دن بدن زیادہ ہوتا چلا گیا۔ قارئین کو معلوم ہے کہ طلوع اسلام کسی پارٹی کا پرچہ نہیں۔ نہ ہی اسے کہیں سے کوئی امداد ملتی ہے۔ اس کا ذریعۂ آمدنی اس کا چندہ اور کتابوں کا خفیف سا منافع ہے۔ یہ آمدنی ہفتہ وار پرچہ کا خسارہ پورا کرنے کے لئے قطعاً ناکافی ہے ہم نے اس کی اشاعت بڑھانے اور اشتہارات حاصل کرنے کے لئے مسلسل کوشش کی ہے لیکن اس سے اس کی آمدنی میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہوا۔ ان حالات میں ہمارے لئے کوئی چارۂ کار نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ اسے ہفتہ وار سے پھر ماہنامہ میں تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ بادل ناخواستہ، فیصلہ کیا گیا ہے کہ

(۱) دسمبر کے آخیر تک طلوع اسلام ہفتہ وار شائع ہوگا

اور

(۲) اس کے بعد سے پھر ماہوار کر دیا جائے گا۔

(۳) ماہوار طلوع اسلام کا پہلا پرچہ آپ کو یکم فروری ۱۹۵۶ء کو ملے گا۔

ماہوار طلوع اسلام کا سالانہ چندہ آٹھ روپیہ۔ اور قیمت فی پرچہ بارہ آنے ہوگی۔ موجودہ خریداروں کے چندہ کا بقیہ، ماہنامہ کے چندہ میں محسوب کر لیا جائے گا۔

ہمیں اس کا پورا پورا احساس ہے کہ اس فیصلہ سے قارئین کی اکثریت کو صدمہ ہوگا۔ لیکن جو حالات اپنے قابو سے باہر ہوں انہیں بہرحال برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس تبدیلی کا سب سے زیادہ احساس خود محترم پرویز صاحب کو ہے۔ انہوں نے اتنی اچھی ملازمت کو قبل از وقت چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنا سارا وقت، قرآنی فکر کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کر سکیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد کی تکمیل میں ہمہ وقت منہمک ہیں۔ ان کی صحت پہلے بھی اچھی نہ تھی لیکن گذشتہ تین سال سے وہ مسلسل بیمار چلے آ رہے ہیں۔ اسی دوران میں حکومت کی طرف سے جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ ایک جگر خراش داستان ہے (جس کا تذکرہ ہم نے نہ اس سے پیشتر طلوع اسلام میں کیا اور نہ ہی اب اس کی تفاصیل کو قارئین کے لئے وجہ کرب و الم بنانا مناسب سمجھتے ہیں) لیکن وہ اس قسم کے ناسازگار حالات سے کبھی ہمت نہیں ہارتے۔ چنانچہ وہ طلوع اسلام کے مستقبل کے متعلق اب بھی پُرامید ہیں۔ خدا ان کی امیدوں کو بارآور کرے۔

بہرحال، سردست فیصلہ یہی ہے کہ شروع فروری سے طلوع اسلام کو ماہوار شائع کیا جائے۔

صنعتی ترقیاں

ہمارے ارباب اقتدار جب اپنی ان کوششوں کا ذکر کرتے (اور انہیں سراہتے) ہیں جو انہوں نے پاکستان کی فلاح و بہبود اور استحکام و ثبات کے لئے کی ہیں، تو ان میں صنعتی ترقی کو نمایاں مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایک ایسے ملک میں، جہاں تقسیم سے پہلے ایک ٹکلک بھی نہیں تھا، سات آٹھ برس کے عرصہ میں اتنی بڑی تعداد میں اتنے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو جانا بہت بڑی ترقی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان کارخانوں کے قیام سے عوام کو کیا فائدہ پہنچا ہے اور انہیں کس حد تک خوشحالی اور فارغ البالی نصیب ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر، کپڑے کے کارخانوں کو لیجئے۔ ہمیں بتایا یہ جاتا ہے کہ ہمارے ہاں اب اس قدر کپڑا تیار ہو رہا ہے کہ ملک کی ضروریات پوری ہو جانے کے بعد، فالتو کپڑا باہر بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ بجا اور درست! لیکن ملک میں جن لوگوں کے لئے یہ کپڑا تیار ہو رہا ہے ان کی حالت کیا ہے؟ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ بزاز کی دوکان پر جا کر کپڑا خریدا کرتے ہیں لیکن جب وہ اس کا نرخ بتاتا ہے تو یہ ویسے کے ویسے گھر لوٹ آتے ہیں۔ کپڑے کی قیمتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ غریب تو غریب، متوسط الحال طبقہ بھی اپنی ضرورت کے مطابق کپڑا خریدنے کی سکت نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس کپڑے کی بہتات کا فائدہ کیا جو عوام کی قوت خرید سے باہر ہو؟

لیکن اس کا فائدہ کپڑا بنانے والوں کو ہے۔ یہ فائدہ کس قدر ہوتا ہے اس کا اندازہ اس ایک مثال سے لگائیے کہ (۲۳ نومبر کے ڈان میں) ایک ٹیکسٹائل مل کا یہ اعلان شائع ہوا ہے کہ وہ اپنے حصہ داروں کو دوسو فی صد (یعنی سو روپے کے حصوں کے مالک کو دو سو روپے کی مالیت کے حصے) بطور بونس (BONUS) دیگی۔ "دوسو فی صدی" اس منافع کے علاوہ ہے جو (DIVIDEND) کی شکل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یعنی اس کارخانہ کو سال بھر میں اس قدر فائدہ ہوا ہے کہ خرچ نکالنے اور منافع بانٹنے کے بعد وہ "دوسو فی صد" کے حساب سے بونس بھی دیتا ہے۔ اب آپ نے سمجھا کہ کپڑے کی قیمتیں کیوں نیچے نہیں آتیں اور صنعتی ترقی کا مفہوم کیا ہے ملک میں چند گنے چنے خاندان ہیں جن کے ہاں ملک کی دولت سمٹتی چلی جا رہی ہے اور عوام بیچاروں کو نہ کھانے کو روٹی ملتی ہے، نہ پہننے کو کپڑا۔ اس کا نام ہے ملک کی ترقی!

ان تمام خرابیوں کا علاج صرف ایک ہے۔ ملک میں وہ قرآنی نظام رائج کیا جائے جس کی رو سے وسائل پیداوار افراد کی ملکیت میں رہنے کے بجائے نظام کی تحویل میں آ جائیں اور ان سے تمام افراد معاشرہ کی ضروریات زندگی پوری کی جائیں اور ان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما کا سامان بہم پہنچایا جائے لیکن یہاں یہ حالت ہے کہ (قرآنی نظام تو خیر بہت دور کی چیز ہے) جو کارخانے حکومت کی تحویل میں ہیں انہیں بھی رفتہ رفتہ انفرادی ملکیت میں دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اسی اخبار میں (جس میں دوسو فی صدی بونس کا اعلان ہے) یہ اعلان بھی شائع ہوا ہے کہ "پنجاب گورنمنٹ کاٹن ملز" بذریعہ نیلام فروخت کی جائے گی۔ اسی طرح (P.I.D.C) بھی کارخانے قائم کر کے انہیں افراد کے ہاتھوں فروخت کرتی جا رہی ہے۔

یہ وہ نظام سرمایہ داری ہے جو یورپ کے سرمایہ دار ممالک کو تباہی کے جہنم تک پہنچا چکا ہے۔ لیکن اسے اب یہاں مسلط کیا جا رہا ہے اور اس کی تائید اس مذہب پرست طبقہ سے حاصل کی جا رہی ہے جو یہاں اسلامی دستور اور نظام شریعت نافذ کرنے کا دعویدار ہے۔ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ انفرادی ملکیت پر کسی قسم کی حدبندی نہیں کی جا سکتی۔ (زمین کا مسئلہ از ابوالاعلیٰ مودودی)

کیا اس کے بعد یہاں کمیونزم کو بلانے کے لئے کسی اور دعوت نامہ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

بغداد کونسل

بغداد کونسل کا اجلاس بخیر و خوبی ختم ہو گیا ہے۔ ممبر ممالک نے ایک مستقل کونسل قائم کی ہے اور دو کمیٹیاں (ایک عسکری اور ایک معاشی) مقرر کی ہیں۔ اس سے معاہدے میں زندگی پیدا ہوگئی ہے اور اسے کامیاب و مؤثر بنانے کا مرحلہ شروع ہو گیا ہے۔ از بس غنیمت ہے کہ اس حقیقت کا کماحقہٗ اعتراف کر لیا گیا ہے کہ جب تک اس علاقہ کے مزمن عسکری کمزوری اور معاشی بدحالی کو رفع نہیں کیا جائے گا کسی دفاعی تنظیم کے مؤثر ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن مطلوبہ عسکری اور معاشی امداد بہم پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ امریکہ بھی اس معاہدے میں شریک ہو جائے ہمارے وزیر اعظم نے اس کمی کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے اور اس امید کا اظہار کیا ہے کہ امریکہ بہت جلد اس معاہدے میں شامل ہو جائے گا۔ ہمیں امریکہ کی آخر کار شمولیت میں شبہ نہیں کیونکہ معاہدۂ بغداد میں اسی طرح امریکہ کا بھلا ہے جس طرح موجودہ معاہدین کا۔ لیکن امریکہ کا لیت و لعل حیران کن ہے اس کی وجہ ایک حد تک "اسرائیل" ہے۔ آئندہ سال امریکہ میں صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں اس کے لئے دونوں پارٹیاں یہودی ووٹوں کی محتاج ہیں۔ لہٰذا وہ انتخابات تک یہودیوں کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر یہودی امریکہ پر اور زیادہ دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ انہیں مزید اسلحہ دے تاکہ مصر اشتراکیوں سے جو اسلحہ لے رہا ہے اس کا وہ جواب دے سکیں۔ امریکہ عجیب الجھن میں ہے وہ اسلحہ نہ دے تو یہودی ناراض ہوتے ہیں اور دے تو عرب۔ لیکن یہ الجھن ایسی نہیں جس کا علاج ممکن نہ ہو۔ ان دنوں برطانیہ نے یہ پیش کش کی ہے کہ وہ عربوں اور یہودیوں میں مصالحت کے لئے تیار ہے۔ اس کا اثر عربوں پر اچھا پڑا ہے اور وہ مصالحت کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں بشرطیکہ یہودی اقوام متحدہ کے طے کردہ حدود تک محدود ہو جائیں اور عرب مہاجرین کو واپس لے لیں یا ان کے نقصانات کا معاوضہ ادا کر دیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ عرب اس طرح آمادہ بہ صلح ہوئے ہیں۔ ان کی تجاویز بھی معقول ہیں۔ جہاں تک حدود کا تعلق ہے وہ اقوام متحدہ کی طے کردہ ہیں اور امریکہ ان کا پابند ہے، اور جہاں تک معاوضہ کا تعلق ہے امریکہ نے یہ پیش کش کر رکھی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مناسب امداد "اسرائیل" کو دے گا۔ گویا اب مصالحت کے لئے قابلِ قبول اور قابلِ عمل اساس میسر آگئی ہے۔ اندریں حالات اگر اب برطانیہ اور امریکہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لیں تو عربوں اور یہودیوں میں مفاہمت کرا سکتے ہیں۔ لہٰذا امریکہ کو چاہیئے کہ وہ خواہ مخواہ کی الجھنیں پیدا کرنے کے بجائے حالات کو بہ نظر غائر دیکھے اور جرأت سے ان کا مقابلہ کرے۔ اگر یہودیوں کا مسئلہ یوں حل ہو جائے اور عرب ادھر سے مطمئن ہو جائیں تو عراق کے علاوہ دیگر عرب ممالک کا معاہدۂ بغداد میں شریک ہو جانا یقینی سا ہو جائے گا یہ ایسی صورت ہے جسے پیدا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ امریکہ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ "اسرائیل" کو نہ عراق نظر انداز کر سکتا ہے نہ پاکستان۔ نیز جب بھی "اسرائیل" کی طرف سے جارحانہ اقدام ہوگا اس کی زد براہ راست معاہدۂ بغداد پر پڑے گی۔ لہٰذا اقتضائے مصلحت یہی ہے کہ اس تنازعہ کو نپٹا لیا جائے اور معاہدۂ بغداد کو کامیاب بنانے پر پوری توجہ صرف کی جائے۔

چونکہ معاہدے کا اہم رکن پاکستان ہے اس لئے پاکستان کے گرد و پیش جو کچھ ہو رہا ہے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کشمیر اور افغانستان دو ایسے تنازعے ہیں جو فوری طور پر پاکستان کے لئے اور آخرکار مشرق وسطےٰ کے لئے سنگین خطرہ ہیں۔ دونوں علاقوں پر کمیونسٹوں کی خاص نظریں ہیں۔ اگر ان دنوں مارشل بلگانن اور کرشیف ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں تو اُدھر سے وہ فارغ ہو کر وہ افغانستان جائیں گے۔ انہوں نے پہلے ہی افغانستان میں خاصے قدم جما لئے ہیں اور اسے تیار کیا جا رہا ہے کہ وہ پاکستان کو الجھائے رکھے۔ اس سے پاکستان پر بہت بوجھ آ پڑتا ہے۔ وہ اس سے پہلے سیٹو میں بھی شریک ہو چکا ہے۔ ان حالات میں پاکستان کی اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے اور اس کی ضروریات بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اس وصیت اور ان ضروریات کا تقاضا ہے کہ پاکستان کو پوری پوری معاشی اور عسکری مدد دی جائے۔

اگر امریکہ کی شمولیت کے بغیر معاہدہ بغداد مؤثر نہیں ہو سکتا تو بقیہ مسلمان ممالک کے بغیر یہ معاہدہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ طلوع اسلام نے ہمیشہ مسلمان بلاک کی تشکیل پر زور دیا ہے۔ معاہدۂ بغداد اس کا ہیولیٰ ہے۔ مصر، سعودی عربیہ وغیرہ اسلامی مفاد کو نگاہ میں رکھیں تو ان کے لئے اس میں شرکت کے سوا اور کوئی چارہ نظر نہیں آئے گا۔ یہ موقع ذاتی رقابتوں کا نہیں، مسلمانوں کی وحدت اور استحکام کا ہے اور اس کی صورت بحالات موجودہ معاہدۂ بغداد کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

ہندوستان اور الجیریا

الجیریا کو بڑی جد و جہد سے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ایجنڈے میں شامل کرایا جا سکا تھا۔ اسے ایشیائی افریقی گروہ کی کامیابی سمجھا گیا تھا۔ اور دیکھا جائے تو یہ بڑی کامیابی تھی۔ فرانس الجیریا کو اپنا مقبوضہ نہیں سمجھتا بلکہ اپنا حصہ یعنی "فرانس" ہی سمجھتا ہے۔ یہ فیصلہ اس نے از خود اہل الجزائر کے استصواب کے بغیر بلکہ ان کی مرضی کے خلاف کر لیا تھا۔ اور اب جب اس کا یہ فیصلہ اس کے اپنے آئین کا حصہ بن چکا ہے تو وہ دوسروں کو بھی مجبور کر رہا ہے کہ وہ اس غیر منصفانہ آئین کی پابندی کریں حالانکہ انصاف کی نقطۂ نگاہ سے اس کی پابندی تو کیا اس کے ذرہ بھر احترام کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ معاملہ الجزائر کے مظلومین کا ہے اور ان ہی کی رضامندی کو خارج از بحث سمجھا جا رہا ہے۔ بہرکیف فرانس نے یہ روش اختیار کی تو دیگر اقوام مغرب اس کا ساتھ دینے پر مجبور تھیں۔ اس بنا پر الجیریا کا جنرل اسمبلی کے ایجنڈے میں شرکت کی عزت حاصل کرنا بڑا حیران کن تھا۔ فرانس نے اس شرکت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اقوام متحدہ سے اپنا وفد واپس بلا لیا اور جنرل اسمبلی سے عدم تعاون شروع کر دیا۔ اس کا رویہ قابل فہم تھا لیکن بجائے اس کے کہ اس کی مذمت کی جاتی اور فرانس کو ہوش میں لایا جاتا، الٹا فرانس کی خوشامدیں شروع ہو گئیں۔ اور اسے جنرل اسمبلی میں لانے کی تدبیریں سوچی جانے لگیں۔ اقوام مغرب کا یہ رویہ اختیار کرنا تو سمجھ میں آ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنا مفاد بہرحال فرانس سے وابستہ سمجھتی ہیں لیکن حد تو یہ ہے کہ خود ایشیائی افریقی گروہ سے بھی اس قسم کی کوششوں کا آغاز ہو گیا بلکہ ایک وقت کے بعد ان کوششوں کا سرچشمہ بھی یہ گروہ ہو گیا۔ یہ کوشش خصوصیت سے ہندوستانی نمائندے مسٹر کرشنا مینن نے شروع کی اور رفتہ رفتہ انہوں نے یہاں تک "کامیابی" حاصل کر لی کہ ایشیائی افریقی گروہ کو منوا لیا کہ وہ الجیریا کو ایجنڈے سے خارج کر دینے پر راضی ہو جائیں اور اس کی وجہ یہ دی گئی کہ تاکہ فرانس جنرل اسمبلی میں پھر سے واپس آ جائے۔ گویا ہندوستان کے نزدیک فرانس کا جنرل اسمبلی میں رہنا زیادہ ضروری ہے۔ بہ نسبت الجیریا کے ایجنڈے میں رکھنے کے۔ اس طرح ہندوستان نے دوہری چال چلی ہے۔ الجیریا کو شریک ایجنڈا کرانے والوں کا ساتھ دے کر اس نے انہیں یہ یقین دلایا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہے اور اسے ایجنڈے سے خارج کرا کے اس نے اقوام مغرب کو یہ ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ اس کا اتنا اثر ہے کہ وہ ایشیائی افریقی اقوام سے سب کچھ منوا سکتا ہے۔ لہٰذا مغرب کو ان سے متعلق جو بات کرنا ہو وہ ہندوستان کی وساطت سے کریں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ایشیائی افریقی گروہ نے اپنے تدبر کا اچھا مظاہرہ نہیں کیا اور جسے وہ اپنی اخلاقی فتح سمجھ رہے تھے اسے انہوں نے شکست میں بدل دیا ہے۔ اس سے زیادہ افسوس اس کا ہے کہ اس گروہ نے ہندوستان کو اپنی مطلب براری کا ایک غلط موقع بہم پہنچایا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ الجیریا ایجنڈے میں شامل رہتا اور اس پر بحث بھی ہوتی تو کوئی خاص مقصد حاصل نہ ہوتا۔ لیکن یہ بحث الجیریا کے حق میں فضا سازگار کرنے کا ایک ذریعہ تو تھی۔ اب یہ امکان بھی جاتا رہا۔

یہ پہلا موقع نہیں کہ ہندوستان نے مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا ہے۔ وہ ایک طرف "اسرائیل" سے محبت کی پینگیں بڑھاتا رہا۔ اور تو اور بندونگ کانفرنس میں بھی وہ "اسرائیل" کی حمایت سے باز نہ آیا۔ اس کے علاوہ وہ مسلمانوں کے مابین دشمنی کے بیج مسلسل بوتا رہتا ہے۔ پاکستان ہندوستان کے کردار کو خوب سمجھتا ہے لیکن مصر اور اس کے دوست عرب ممالک اس سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں اور بڑی سادگی سے ہندوستان کا ساتھ دیئے جا رہے ہیں۔ وہ اگر ہندوستان کی پاکستان دشمنی کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تو عربی معاملات میں ہندوستان جس طرح عربی مفاد کے خلاف جا رہا ہے اسے ہی سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان بیّن حالات کے باوجود ہندوستان کا ساتھ دینا اپنے آپ سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟

ضروری تصحیح

گذشتہ پرچہ مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۵۵ء کے ٹائیٹل پر غلطی سے شمارہ نمبر ۴۸ چھپ گیا ہے۔ حالانکہ وہ شمارہ نمبر ۴۷ تھا۔ ناظرین تصحیح فرما لیں۔

اسلام کی سرگزشت

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی حیات عقلیہ، اور اس کے مظاہر پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ نیز یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ اسلامی تعلیمات نے عربوں پر کیا اثرات مرتب کئے تھے۔ جاہلی عقلیت اور اسلامی عقلیت کے تصادم کے ذیل میں بتایا جا رہا تھا کہ دونوں عقلیتوں میں کیا فرق تھا۔ آج کی فرصت میں ان دونوں عقلیتوں کے درمیان موازنہ پیش کیا جا رہا ہے کہ قرآن کا پیش کردہ بلند معیار زندگی کیا ہے اور جاہلی شعراء کا پیش کردہ بلند معیار کیا ہے؟

اگر تم چاہو کہ اسلام کے مقرر کردہ زندگی کے بلند معیار اور جاہلیت کے مقرر کردہ بلند معیار کے درمیان موازنہ کرو تو ایک طرف قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھ جاؤ:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق کی طرف کرتے ہو یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی تو ان لوگوں کی ہے جو اللہ، یوم آخر، ملائکہ، کتاب الٰہی اور انبیاء پر ایمان لائیں اور باوجود مال کی محبت کے اسے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، ضرورتمندوں اور غلاموں کو رہائی پانے کے لئے پیش کریں۔ نظام صلوٰۃ کو قائم کریں۔ سامان نشوونما لوگوں کو دیں اور جب وہ کوئی معاہدہ کرلیں تو اپنے معاہدوں کو پورا کریں۔ سختی، تنگی اور جنگ کے وقت ثبات قدم اور صبر سے کام لیں۔ یہ لوگ ہیں جو سچے طور پر مسلمان ہیں اور یہی لوگ ہیں جو قوانین خداوندی کی نگہداشت کرنے والے ہیں۔

اس آیت کے پہلو بہ پہلو ذرا ان اشعار کو بھی دیکھ جاؤ جو طرفہ کے معلقہ میں موجود ہیں۔

إِذَا الْقَوْمُ قَالُوا مَنْ فَتًى خِلْتُ أَنَّنِي
عُنِيتُ فَلَمْ أَكْسَلْ وَلَمْ أَتَبَلَّدِ

جب قوم کسی نوجوان قوم کو پکارتی ہے تو میں حتمی طور پر سمجھ لیتا ہوں کہ میں ہی مراد ہوں چنانچہ اس کے بعد میں کسمساتا ہوں نہ کوئی سستی ظاہر کرتا ہوں۔

أَحَلْتُ عَلَيْهَا بِالْقَطِيعِ فَأَجْذَمَتْ
وَقَدْ خَبَّ آلُ الْأَمْعَزِ الْمُتَوَقِّدِ

میں اپنا کوڑا لے کر کود کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو جاتا ہوں جو مجھے لے کر ہوا ہو جاتی ہے جبکہ پتھریلے تابناک میدان میں سراب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہوتا ہے۔

فَذَالَتْ كَمَا ذَالَتْ وَلِيدَةُ مَجْلِسٍ
تُرِي رَبَّهَا أَذْيَالَ سَحْلٍ مُمَدَّدِ

میری اونٹنی اس طرح اٹھلا کر چلتی ہے جس طرح کوئی نوجوان عورت سردار قبیلہ کے آگے آگے اپنے مالک کو اپنے لباس کے دراز دامن دکھاتی ہوئی اٹھلا اٹھلا کر چلتی ہو۔

وَلَسْتُ بِحَلَّالِ التِّلَاعِ مَخَافَةً
وَلَكِنْ مَتَى يَسْتَرْفِدِ الْقَوْمُ أَرْفِدِ

میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو مال ختم ہو جانے کے ڈر سے بخل کرنے لگتے ہیں بلکہ جب قوم مجھ سے مانگتی ہے تو میں کھلے ہاتھوں سے عطا کرتا ہوں۔

وَإِنْ تَبْغِنِي فِي حَلْقَةِ الْقَوْمِ تَلْقَنِي
وَإِنْ تَقْتَنِصْنِي فِي الْحَوَانِيتِ تَصْطَدِ

اگر تم مجھے قوم کی شریف محفلوں میں تلاش کروگے تو تم وہاں مجھ سے مل سکوگے اور اگر شراب خانوں میں تم مجھے ڈھونڈوگے تو میں تمہیں وہاں بھی مل جاؤں گا۔

مَتَى تَأْتِنِي أَصْبَحْكَ كَأْسًا رَوِيَّةً
وَإِنْ كُنْتَ عَنْهَا ذَا غِنًى فَاغْنَ وَازْدَدِ

تم جب بھی میرے پاس آؤگے میں تمہیں صبح صبح شراب کا بھرا ہوا جام پلاؤں گا۔ اور اگر تمہیں اس کی ضرورت نہ ہو (تم پہلے ہی پی کر آئے ہو) تو نہ ضرورت ہو اور زیادہ پی لو۔

وَإِنْ يَلْتَقِ الْحَيُّ الْجَمِيعُ تُلَاقِنِي
إِلَى ذِرْوَةِ الْبَيْتِ الرَّفِيعِ الْمُصَمَّدِ

اگر ساری قوم کسی ایک مقام پر اکٹھی ہو رہی ہو تو تم مجھ سے اس بلند مرتبہ اور عالی شان مقام کی بلندترین اونچائی پر مل سکوگے۔

نَدَامَايَ بِيضٌ كَالنُّجُومِ وَقَيْنَةٌ
تَرُوحُ عَلَيْنَا بَيْنَ بُرْدٍ وَمُجْسَدِ

میرے شراب کے ہم نشین ستاروں کی طرح روشن سفید رنگ کے لوگ ہیں اور گانے والی لونڈیاں ہیں جو ہمارے سامنے سفید اور زعفران میں رنگی ہوئی چادریں پہن کر آتی ہیں

حتیٰ کہ وہ کہہ دیتا ہے

فَلَوْلَا ثَلَاثٌ هُنَّ مِنْ عِيشَةِ الْفَتَى
وَجَدِّكَ لَمْ أَحْفِلْ مَتَى قَامَ عُوَّدِي

اگر وہ تین چیزیں نہ ہوں جو ہر نوجوان کی زندگی کا اہم جزو ہیں تو بخدا کبھی نہیں اٹھ سکتا۔ باوجود میرے سارے ہی خواہ کیوں نہ اٹھ کھڑے ہوں۔

فَمِنْهُنَّ سَبْقِي الْعَاذِلَاتِ بِشَرْبَةٍ
كُمَيْتٍ مَتَى مَا تُعْلَ بِالْمَاءِ تُزْبِدِ

ان میں سے ایک چیز تو ملامت گر عورتوں سے پہلے سیاہی مائل سرخ رنگ کی شراب پینے کے لئے میرا آگے بڑھنا ہے۔ ایسی شراب کہ جب تک اس میں پانی نہ ملا دیا جائے وہ برابر جوش کھاتی رہتی ہے۔

وَتَقْصِيرُ يَوْمِ الدَّجْنِ وَالدَّجْنُ مُعْجِبٌ
بِبَهْكَنَةٍ تَحْتَ الْخِبَاءِ الْمُعَمَّدِ

اور دوسرے ابر آلود دن کو، جو فی الواقع بہت طویل ہوتا ہے، پھر بھی وہ کس قدر پسندیدہ اور خوشنما ہوتا ہے ــــ کسی حسین وجمیل لڑکی کے ساتھ کسی خیمہ کے نیچے گزار کر جس میں ستون لگے ہوئے ہوں مختصر سے مختصر کر دینے کے لئے بڑھنا ہوتا ہے۔

كَأَنَّ الْبُرِينَ وَالدَّمَالِيجَ عُلِّقَتْ
عَلَى عُشَرٍ أَوْ خِرْوَعٍ لَمْ يُخَضَّدِ

وہ حسین وجمیل لڑکی ایسی ہو کہ گویا درخت عشر یا درخت خروع کے نرم و نازک پودے کو جسے توڑا نہ گیا ہو چھانجھ اور کنگن پہنا دیئے گئے ہوں

وَكَرِّي إِذَا نَادَى الْمُضَافُ مُحَنَّبًا
كَسِيدِ الْغَضَا نَبَّهْتَهُ الْمُتَوَرِّدِ

اور تیسری چیز میرا جنگ کی طرف بار بار لوٹ کر حملہ کرنے والے غضبناک جنگل کے بھیڑیئے کی طرح سے پھر دوبارہ پلٹ جانا ہے جبکہ لاغر اندام لوگوں کو پناہ گاہیں پکار رہی ہوں۔

جاہلی زندگی کا بلند ترین معیار یہ ہوتا تھا ــ یعنی بہادری پر فخر، سخاوت و کرم پر فخر۔ قوم کے بڑے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے پر فخر، شراب کی دوکانوں اور مجلسوں میں وقت گزارنے اور شراب نوشی پر فخر جبکہ شراب کے ارد گرد حسین وجمیل ندیموں کے جھگھٹے اور گانے والی لڑکیوں کے جھرمٹ ہوں۔ زندگی میں ان کے یہاں یہی سب کچھ ہوتا تھا۔

درسِ بخاری

(۳)

طلوعِ اسلام مورخہ ۱۹ر دسمبر ۱۹۵۵ء کے تسلسل میں صحیح بخاری کی منتخب احادیث بلا تنقید و تبصرہ پیش کی جا رہی ہیں۔ احادیث کا ترجمہ مرزا حیرت صاحب دہلوی کا کیا ہوا ہے جو نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی سے شائع ہوا ہے۔ حوالہ کے لئے حدیث سے پہلے صفحہ اور حدیث کا نمبر دے دیا گیا ہے۔ اوپر صفحہ نمبر ہے اور نیچے حدیث نمبر ہے۔ ذیل کی احادیث جلد دوم سے لی گئی ہیں۔

(۱۲۶/۱۹۳) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اور میرے پاس دو لڑکیاں تھیں جو جنگ بعاث کے واقعات گا رہی تھیں۔ تو آپ بستر پر لیٹ رہے۔ اور آپ نے اپنا منہ پھیر لیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور انھوں نے مجھے ڈانٹا۔ اور کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مزمارۃ الشیطان (شیطانی آلہ) رکا کیا کام) پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ انھیں چھوڑ دو۔ پھر جب وہ کسی کام میں مصروف ہو گئے تو میں نے ان دونوں کو اشارہ کر دیا۔ وہ نکل گئیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ عید کے دن حبشی پھری گتکے کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ پس یا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ یا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پس آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا۔ اور آپ یہ فرماتے جاتے تھے کہ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ (ترجمہ:۔ اے حبشیو کھیلے جاؤ) یہاں تک کہ جب میں تھک گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ بس۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا تو جاؤ۔

(۴۰۵/۲۰۱) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ عبداللہ بن کعب بن مالک (اور ان کے سب بیٹوں میں کعب کو لے کر چلنے والے یہی تھے) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک سے سنا۔ جب کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں پیچھے رہ گئے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جہاد کا ارادہ کرتے تھے تو بطور توریہ کے دوسرے جہاد کو ظاہر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب غزوہ تبوک ہوا تو اس کا جہاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرمی کے زمانہ میں کیا تھا۔ اور بہت دور کا اور جنگل کا سفر تھا۔ اور ایک بڑے دشمن سے مقابلہ تھا۔ لہٰذا آپ نے سب مسلمانوں سے یہ معاملہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ اپنے دشمن کے لیے اس کے قابل سامان کر لیں۔ اور جس طرف آپ کا ارادہ تھا۔ وہ بھی آپ نے ظاہر کر دیا۔ اور یونس زہری سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مجھ سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے بیان کیا ہے کہ کعب بن مالک کہتے تھے کہ کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو سوا پنجشنبہ کے دن کے اور کسی دن سفر کرتے۔

(۱۲۳/۲۹۶) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پھر انھوں نے مدینہ کی آب و ہوا کو ناموافق پایا۔ تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمیں کچھ اونٹ دے دیجئے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ تم گلہ سے جا کے مل جاؤ۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ اور انھوں نے اونٹ کا پیشاب اور دودھ پیا یہاں تک کہ اچھے ہو گئے اور فربہ ہو گئے۔ اور انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا۔ اور اونٹوں کو ہانک لے گئے۔ اور بعد اسلام کے کافر ہو گئے۔ پھر (اس کی) فریاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ تو دن نہ چڑھنے پایا تھا کہ وہ گرفتار ہو کے آ گئے۔ پس آپ نے ان کے ہاتھ اور پیر کٹوا ڈالے۔ اور سلائیوں کو گرم کر کے ان کی آنکھوں میں پھروا دیا۔ اور انھیں سنگستان میں ڈلوا دیا۔ اور وہ پانی مانگتے تھے تو انھیں پانی نہ پلایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ انھوں نے قتل کیا تھا۔ اور چوری کی تھی۔ اور خدا اور اس کے رسول سے لڑے تھے۔ اور ملک میں فساد کیا تھا (اس سبب سے یہ سخت سزا انھیں دی گئی)

(۱۱۴/۹۴) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ جادو کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو (اس جادو کے اثر سے) یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے حالانکہ آپ نے نہ کیا ہوتا تھا۔

(۱۲۲/۴۴۸) حضرت مالک بن صعصعہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حال میں کہ میں کعبہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان میں تھا۔۔۔۔ پھر میرے اوپر پچاس نمازیں فرض کی گئیں پس میں لوٹا۔ یہاں تک موسیٰ کے پاس پہنچا۔ انھوں نے پوچھا تم نے کیا کیا۔ میں نے کہا کہ مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں بہ نسبت آپ کے لوگوں سے زیادہ واقف ہوں۔ میں نے بنی اسرائیل کا بہت کچھ تجربہ کیا ہے۔ آپ کی امت اس قدر طاقت نہیں رکھتی۔ پس آپ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جائیے اور اس سے درخواست (تخفیف کی) کیجئے۔ پس میں لوٹ گیا اور میں نے اللہ سے درخواست کی۔ تو اللہ نے چالیس رکھیں پھر ایسا ہی ہوا۔ بعد اس کے تیس رکھیں۔ پھر ایسا ہی ہوا بعد اس کے بیس رکھیں۔ پھر ایسا ہی ہوا تو اللہ نے دس رکھیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا۔ تو انھوں نے ویسا ہی کہا۔ پس اللہ تعالےٰ نے پانچ نمازیں رکھیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ آپ نے کیا کیا۔ میں نے کہا کہ اللہ نے پانچ نمازیں رکھیں۔ تو انھوں نے ویسا ہی کہا۔ میں نے کہا کہ اب میں نے تسلیم کر لیا۔ پھر ندا کی گئی کہ میں نے اپنا حکم جاری کر دیا۔ اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ اور میں ایک نیکی کا دس گنا ثواب دوں گا۔

(۱۲۶/۵۴) حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے مجھ سے جبرئیل نے کہا کہ آپ کی امت میں جو شخص اس حال میں مر جائے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا یا (یہ فرمایا کہ) دوزخ میں نہ جائے گا۔ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو۔ اور اگرچہ اس نے چوری کی ہو۔

(۱۲۷/۴۵۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو۔ کیونکہ جس شخص کا قول فرشتوں سے مل جائے گا۔ اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(۱۳۰/۴۶۹) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد اپنی بی بی کو ہم بستری کے لئے بلائے اور وہ انکار کرے پھر وہ مرد ناخوش ہو کے سو رہے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت کرتے ہیں۔

(۱۳۲/۹۴) حضرت رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخار جہنم کے جوش سے (پیدا ہوتا ہے) لہٰذا تم اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

مجلسِ اقبال

مثنوی اسرارِ خودی

باب چہارم (مسلسل)

زجبین از خجلت سائل نہ شد
شکلِ آدم ماند و مشتِ گِل نہ شد

اس کی پیشانی سائل بن کر شرم وندامت سے عرق آلود نہیں ہوتی۔ وہ اپنی انسانیت کو قائم رکھتا ہے آدم کے بجائے مشتِ خاک نہیں بن جاتا۔

زیرِ گردوں آں جوانِ ارجمند
می رود مثلِ صنوبر سر بلند

اس قسم کا خوش نصیب نوجوان دنیا میں صنوبر کی طرح گردن اٹھائے چلتا ہے۔

در تہی دستی شود خود دار تر
بختِ او خوابیدہ او بیدار تر

وہ مفلسی کے زمانے میں پہلے سے بھی زیادہ خود دار ہو جاتا ہے۔ اس کا نصیبہ تو سویا ہوتا ہے لیکن وہ خود بیدار ہوتا ہے۔

قلزمِ زنبیل سیلِ آتش است
گر ز دستِ خود رسد شبنم خوش است

بھیک کے مانگے ہوئے ٹکڑوں سے اگر تیری جھولی بھر جائے تو اسے رزق نہ سمجھ۔ آگ کا طوفان سمجھ۔ اور اپنی محنت کی کمائی کے شبنم کے چار قطرے بھی اگر تجھے میسر آ جائیں تو انہیں اپنے لئے وجۂ مسرت سمجھ

چوں حباب از غیرتِ مردانہ باش
ہم بہ بحر اندر نگوں پیمانہ باش

غیرت سیکھنا ہے تو حباب سے سیکھ وہ سمندر میں بھی اپنے پیالہ کو اُلٹا رکھتا ہے۔ مانگنے سے ایک قطرہ تک بھی اپنے پیالہ میں لینا گوارہ نہیں کرتا۔ اس شعر پر اس باب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

باب پنجم

(دربیان ایں کہ چوں خودی از عشق و محبت محکم می گردد
قوائے ظاہرہ و مخفیہ نظامِ عالم را مسخر می سازد......)

علامہ اقبال نے مثنوی کے دوسرے باب میں یہ بتایا تھا کہ خودی عشق و محبت سے مستحکم ہوتی ہے اور سوال واحتیاج سے کمزور پڑ جاتی ہے۔ زیرِ نظر باب میں وہ اس حقیقت کو سامنے لاتے ہیں کہ جب خودی مستحکم ہو جائے تو وہ کائنات کی ظاہر اور مخفی قوتوں کو اپنے فرمان کے تابع کر لیتی ہے۔ قرآن نے بار بار اس حقیقت کو واشگاف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ یعنی یہ پورا سلسلۂ کائنات ایک بندھے قانون کے ماتحت سرگرم عمل ہے۔ اب جو انسان اس قانون کا علم حاصل کرلے اور اس کے بعد اس علم کے مطابق عملی پروگرام اختیار کرے تو کائنات کی ہر شے اس کی فرماں پذیر ہو جائے گی۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں۔

از محبت چوں خودی محکم شود
قوتش فرماندۂ عالم شود

جب خودی محبت سے محکم ہو جائے تو پھر وہ ساری کائنات پر حکمراں ہو جاتی ہے۔ اشیائے عالم اس کی فرماں پذیر بن جاتی ہیں

پیرِ گردوں کز کواکب نقش بست
غنچہ ہا از شاخسارِ او شکست

یہ آسمان کہ جس کی چھت ستاروں کی قندیلوں سے مرصع ہے اس کے تابندہ ستارے درحقیقت وہ غنچے ہیں جو خودی کی شاخ سے ٹوٹے ہیں۔

پنجۂ او پنجۂ حق می شود
ماہ از انگشتِ او شق می شود

اس شخص کا پنجہ جس کی خودی مستحکم ہو جائے درحقیقت خدا کا پنجہ بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ خدا کے دیئے ہوئے قانون کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ چاند اس کی انگلی کے ایک اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس مصرع میں علامہ اقبال نے اس عقیدہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی رُو سے یہ مانا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلعم نے اپنی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔ اسے "معجزہ شق القمر" کہتے ہیں۔ لیکن قرآن اس کی بار بار صراحت کرتا ہے کہ رسول اللہؐ کو قرآن کے علاوہ کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا۔ قرآن کی جس آیت سے شق القمر کے معجزہ کی دلیل لائی جاتی ہے اس کا مفہوم اس سے بالکل الگ ہے۔ بہرحال، جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے شاعر کا کام تحقیق نہیں ہوتا۔ وہ عوام کے مروجہ تصورات سے اپنے مقصد پیشِ نظر کی تائید میں دلیل لے آتا ہے۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ مردِ حق

در خصوماتِ جہاں گردد حکم
تابعِ فرمانِ او دارا و جم

دنیا میں جس قدر اختلافات و نزاعات ہوتے ہیں یہ ان میں ثالث کی حیثیت سے فیصلے دیتا ہے۔ اور اس طرح نوعِ انسان کے جھگڑے چکاتا ہے اس کا مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ دارا اور جمشید جیسے شاہنشاہ اس کے تابع فرمان ہوتے ہیں۔

با تو می گویم حدیثِ بوعلی
در سوادِ ہند نامِ او جلی

اس کے بعد شیخ شرف الدین قلندر پانی پتی کے ایک واقعہ سے اپنے مقصد کی تائید میں دلیل لاتے ہیں۔ پہلے حضرت بوعلی قلندر کی منقبت میں کہتے ہیں۔

آں نوا پیرائے گلزارِ کہن
گفت با ما از گلِ رعنا سخن
خطۂ ایں جنتِ آتش نژاد
از ہوائے دامنش مینو سواد

پہلے شعر میں اقبال نے بوعلی قلندر کے اس شعر کی طرف اشارہ کیا ہے

مرحبا اے بلبلِ باغِ کہن
از گلِ رعنا بگو با ما سخن

اور دوسرے شعر میں کہا ہے کہ یہ سرزمین ہندوستان کہ جو فطرت کی طرف سے تو جنت کی مانند تھی لیکن جس میں آریائی تصورِ حیات نے باطل پرستیوں کا جہنم پیدا کر دیا تھا۔ بوعلی قلندر کے دامن کی ہوا سے جنت نشان بن گئی۔

کوچکے ابدالش سوئے بازار رفت
از شرابِ بوعلی سرشار رفت

اقبال و قرآن
از پرویز
قیمت دو روپے

عورت کا قرآن

(۳۱)

حالانکہ سورۂ نساء کے پہلے ہی رکوع میں، جہاں پر "نکاح" کا حکم دیا گیا ہے۔ صاف صاف کہا گیا ہے کہ:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو کہ تمہیں پسند ہوں ـــــ

اس آیت میں "عورت" اور "مرد" دونوں کو "شوہر" اور "بیوی" پسند کر کے "نکاح" کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اب بتائیے کہ کسی "مولوی" نے "نکاح" کے لئے کبھی پسند کیا ہے کسی "کمسن بچی" کو؟ یا کسی "عورت" نے سنا ہے کہ اپنا شوہر کسی "بھولے بھالے بچے" کو پسند کیا ہے؟ اسلام فطری دین ہے وہ کبھی غیر فطری شادی یا کسی کام کے لئے نہیں کہہ سکتا۔ ہمارے مسلمان علماء نے اپنے غیر قرآنی اسلام میں بھلے جو کچھ پایا ہو۔ مگر دیکھئے کہ ایک ہندو عالم نے قرآن کی اس آیت سے کیا پایا ہے۔

دوسری بات جو اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے۔ وہ عمر کا سوال ہے جب ایک مرد یا عورت اس قابل ہی نہیں کہ وہ نکاح کی اہمیت کا اندازہ لگا سکے تو وہ پسندیدگی کا اظہار کیا کریں گے؛ دوسری جگہ جہاں یتامیٰ کے اموال ان کے حوالہ کر دینے کا ذکر کیا ہے تو کہا اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (نساء ۱) "جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں" یہاں بلوغ اور نکاح کو مترادف قرار دیا ہے۔ گویا "نکاح" کی صحیح عمر بلوغ ہے اور اس سے پہلے نکاح کر لینا مناسب نہیں: (صفحہ ۹)

مگر جب "طلاق" کے سلسلے کی آیتیں پروفیسر ملک رام کے سامنے آئیں تو پھر وہ بھی "مروجہ غلط فہمی" میں پڑ گئے لکھا ہے:

"اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کی رُو سے صغر سنی کی شادی ناجائز یا ممنوع ہے۔ جہاں عدت کے احکام بیان کئے ہیں، وہاں اُن عورتوں سے متعلق بھی حکم دیا جن کے ایام ماہواری شروع ہی نہیں ہوئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن نابالغ اور کمسن لڑکیوں کی شادی ناجائز نہیں قرار دیتا۔ (صفحہ ۹)

چنانچہ صفحہ ۱۳۰ کے فٹ نوٹ میں بھی انہوں نے اس خیال کو دہرایا ہے۔ چونکہ یہ خیال، غلط فہمی پر مبنی تھا۔ اس لئے مولانا اسلم جیراجپوری نے اس کتاب پر تنقید کرتے ہوئے، رسالہ "آجکل" دہلی کے جولائی نمبر ۱۹۵۵ء میں لکھا ہے۔

قرآن کے نزدیک قطعی طور پر نکاح کی عمر "سن بلوغ" ہے جیسا کہ سورۂ نساء کے پہلے رکوع میں ہے۔ بلوغ سے پہلے کمسن کے نکاح کے جواز کی جس آیت سے دلیل پکڑی گئی ہے، غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہ آیت سورۂ طلاق میں ہے:

وَالّٰٓـئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـئِیْ لَمْ يَحِضْنَ (طلاق ۱)

تمہاری عورتیں جو بوجہ کبیر سنی، حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تم کو شک ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے اور اُن کی بھی جن کو حیض نہیں آیا ہے۔

یہاں سمجھا گیا کہ ان عورتوں سے جن کو "حیض نہیں آیا ہے" نابالغ لڑکیاں مراد لی ہیں۔ اور چونکہ یہ طلاق کی عدت کا بیان ہے جو نکاح کے بعد ہی ہوگی، اس لئے اس سے نکاح صغیرہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ میں بالغ عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو عوارض کی وجہ سے حیض نہیں آتا۔ یہاں لَمْ يَحِضْنَ سے ایسی ہی عورتیں مراد ہیں اس لئے قرآن نے مَا حِضْنَ نفی کا صیغہ استعمال نہیں کیا ہے بلکہ لَمْ يَحِضْنَ جحد کا صیغہ استعمال کیا ہے اور "نفی" اور "جحد" میں فرق ہے۔ "مَا حِضْنَ" "جن کو حیض نہیں آیا ہے۔ اور لَمْ يَحِضْنَ کے معنی ہیں جن کو حیض نہیں آسکا ہے؛ اس میں صرف وہ عورتیں آتی ہیں جو بالغ ہو چکی ہیں۔ مگر عارضی موانع کی وجہ سے ان کو حیض نہیں آیا ہے۔ در اصل صغیرہ کا نکاح غیر فطری ہے جس کا قرآن حکم نہیں دے گا۔ کیونکہ وہ دینِ فطرت لے کر آیا ہے۔

جناب نیاز فتحپوری کو دوسرے علماء کافر بتلاتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ واقعی وہ کافر ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ یہ ہمارے علماء کی عادت ہے کہ جو اُن کی ہاں میں ہاں نہ ملائے اور صرف قرآن کو کافی سمجھ کر اُس سے مسلمانوں کو کچھ بتائے وہ کافر ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ ان حضرات کا خاص کام ہے کہ لوگوں کو "کافر" بنایا اور بتایا کریں۔ بقول مولانا شبلی ایک مرتبہ ان علماء سے کہا گیا کہ یورپ میں تبلیغ کی ضرورت ہے۔ وہاں جائیے تو جواب ملا کہ: ـــ

دن رات دیا کرتے ہیں تکفیر کے فتوے
کچھ ہم بھی تو بیٹھے ہوئے بے کار نہیں ہیں؟

بہرکیف! جناب نیاز نے "سادابل" کے خلاف جب ہمارے علماء آگ برسا رہے تھے، "نابالغ عورت کے نکاح کے سلسلے میں" بجواب مضمون مولانا عبد الماجد دریابادی، ایک مضمون لکھا تھا جو "مجموعہ استفسار و جواب جلد دوم" کے صفحات ۴۳۲ سے ۴۴۸ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس مضمون کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمایئے۔

"کلام مجید" میں چند جگہ نکاح کا ذکر آیا ہے اور ان میں سے کوئی مقام اور کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس سے صغیر سنی کی شادی کی اجازت پیدا ہوتی ہو بلکہ میں تو یہ سمجھتا اور کہتا ہوں کہ وہاں بلوغ سے پہلے کی شادی ممنوع قرار دی گئی ہے اور اس وقت تک جتنے نکاح مولویوں نے قبل از بلوغ کئے ہیں وہ سب ناجائز تھے۔ سورۂ روم میں "نکاح" کی غرض و غایت کو جن صریح الفاظ میں ظاہر فرمایا گیا ہے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اسلام نے فلسفۂ نکاح کو کیا سمجھا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم ۳)

یعنی خدا نے تمہارے لئے جوڑے اس لئے پیدا کئے ہیں کہ تم اُن سے جی کا سکون پاؤ اور آپس

نیشنل مارکہ
سلے سلائے ملبوسات استعمال کریں
تمام بڑے دوکانداروں سے دستیاب ہو سکتے ہیں
ہمیشہ
(تیار کردہ)
زینت کلوذنگ فیکٹری کراچی ۲

بابُ المُراسلات

قرآن کریم سے بے تکلفیاں

[گجرات کے ایک ایڈوکیٹ صاحب نے عنوان بالا کے ماتحت۔ ذیل کا مکتوب ارسال فرمایا ہے۔ طلوعِ اسلام]

مودودی صاحب کی محنت، استقلال اور ادب نوازی اور قلمی سحرکاری نے انہیں اس وقت دقیانوسی علماء کا سرتاج بنا دیا ہے۔ وہ پراپیگنڈے کے فن کے اس قدر ماہر ہیں کہ ہمارے روشن خیال صحافی ان کے گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ مودودی صاحب کی کاوش سے بہت سے لوگوں میں مذہب کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ مگر بعض اوقات ان کے قلم کی بے راہ روی سے اسلام کے متعلق خطرناک غلط فہمیاں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ آپ کا قلم بعض اوقات نشتر کا کام دیتا ہے جو تعلیمات اسلامی میں مودودی کا داخل کردہ فاسد مادہ خارج کر دیتا ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اپنے قلم کو ذرا جنبش دیجئے تاکہ ایک معمولی سا اپریشن ہو جائے۔

اکتوبر کا "ترجمان القرآن" آپ نے پڑھ لیا ہوگا۔ امید ہے کہ تفہیم القرآن کے عنوان سے سورۂ نور کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مودودی صاحب نے جو گوہر فشانی فرمائی ہے۔ اس کی فاش غلطیوں کو اپنی عقابی نگاہ سے پا لیا ہوگا۔ اور اس کا جواب بھی انشاء اللہ طلوعِ اسلام کے آئندہ پرچہ میں جائے گا۔ مودودی صاحب کے اس تازہ شاہکار کو پڑھکر یقیناً آپ کو بہت کوفت ہوئی ہوگی۔ میں اپنے دل کے اضطراب کو آپ پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ مودودی صاحب کے نفسیات کے آپ سب سے زیادہ رمز شناس ہیں۔ اس لئے آپ سے بحیثیت معالج کے نسخہ طلب کیا جاتا ہے۔ سورۂ نور کی پہلی آیہ کا ترجمہ درج کرنے کے بعد مولانا حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "ان سب فقروں میں "ہم نے" پر زور ہے۔ یعنی اس کا نازل کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ "ہم" ہیں۔ اس لئے اسے کسی بے زور ناصح کے کلام کی طرح ایک ہلکی چیز نہ سمجھ بیٹھنا۔ خوب جان لو کہ اس کا نازل کرنے والا وہ ہے جس کے قبضے میں تمہاری جانیں اور قسمتیں ہیں اور جس کی گرفت سے تم مر کر بھی نہیں چھوٹ سکتے۔

دوسرے فقرے میں بتایا گیا ہے کہ جو باتیں اس سورہ میں کہی گئی ہیں وہ "سفارشات" نہیں ہیں۔ کہ آپ کا جی چاہے تو مانیں۔ ورنہ جو کچھ چاہیں کرتے رہیں۔ بلکہ یہ قطعی احکام ہیں جن کی پیروی کرنا لازم ہے۔ اگر مومن اور مسلم ہو۔"

پہلی آیت کی تفسیر یوں فرما کر دوسری آیت کا ترجمہ یوں ارشاد ہے:

"زانیہ عورت، اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامنگیر نہ ہو۔ اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔"

پہلی آیۂ تو یہ بتلا رہی تھی کہ یہ واضح اور غیر مبہم احکام ہیں۔ مگر دوسری ہی آیہ میں اس قدر ابہام ہے کہ مودودی صاحب کو اس پر ۱۶ صفحات کی ایک طویل تشریح لکھنی پڑی۔ یہ تو ہوا ترجمہ۔ اب اس کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ ہم یہاں صرف صفحہ ۱۰۶ کے ضمن (۶) کی عبارت نیچے نقل کرتے ہیں۔ ایک طویل گوہر افشانی ہے اور یہاں سے کلام الٰہی سے نہایت بے باکانہ بے تکلفی شروع ہو جاتی ہے۔ تحریف معنوی۔ مضمون آفرینی۔ اور افسانہ نویسی اور بہتان طرازی کی تمام انواع و اقسام سامنے آ جاتی ہیں۔ اور قرآن کی مظلومیت اور حامیان قرآن کی بے بسی کا ایک ہولناک منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ (ضمن ۶ کا سارا متن جب تک نقل نہ کیا جائے۔ مودودی صاحب کی دماغی کیفیت۔ ان کی علمیت اور قرآن دانی کا صحیح تصور نہیں ہو سکتا) وہ فرماتے ہیں۔

"اس آیت میں زنا کی جو سزا مقرر کی گئی ہے۔ وہ دراصل محض زنا کی سزا ہے۔ زنا بعد احصان (یعنی شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب) کی سزا نہیں ہے۔ جو اسلامی قانون کی نگاہ میں سخت جرم ہے۔ یہ بات خود قرآن ہی کے ایک اشارے سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ یہاں اس زنا کی سزا بیان کر رہا ہے جس کے فریقین غیر شادی شدہ ہوں۔ سورۂ نساء میں پہلے ارشاد ہوا کہ :-

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ ...

اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا (رکوع ۳)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں۔
ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو۔ اور اگر وہ
گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو۔ یہاں
تک کہ انہیں موت آ جائے یا اللہ ان کیلئے کوئی راہ نکال دے

اس کے بعد تھوڑی دور آگے چل کر پھر فرمایا گیا :-

وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ فَتَیٰتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ..... فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (رکوع ۴)

اور تم میں سے جو لوگ اتنی مقدرت نہ رکھتے ہوں کہ مومنوں میں سے محصنت کے ساتھ نکاح کریں تو وہ تمہاری مومن لونڈیوں سے نکاح کر لیں۔ پھر اگر وہ (لونڈیاں) محصنہ ہو جانے کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو محصنت کو ویسے جرم پر دی جائے۔

ان میں سے پہلی آیت میں توقع دلائی گئی ہے کہ زانیہ عورتیں جن کو سردست قید کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ بعد میں کوئی سبیل پیدا کرے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ نور کا یہ دوسرا حکم وہی چیز ہے جس کا وعدہ سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیت میں کیا گیا تھا۔

دوسری آیت میں شادی شدہ لونڈی کے ارتکاب زنا کی سزا بیان کی گئی ہے۔ یہاں ایک ہی آیت اور ایک ہی سلسلہ بیان میں دو جگہ محصنات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ دونوں جگہ اس کے ایک ہی معنے ہیں۔ اب آغاز کے فقرے کو دیکھیئے تو وہاں کہا جا رہا ہے کہ جو لوگ "محصنات" سے نکاح کرنے کی مقدرت نہ رکھتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد شادی شدہ عورت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایک آزاد خاندان کی بن بیاہی عورت ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد اختتام کے فقرے میں فرمایا جاتا ہے کہ لونڈی منکوحہ ہونے کے بعد اگر زنا کرلے تو اس کو اس سزا سے آدھی سزا دی جائے۔ جو محصنات کو اس جرم پر ملنی چاہیئے۔ سیاق عبارت صاف بتاتا ہے کہ اس فقرے میں بھی محصنات کے معنی وہی ہیں جو پہلے فقرے میں تھے۔ یعنی شادی شدہ عورت نہیں بلکہ آزاد خاندان کی حفاظت میں رہنے والی بن بیاہی عورت۔ اس طرح سورۂ نساء کی یہ دونوں آیتیں مل کر اس امر کی طرف اشارہ کر دیتی ہیں کہ سورہ نور کا یہ حکم جس کا وہاں وعدہ کیا گیا تھا، غیر شادی شدہ لوگوں کے ارتکاب زنا کی سزا بیان کرتا ہے۔ (مزید توضیح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۴۲-۳۴۳)

اس لمبی چوڑی تشریح کے بعد صفحہ ۱۰۷ ضمن عے میں ارشاد ہوتا ہے۔ "یہ امر کہ زنا بعد احصان کی سزا کیا ہے قرآن مجید نہیں بتاتا بلکہ اس کا علم ہمیں حدیث سے حاصل ہوتا ہے۔ بکثرت معتبر روایات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قولاً اس کی سزا رجم (سنگساری) بیان فرمائی ہے۔ بلکہ عملاً آپ نے متعدد مقامات میں یہی سزا نافذ بھی کی ہے۔ پھر آپ کے بعد چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں یہی سزا نافذ کی اور اسی کے قانونی سزا ہونے کا بار بار اعلان کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین میں یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ تھا۔ کسی ایک شخص کا بھی کوئی قول ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ قرن اول میں کسی کو اس کے ایک ثابت شدہ حکم شرعی ہونے میں کوئی شک تھا۔ ان کے بعد تمام زمانوں اور ملکوں کے فقہائے اسلام اس بات پر متفق رہے ہیں کہ یہ ایک سنت ثابتہ ہے۔ کیونکہ اس کی صحت کے اتنے متواتر اور قوی ثبوت موجود ہیں۔ جن کے ہوتے کوئی صاحب علم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ امت کی پوری

تاریخ میں بجز خوارج اور بعض معتزلہ کے کسی نے بھی اس سے انکار نہیں کیا ہے۔ اور ان کے انکار کی بنیاد بھی یہ نہیں تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حکم کے ثبوت میں وہ کسی کمزوری کی نشان دہی کر سکے ہوں۔ بلکہ وہ اسے قرآن کے خلاف قرار دیتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے اپنے فہم قرآن کا قصور تھا۔ وہ کہتے تھے کہ قرآن الزانی والزانیہ کے مطلق الفاظ استعمال کر کے اس کی سزا سو کوڑے بیان کرتا ہے۔ لہٰذا قرآن کی رو سے ہر قسم کے زانی اور زانیہ کی سزا یہی ہے اور اس سے زانی محصن کو الگ کر کے اس کی کوئی اور سزا تجویز کرنا قانون خداوندی کی خلاف ورزی ہے۔ مگر انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ قرآن کے الفاظ جو قانونی وزن رکھتے ہیں۔ وہی قانونی وزن ان کی اس تشریح کا بھی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہو۔ بشرطیکہ وہ آپ سے ثابت ہو۔"

مودودی صاحب نے اپنی طباعی اور شوخی قلم کے لئے قرآن کریم کو ایک جولانگاہ بنا رکھا ہے۔ اچھا ہوتا اگر وہ کسی اور شغل میں شغف کرتے۔ اور قرآن پر یہ ظلم روا نہ کرتے۔ مودودی صاحب نے اپنے ان خیالات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے لغت سے بھی انحراف کیا ہے۔ عقل سلیم اور منطق اور دلیل سے تو کوئی سروکار ہی نہیں رکھا۔ ہاں قارئین کرام کی زود اعتقادی اور عقیدت مندی پر انحصار کر کے جو جی میں چاہا ہے لکھ دیا ہے۔ کسی لغت کی کتاب اور قرآن کریم کے کسی حصہ میں "محصنات" کے معنی بن بیاہی عورتیں نہیں لئے گئے۔ مگر مودودی صاحب کو اصرار ہے کہ لونڈیوں کو محصنہ ہونے کے بعد بد چلنی پر نصف سزا ملے گی۔ جو محصنات کے لئے مقرر ہے۔ محصنات سے مراد مودودی صاحب کی لغت کی رو سے بن بیاہی عورتیں ہیں۔ محصنہ واحد ہے محصنات سے۔ اگر محصنات بن بیاہی عورتیں ہیں تو لونڈی کا محصنہ ہونا بھی بن بیاہا ہونا ہی مراد لینا چاہیئے مگر مودودی صاحب کا ارشاد ہے کہ نہیں یہاں محصنہ سے مراد شادی شدہ لونڈی ہے۔ جس کے خلاف ارتکاب زنا کی سزا تجویز ہو رہی ہے۔ ایک ہی آیہ میں مودودی صاحب ایک ہی لفظ کے دو متضاد معانی بیان کر رہے ہیں۔ اور ایسا کرنے میں انھیں کچھ حجاب نہیں۔

پانچواں سپارہ لفظ "محصنٰت" سے شروع ہوتا ہے اور وہاں اس کے معنی اکثر مفسرین نے شادی شدہ عورت ہی لیا ہے۔ اور بعض نے پاکدامن عورتیں یا آزاد عورتیں مراد لی ہیں۔ مگر آج تک کسی نے اس کے معنی بن بیاہی عورتیں نہیں کئے۔ احصان کے معنی نکاح کرنے کے ہیں جیسا کہ فَاِذَآ اُحْصِنَّ کے الفاظ سے واضح ہیں۔ مودودی صاحب نے سورۂ نور کے اس حکم سے سورۂ نسا کے رکوع ۳ کی آیہ کو منسوخ قرار دیا ہے۔ حالانکہ سورۂ نور میں زنا کی سزا بتلائی گئی ہے۔ اور سورۂ نسا میں مجرد "الفاحشۃ" کی سزا بیان ہوئی ہے۔ اور "الفاحشۃ" سے مراد ہر فعل شنیع ہے جس میں مبادیات زنا بھی شامل ہیں۔ اور وہاں انہی کی سزا مذکور ہے۔ مودودی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ شادی شدہ لونڈی کی سزا تو قرآن میں مذکور ہے۔ مگر شادی شدہ آزاد عورت کی سزا بیان نہیں کی گئی۔ اسی طرح غیر شادی شدہ آزاد اور لونڈی کی سزا سورۂ نور میں سو کوڑے بتائی گئی ہے لیکن اگر یہ لونڈی نکاح کرنے کے بعد زنا کرے تو اس کی سزا نصف ہو جائے گی۔ کیونکہ اس نے اپنے شوہر کے سوا کسی اور پر بھی کرم گستری کر دی ہے۔ اس لئے سزا نصف ہو گئی ہے اگر یہ کہیں کہ سورۂ نور میں زانی اور زانیہ سے مراد آزاد مرد اور آزاد عورت ہے۔ تو قرآن نے غیر شادی شدہ لونڈی کے زنا کو سزا سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اور حدیث اور تعامل بھی اس کے بارے میں خاموش ہیں۔ ان قیمتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مودودی صاحب نے خوارج اور بعض معتزلہ کو ملزم قرار دیا ہے کہ وہ کیوں زنا کی سزا رجم کو خلاف قرآن سمجھ کر اسے ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور انھیں ڈانٹا ہے۔ اور کہا ہے کہ "مگر انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ قرآن کے الفاظ جو قانونی وزن رکھتے ہیں وہی قانونی وزن ان کی اس تشریح کا بھی ہے جو نبی صلعم نے کی۔ بشرطیکہ وہ آپ سے ثابت ہو۔" آگے چل کر چند غیر متعلق باتیں لکھ دی ہیں۔ کہ السارق والسارقۃ کی سزا قطع ید ہے مگر حدیث نے ہر چور کی سزا قطع ید نہیں بتلائی۔ صاف ظاہر ہے کہ السارق والسارقۃ کی اصطلاح عادی چوروں پر صادق آتی ہے۔ اور قطع ید کی سزا بھی انتہائی سزا ہو گی۔ مگر یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ قانون ساز نے سزا سو درے رکھ دی ہو۔ اور شارح نے اس کے معنی "رجم" کر دیئے ہوں۔ یہ شرح نہیں بلکہ قانون سازی ہے

بہرحال مودودی صاحب کی مذکورہ بالا تفسیر طبیعت پر بہت گراں گزری ہے۔ مگر اس کا کیا جواب کہ تعامل اور احادیث قرآن کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے نظر آتے ہیں کیا یوں تو نہیں کہ مجرد زنا کی سزا تو وہی ہے۔ جو قرآن کریم نے بیان کی ہے۔ مگر ایک شادی شدہ عورت نے جو عہد وفا توڑا اور اپنے خاندان اور اپنے خاوند کے خاندان کو ذلیل کیا اور مرد زانی نے اپنے خاندان کو رسوا کیا۔ اور اپنی بیوی اور اس کے خاندان کو اشتعال دلایا۔ اس لئے وہ جہاں زنا کی سزا سو درے کا مصداق ہوا۔ وہاں معاشرے کے عام رجحانات اور روایات کے پیش نظر اپنے زمانہ کے تقاضوں کے حسب حال سوسائٹی کے مقصود سے بھی سزا کا مستوجب ٹھہرا۔ اور معاشرے نے اس کی جو سزا اپنی مجلس قانون ساز کے ذریعہ ایسے مجرموں کے لئے تجویز کی ہے۔ اس کے وہ سزاوار قرار دیئے گئے۔ کسی وقت اسکی سزا رجم تجویز ہوئی اور اب موجودہ زمانہ کے فرنگی معاشرے نے معاوضہ یا تاوان مقرر کر رکھی ہے۔ اس سزا کو قرآن کی مقرر کردہ سزا سے کچھ تصادم نہیں۔ وہاں مجرد زنا کی سزا تجویز ہوئی ہے۔ یہاں بد عہدی اور شرائط نکاح کی خلاف ورزی کی عقوبت مقرر کی جا رہی ہے۔ بہرحال یہ معاملہ صاف نہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ نبی کریم صلعم اور خلافت راشدہ کے وقت قرآن کریم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی لہٰذا ہم تاریخ کے واقعات اور تعامل سے ثابت شدہ حقائق کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور ان

تمام روایات کو عجمی سازش قرار دے کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں کافی نہیں ہوگا۔ اگر ہو سکے، تو اس پر روشنی ڈال کر مشکور فرمائیں۔ یا یہ ثابت کر دیجئے کہ واقعی حضور نے یا حضور کے جانشینوں نے کسی زانی یا زانیہ کو رجم نہیں کیا۔ مودودی صاحب نے حضرت عمر فاروق رضی کی روایت کے متعلق یہ آیۂ رجم جو اگرچہ مرفوع التلاوت ہے۔ مگر اب تک واجب التعمیل ہے کا حوالہ نہیں دیا، اس کے متعلق بھی کچھ ارشاد ہو!

طلوعِ اسلام مودودی صاحب کی تفسیر کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور اس کے بعد یہ سلسلہ ان کے ماہنامہ میں مسلسل جاری ہے جو کچھ شائع شدہ جلدوں میں لکھا گیا ہے۔ اور جو کچھ ماہنامہ میں لکھا جا رہا ہے۔ اس میں بکثرت مقامات ایسے ہیں، جن میں قرآن سے اختلاف ہی نہیں بلکہ مذاق کیا گیا ہے۔ طلوعِ اسلام میں ان میں سے بعض امور کے متعلق لکھا بھی گیا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ طلوعِ اسلام کی محدود وسعت کے پیشِ نظر یہ ناممکن ہے کہ مودودی صاحب کی ہر بات کا جواب اس میں شائع ہو سکے۔ نیز طلوعِ اسلام کے سامنے یہی ایک کام تو نہیں کہ وہ مودودی صاحب کے اباطیل کی تردید کرتا رہے۔ اس کے سامنے اور بہت سے اہم کام بھی ہیں۔

جہاں تک زیرِ نظر مسئلہ کا تعلق ہے، آپ سوچئے کہ قرآن کریم میں معدودے چند جرائم ایسے ہیں، جن کی سزا متعین کی گئی ہے۔ قتل، چوری، قذف، زنا اور نظام کے خلاف بغاوت۔ اب اگر ان جرائم کی سزا کے متعلق بھی صورت یہ ہو (جیسا کہ مودودی صاحب نے لکھا ہے) کہ جرم کے ایک حصہ کی سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے۔ اور اس کے دوسرے حصہ کی سزا احادیث میں ملتی ہے۔ تو اس قسم کے قانون دینے والے خدا کے متعلق جو تصور پیدا ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ مودودی صاحب کے دل میں تو نہ خدا کا احترام ہے نہ دین کی عظمت۔ لیکن جو لوگ خدا کو فی الواقعہ خدا مانتے ہیں۔ وہ اس صورتِ حال کو کس طرح تسلیم کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ ناسخ و منسوخ کا عقیدہ کہ خدا پہلے ایک حکم دے دیتا ہے۔ پھر اسے منسوخ کر دیتا ہے۔ الیاذین مودودی صاحب اور ان کے متبعین ہی کے شایانِ شان ہو سکتا ہے۔

قرآن نے زانی اور زانیہ کی سزا بیان کر دی ہے اور اسمیں کہیں یہ تخصیص نہیں کہ یہ سزا کنواروں کے لئے ہے شادی شدہ کی سزا حدیث میں ملے گی۔ ہمارے نزدیک قرآن کا یہ حکم اس باب میں حرفِ آخر ہے۔ اور چونکہ رسول اللہ صلعم قرآن ہی پر عمل فرماتے تھے۔ اس لئے ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہؐ نے زنا کے متعلق قرآنی فیصلہ ہی کو نافذ فرمایا ہوگا۔ اس کے علاوہ جو باتیں حضور کی طرف منسوب ہیں وہ اسی بناء پر ناقابلِ قبول ہیں کہ وہ قرآن کے خلاف ہیں۔ اور حضورؐ کا کوئی عمل یا قول قرآن کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ جہاں تک حدیث اور تعامل کے سند ہونے کا تعلق ہے۔ حدیثوں کے متعلق خود مودودی صاحب فرما چکے ہیں کہ اور تو اور بخاری کی احادیث بھی تمام کی تمام جوں کی توں ماننے کے قابل نہیں۔ باقی رہا تعامل تو اس کے لئے انہوں نے واضح الفاظ میں لکھ دیا ہوا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اسلام کے ہر گوشے پر جاہلیت پورے طور پر مسلط ہو چکی تھی۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے تعامل کی بکثرت جزئیات ایسی ہو سکتی ہیں جو جاہلیت سے متاثر ہو چکی ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی غلط عقیدہ پر ہزار برس سے بھی متواتر عمل ہو رہا ہو تو وہ عمل پھر بھی باطل ہی رہتا ہے۔ یہ دلیل کہ ہزار برس سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے اسے حق قرار دینے کے لئے قطعاً کافی نہیں ہو سکتی۔ حق اور باطل کا معیار خدا کی کتاب ہے جو ہر قسم کی اثر پذیری سے بلند و بالا رہی ہے اور رہے گی۔

ہمارے محترم مستفسر نے یہ لکھا ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ رسول اللہؐ یا صحابہؓ نے رجم کی سزا نہیں دی تھی۔ سوال یہ ہے کہ وہ اس بات کا ثبوت کس سند سے مانگتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ ہم تاریخ سے ایسا ثابت کریں۔ تو ہماری گذارش یہ ہے کہ تاریخ کی تو ہمارے پاس بھی وہی کتابیں ہیں جن میں یہ سب کچھ خلافِ قرآن واقعات رسول اللہ کی طرف منسوب کئے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس وہ کونسا ذریعہ علم ہے جس کی بناء پر ہم آج چودہ سو برس کے بعد تاریخ کی کوئی ایسی کتاب لے آئیں۔ جس میں اس قسم کی خرافات درج نہ ہوں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک تاریخ روایات یا دیگر کتبِ آثار و سیر میں صحیح اور غلط کے پرکھنے کا معیار صرف یہ ہے کہ جو بات قرآن کے خلاف ہے۔ وہ کبھی رسول اللہ کی نہیں ہو سکتی۔

محترم مستفسر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہم آیتِ رجم کے متعلق کچھ لکھیں۔ اس کے متعلق ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ لیکن ان کی اور دیگر قارئین کی سہولت کی خاطر ایک مرتبہ پھر دہرا دیتے ہیں۔ سورۂ نور کی جو آیت محترم مستفسر نے اپنے خط میں لکھی ہے اس کے ضمن میں تفسیر ابن کثیر میں (جس کا شمار بلند پایہ تفاسیر میں ہوتا ہے) حسبِ ذیل تصریحات ملتی ہیں:۔

"موطا مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی۔ جسے ہم نے تلاوت کی۔ یاد کی۔ اس پر عمل بھی کیا۔ خود حضورؐ کے زمانہ میں بھی رجم ہوا۔ اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گذر جانے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کے اس فریضہ کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا چھوڑ کر مر جائیں۔ کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے۔ اس پر جو زنا کرے اور ہو شادی شدہ خواہ مرد ہو یا عورت۔ جبکہ اس کے زنا پر کوئی شرعی ثبوت یا حمل موجود ہو۔ یہ حدیث صحیحین میں اس سے بھی مطول موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم رجم یعنی سنگساری کا مسئلہ قرآن میں نہیں پاتے۔ قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ یاد رکھو خود

کیا آپ نے یہ کتابیں دیکھی ہیں؟

مزاجِ شناسِ رسولؐ — یہ کون بتلائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناسِ رسولؐ؛ مزاج شناس کون ہیں؛ اس کی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۰۴ صفحات —— قیمت چار روپے

مقامِ حدیث — حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یکجا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں ہر جلد کے قریباً چار سو صفحات۔ اور قیمت فی جلد —— چار روپے

فردوسِ گم گشتہ — (از پرویز) اُن مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے۔ اردو لٹریچر کی بلند پایہ اصلیت۔ ۴۰۴ صفحات —— قیمت چھ روپے

نوادرات — (از علامہ اسلم جیراجپوری) علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات —— قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت — (از پرویز) مسلمان کے عادات و خلاق کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینہ میں۔ صفحات ۱۹۲ —— قیمت دو روپے

نظامِ ربوبیت — (از پرویز) انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور ذاتی ملکیت کا قرآنی تصور دورِ حاضرہ کی عظیم کتاب۔ ضخامت تین سو صفحے

قیمت (قسم اوّل) —— چھ روپے

(قسم دوم) غیر مجلد —— چار روپے

اقبال اور قرآن — (از پرویز) علامہ اقبالؒ کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے انقلاب آفریں مقالات کا مجموعہ

ڈسٹ کور کے ساتھ — صفحات دو سو چھپن (۲۵۶) —— قیمت دو روپے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گردپوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:۔ ادارہ طلوعِ اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳۱۴۔ کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔ اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ قرآن میں جو نہ تھا عمرؓ نے لکھدیا۔ تو میں آیت رجم کو اسی طرح لکھدیتا جس طرح نازل ہوئی تھی۔ یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبہ میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا رجم ضروری ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک ہے خود حضورؐ نے رجم کیا۔ اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اگر لوگوں کے اس کہنے کا کھٹکا نہ ہوتا کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیت رجم لکھدیتا۔ عمر بن خطاب عبداللہ بن عوف اور فلاں فلاں کی شہادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ یاد رکھو تمہارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کا اور شفاعت کا اور عذاب قبر کا جھٹلائیں گے۔ اور اس بات کو بھی کہ کچھ لوگ جہنم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ لوگ کوئلے ہوگئے ہوں۔ مسند احمد نے لکھا ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رجم کے حکم کے انکار کرنے کی ہلاکت سے بچنا الخ۔ امام ترمذی بھی اسے لائے ہیں اور اسے صحیح کہا ہے۔ ابوالعلیٰ موصلی میں ہے کہ لوگ مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت زید بن ثابت بھی تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم قرآن میں پڑھتے تھے کہ شادی شدہ مرد یا عورت جب زناکاری کریں۔ تو انہیں ضرور رجم کردو۔ مروان نے کہا کہ پھر تم نے اس آیت کو قرآن میں نہ لکھ لیا؟ فرمایا سنو ہم میں جب اس کا ذکر چلا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ میں تمہاری تشفی کردیتا ہوں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے آپ سے ایسا ذکر کیا۔ اور رجم کا بیان کیا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ آپ رجم کی آیت لکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو میں اسے لکھ نہیں سکتا یا اسی کے مثل۔ یہ روایت نسائی میں بھی ہے۔ پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوئی تھی۔ یا پھر تلاوت میں منسوخ ہوگئی۔ اور حکم باقی رہا واللہ اعلم۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بیوی کو رجم کا حکم دیا جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی۔ اسی طرح حضورؐ نے ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا۔ ان سب واقعات میں یہ مذکور نہیں کہ رجم سے پہلے آپ نے انہیں کوڑے بھی لگوائے ہوں۔ بلکہ ان سب صاف اور صحیح حدیثوں میں صرف رجم کا ذکر ہے۔ کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں۔ اسی لئے جمہور علمائے اسلام کا یہی مذہب ہے ابوحنیفہ مالک شافعی رحمہم اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں امام احمدؒ فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں۔ پھر رجم کرنا چاہئے۔ تاکہ قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جائے جیسے کہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ کے پاس سراحہ [illegible] لائی گئی جو شادی شدہ عورت تھی اور زناکاری میں آئی تھی۔ تو آپ نے جمعرات کے دن کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن سنگسار کرادیا۔ اور فرمایا کہ کتاب اللہ پر عمل کرکے میں نے کوڑے پٹوائے۔ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرکے سنگسار کرایا۔ مسند احمد سنن اربعہ اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بات لے لو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ نکال دیا۔ کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ کے ساتھ کرے تو رجم۔"

آپ نے اس سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ مودودی صاحب اپنی تفسیر میں آیت رجم کو کیوں گول کر گئے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ رجم کی سزا قرآن میں نہیں بلکہ حدیث میں ملتی ہے۔ اور حدیث اس باب میں یہ کہتی ہے کہ یہ سزا خود قرآن کے اندر موجود تھی۔ لیکن وہ آیت موجودہ قرآن میں شامل نہیں ہے۔

یاد رکھئے! جب تک ہم تاریخ اور روایات کو ان کے صحیح مقام پر نہیں رکھتے۔ اس وقت تک دین اور رسول کی صحیح عظمت ہمارے سامنے نہیں آسکتی۔ لیکن اس باب میں مشکل یہ ہے کہ تاریخ و روایات کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے میں ہماری اس عقیدت مندی کو دھچکا لگتا ہے جو ہمیں بعض شخصیتوں سے ہے۔ ہمارے دلوں میں ان اشخاص کی محبت خدا اور رسول کی عظمت سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور یہی سب سے بڑی خرابی ہے۔

معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظرثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے

ابلیس و آدم

قیمت:- آٹھ روپے

تحفہ دینا اچھی بات ہے

بی پی کی مٹھائیاں

تحفہ میں دیجئے

قرآنی انقلاب کا لٹریچر

معراجِ انسانیت (زیرِ طبع) سیرت صاحبِ قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہبِ عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرورِ کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔ بڑے سائز کے قریباً نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ مضبوط جلد مع گردپوش قیمت بیس روپے

ابلیس و آدم (زیرِ طبع) سلسلہ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظرثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق۔ قصہ آدم جنت ملائکہ۔ وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۴۷۲ صفحات —— قیمت آٹھ روپے

قرآنی دستورِ پاکستان اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستور پر تنقید کی گئی ہے۔ دو سو چوبیس صفحات —— قیمت دو روپے آٹھ آنے

اسلامی نظام اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ اور اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں پرویز اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ ۱۸۰ صفحات۔ قیمت دو روپے

سلیم کے نام (زیرِ طبع) نوجوانوں کے دل میں اسلام سے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں ان کا شگفتہ مدلل اور اچھوتا جواب بڑے سائز کے ۴۰۴ صفحات —— قیمت چھ روپے

قرآنی فیصلے روزمرہ کی زندگی کے ساٹھ اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث ۴۰۴ صفحات —— قیمت چار روپے

اسبابِ زوالِ امت (زیرِ طبع) مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا؟ ایک سو اڑتالیس صفحات —— قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے ایسے عنوانات میں جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر سات سالہ دورِ آزادی کی سمٹی ہوئی تاریخ ۲۷۰ صفحات —— قیمت دو روپے آٹھ آنے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گردپوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳۔ کراچی

حقائق و عبر

جماعت اسلامی کے صالحین کی بولی

جمعیت اہلحدیث کے ترجمان "الاعتصام" کی ۰ار نومبر کی اشاعت میں عنوان بالا کے ماتحت ایک مبسوط مقالہ شائع ہوا ہے۔ جس کے جستہ جستہ اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

"جماعت اسلامی نے ایک عرصہ سے تمام علما دین بالخصوص مولانا احمد علی صاحب کے خلاف ایک منظم محاذ جنگ قائم کر رکھا ہے ——— مولانا احمد علی صاحب ایک مانے ہوئے عالم دین ہیں۔ ان کی نیکی و صالحیت کا دامن بڑا ہی وسیع ہے۔ ان کے پیچھے علم و اخلاق کی ایک تاریخ ہے خدمت ملک و ملت کے باب میں ان کی مخلصانہ قربانیاں جماعت اسلامی سے بہر حال زیادہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انسان ہیں۔ ان سے لغزش ہو سکتی ہے۔ وہ تعبیر و ترجمانی میں غلطی کر سکتے ہیں۔ ان کے طرز استدلال میں گفتگو ہو سکتی ہے مگر جماعت اسلامی کی بارگاہ صحافت سے ان کو جن خطابات سے نوازا جا رہا ہے۔ اور جس انداز سے ان کے علم و مطالعہ اور ان کے زہد و تقویٰ کو ہدف موضوع بنایا گیا ہے۔ اس سے جماعت اسلامی کے طرز تنقید اور اس کے ترجمانوں کے اسلوب کلام سے بہت مایوسی ہوئی ہے۔

زیادہ حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ مولانا احمد علی صاحب کی مخالفت میں یہ اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ ان ابتدائی انسانی اخلاق کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے۔ جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے بارے میں گفتگو کرتے وقت ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ اس ضمن میں ہمیں سب سے زیادہ تکلیف مولانا نصر اللہ خاں کے طرز تحریر سے ہوئی جو انھوں نے "ایشیا" کے صفحات میں مولانا احمد علی کے لئے روا رکھی۔ ہمیں وہ الفاظ لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جو انھوں نے مولانا احمد علی کے لئے بے دریغ استعمال کئے ہیں۔ مگر چونکہ جماعت اسلامی ایک دینی و مذہبی جماعت کے قالب میں ڈھل کر عوام میں نمودار ہوئی ہے۔ اس لئے ہم دل پر پتھر رکھ کر اور مولانا احمد علی صاحب سے معذرت خواہ ہو کر چند الفاظ بطور مشتے نمونہ از خروارے یہاں نقل کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ اس جماعت کے صالحین کس قسم کی بولی بولتے ہیں۔

مولانا نصر اللہ خاں نے مولانا کے حق میں جاہل، بہتان طراز، مفتری، اخلاقی تعلیمات سے بے بہرہ، تقویٰ، تقدس للہیت اور تقرب الی اللہ کا ڈھونگ رچانے والے، غیر معقول مسکینی صورت والے، فریبی، جھوٹے، تقدس و تقویٰ کی دھونس رچانے والے، مذبوحی حرکتیں کرنے والے، علم و اخلاق سے بے تعلق۔ فاسد ذہنیت کے مالک، پیشہ ور دینیدار، عقل کے اندھے، غیر ذمہ دار، قرآن کے فہم سے عاری۔ نہ خدا ترس بے حس۔ خدا اور مخلوق کی شرم سے بے بہرہ بے حیا بے وقوف۔ گھناؤنے اور مکروہ اخلاق کے مالک، دیوبند کی چراگاہ سے نکلے ہوئے، فریبی، دجل و کذب کے مالک، شور مچانے والے، کفن چور، افیونی، شوریدہ سر۔ ایسے مکروہ الفاظ نہایت فراخدلی سے استعمال کئے ہیں۔

مولانا نصر اللہ خاں اور جماعت اسلامی کے دوسرے لوگ جس "اخلاق و شرافت" کا مظاہرہ اخبارات میں کر رہے ہیں۔ کیا جماعت اسلامی میں کوئی ایسا آدمی نہیں۔ جو ان کو اس پر ٹوکنے کی جرات کرے؟ کیا مولانا امین احسن اصلاحی جو ترجمان القرآن کے اکتوبر کے پرچے میں اخلاق و شرافت کے معلم بن کر نمودار ہوئے ہیں۔ ان میں یہ ہمت نہیں کہ اپنے آدمیوں کو اس بے ہودگی سے روکنے کی کوشش کریں۔"

الاعتصام نے صرف ملک نصر اللہ خاں عزیز کی تحریر کا نمونہ پیش کیا ہے۔ لیکن طلوع اسلام اس سے پہلے اس جماعت کے امیر جناب مودودی صاحب اور نائب امین احسن اصلاحی صاحب کی تحریروں کے نمونے بھی پیش کر چکا ہے۔ لہٰذا یہ توقع رکھنا کہ اس جماعت میں سے کوئی ایک آدمی بھی ایسا نکل آئے گا جو اس قسم کی بدزبانی اور درشت کلامی کو بند کر دے گا۔ ایک عبث توقع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دولت اور قوت کا نشہ ایسی بری بلا ہے کہ اس میں انسان اپنی عقل و ہوش کے ساتھ سیرت و کردار کو بھی کھو دیتا ہے۔ یہ حضرات (جن میں مودودی صاحب اور اصلاحی صاحب بھی شامل ہیں) اپنی غریبی کے زمانہ میں اس قسم کے بدکلام نہیں تھے۔ اور بات صرف بدکلامی ہی کی نہیں۔ دروغ بافی۔ تہمت تراشی اور جھوٹا پروپیگنڈہ ان کا معمول بن چکا ہے (ہم یہ الفاظ پوری ذمہ داری کے ساتھ لکھ رہے ہیں۔ اور ہر وقت اس کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں) اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں میں اس سے پہلے بھی ایسی سیاسی پارٹیاں پیدا ہوئی تھیں جنھوں نے مذہب کے نام پر بہت سی تباہیاں پھیلائیں۔ لیکن جس منظم طریقے پر جماعت اسلامی یہ کچھ کر رہی ہے۔ اس کی مثال شاید ہی کہیں اور ملے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اگر ان کے ہاتھ میں وہ اقتدار آ گیا جس کے لئے یہ نظام شریعت کی آڑ میں اس قدر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں تو اس ملک میں کوئی شریف آدمی بھی امن اور حفاظت سے رہ سکے گا۔؟

تاریخ سے سبق

مشہور سیاح یاقوت حموی نے رے کی تباہی کی داستان لکھتے ہوئے بتلایا ہے کہ میں رے کے ویرانے سے ۶۱۷ھ میں گزرا تو دیکھا کہ اس کے کھنڈروں کی دیواریں کھڑی ہیں۔ اس کے منبر باقی ہیں اور چونکہ یہ شہر جلد ہی ویران ہوا تھا۔ اس لئے اس کی دیواروں کے نقش و نگار بھی علیٰ حالہ قائم ہیں۔ میں نے وہاں کے ایک سمجھدار آدمی سے اس ویرانی کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا سبب تو معمولی ہے مگر خدا جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو پورا کر ہی دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس شہر میں تین گروہ تھے۔ ایک تو شافعیہ جن کی تعداد بہت کم تھی۔ دوسرے حنفیہ جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور تیسرے شیعہ جن کی تعداد سب سے زیادہ تھی اہل شہر میں سے نصف شیعہ تھے۔ اور دیہاتوں میں شیعہ زیادہ تھے۔ ان کے بعد حنفی، پہلے سنی اور شیعوں میں تعصب پیدا ہوا۔ اور حنفیوں اور شافعیوں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور طویل لڑائیوں کے بعد ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ اس کے بعد حنفیوں اور شافعیوں میں کشمکش پیدا ہوئی۔ دونوں کے مابین لڑائیاں ہوئیں۔ دیہات کے حنفی شہر میں ہتھیار لے کر آتے اور شہری احناف کی مدد کرتے تھے۔ مگر شافعیوں نے حنفیوں کا خاتمہ کر دیا۔ شہر کے یہ سب ویران محلے جو تم دیکھ رہے ہو انھیں حنفیوں اور شافعیوں کے محلے ہیں۔ اب صرف ایک محلہ شافعیوں کا رہ گیا ہے۔ جو رے کا سب سے چھوٹا محلہ ہے۔"

یہ صرف تاریخ کا ایک اقتباس ہے۔ اگر ہم اپنی تاریخ کا بالاستیعاب مطالعہ کریں تو اس قسم کے متعدد واقعات ہمارے سامنے آ جائیں گے۔ جن میں مسلمانوں کے فرقوں کے باہمی تعصب

سالمارین

دردوں کے لئے اکسیر ہے

گٹھیا، رینگن، درد کمر، ریاحی درد، درد شقیقہ، سر درد اور زہریلے جانوروں کے کاٹے کے لئے اکسیر ہے
انتہائی درد کی بے چینی کو دور کر کے سکون پہنچاتی ہے۔ اس کا مسلسل استعمال دائمی آرام کا ضامن ہے۔
ہوائی جہاز، ریل اور بحری جہاز میں سفر کرنے والوں کے لئے سالمارین بہترین وقتی مددگار ہے۔
قیمت فی شیشی دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔ اپنے شہر کے ہر اچھے دوا فروش سے خریدیں۔۔ یا

سالما لیبارٹریز (پاکستان) ۲۷، زینت منشن۔ میکلوڈ روڈ۔ کراچی

اور عداوت نے سلطنتوں کو تباہ اور مملکتوں کو برباد کر دیا۔ سب سے بڑی تباہی عباسی سلطنت کی تصور کی جاتی ہے۔ وہ خود ایک شیعہ وزیر کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ جس نے اس غرض کے لئے ہلاکو خاں کو بلا منگایا تھا۔ مسلمانوں کے فرقوں کی باہمی عداوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ فرقوں کا وجود ہی دوسروں سے نفرت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے فرقوں کی موجودگی میں تمام مسلمانوں کا امت واحدہ بن جانا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے فرقہ بندی کو شرک قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ توحید کا عملی مظاہرہ ملت کی وحدت ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ مملکت پاکستان میں اس قسم کا دستور نافذ ہو جائے گا۔ جس سے آہستہ آہستہ فرقہ بندی کی لعنت ختم ہو جائے گی۔ اور اس کے لئے ہم مسلسل کوشش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن یہاں رجعت پسند عناصر جس تیزی اور شدت سے ابھر رہے ہیں اور سیاسی مفاد پرستوں نے جس مذہب کو اپنی سپر بنا رکھا ہے اس کے پیش نظر ہمیں خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ ملک بھی مذہبی فرقوں کی کشمکش کی آماجگاہ بن کے رہے گا۔ اور ان ہی کے ہاتھوں (خاکم بدہن) یہ مملکت بھی تباہ ہو جائے گی۔ اس وقت تو یہ فرقے مذہب کے نام پر حصول اقتدار کی کوششوں میں متحد نظر آتے ہیں۔ لیکن جب انہیں اقتدار حاصل ہو جائے گا۔ تو پھر دیکھئے گا کہ کس طرح آپس میں دست بہ گریباں ہوتے ہیں۔ "تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے۔"

ہماری کس قدر بدقسمتی ہے کہ ہم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اس کی روک تھام کی کوئی کوشش نہیں کرتے۔ فرقہ پرستی کے خلاف طلوع اسلام کی تنہا آواز ہے جو مخالفتوں کے اتنے ہجوم کا مقابلہ کر رہی ہے۔ اور اسے دبانے کے لئے بھی ہر ممکن کوشش جاری ہے۔

امتناعِ شراب

طلوع اسلام کی ایک سابقہ اشاعت میں ہم صدق (لکھنؤ) کے حوالے سے یہ خبر شائع کر چکے ہیں کہ ہندوستان میں قمار بازی پر پابندیاں لگا دی گئی ہیں اور اس طرح اس سیکولر حکومت نے قمار بازی کی اس لعنت کی روک تھام کے لئے پہلا قدم اٹھایا ہے۔ اب اسی اخبار کی ۱۸ر نومبر کی اشاعت میں یہ خبر چھپ کے سامنے آئی ہے۔ کہ ہندوستان کی شراب بندی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں حکومت سے سفارش کی ہے کہ یکم اپریل ۱۹۵۸ء سے سارے ملک میں شراب قطعاً ممنوع قرار دیدی جائے۔ اور دوسرے نشے مثلاً افیون اور بھنگ پر بھی پابندی لگا دی جائے۔ کمیٹی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس دوران میں (جب تک شراب کامل طور پر ممنوع قرار نہ دے دی جائے) ہوٹلوں، کلبوں، چائے خانوں، سینما گھروں اور پارٹیوں میں علم کھلا شراب نوشی قطعاً بند ہو جانی چاہیئے۔

ہمیں بار بار یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ اس ملک میں تو یہ کچھ ہو رہا ہے۔ اور ہمارے ہاں ان فواحشات کا اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہاں کوئی لیڈر ایسا نہیں جس کی زبان پر خدا اور رسول نہ ہو اور جو لوگوں کو اسلامی اصولوں کی پابندی کی تلقین نہ کرتا ہو۔ کس قدر بُعد ہے ان لوگوں کی تقریروں اور سیاسی فیصلوں میں!!

اسلامی معاشرت
قیمت
دو روپے

فلیوری کمپنی

ہم نے سلہٹ اور چاٹگانگ کے باغیچوں سے عمدہ اور خوشبودار چائے کے منگوانے کا خاص بندوبست کیا ہے۔

ضرورتمند اصحاب مندرجہ ذیل پتہ پر رجوع کریں

فلیوری کمپنی

محمد فیروز اسٹریٹ۔ جوڑیا بازار کراچی

فون ۳۲۸۱۹ ٹیلیگرام KASHMIRTEA

بزم طلوع اسلام

راولپنڈی خواجہ مقبول محمود صاحب ترجمان بزم طلوع اسلام راولپنڈی تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری بزم نے ایک بورڈ کی تشکیل کی ہے جس کا مقصد صحیح امام بخاریؒ کی جانچ پڑتال ہوگا۔ جو غیر قرآنی اور عقل کے منافی احادیث کی نشان دہی کرے گا۔

(۲) لائبریری بخوبی چل رہی ہے۔ بیرونی سفراء کو خطوط بھیجے گئے ہیں کہ وہ بھی دارالمطالعہ کو اپنا شائع شدہ لٹریچر بھیجا کریں۔

(۳) خریداران طلوع اسلام راولپنڈی سے رابطہ پیدا کیا جا رہا ہے۔

(۴) مسئلہ خلافت' اور' پیغام حیات' کی ایک ایک کاپی تمام بزمہائے طلوع اسلام کو بھیجدی گئی ہے۔

(۵) ایک انجمن ربانیین بھی قائم کر لی گئی ہے۔ دیگر مقاصد کے علاوہ اس انجمن کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ مستحق اور ضرورتمند ممبران کو قرض حسنہ مہیا کیا جائے۔

کراچی محمد لسین صاحب ترجمان بزم طلوع اسلام گولیمار کراچی تحریر فرماتے ہیں کہ ۷، ۱۴، ۲۱، اور ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء کو اجتماع ہوئے جن میں لفظ قائم اور آکی شکلیں زیر بحث رہیں۔ بتایا گیا کہ اس کے مفہوم میں ضروریات زندگی کو پورا کرنا بھی داخل ہے۔ دین القیم کے معنی وہ نظام زندگی جو ربوبیت کا فریضہ انجام دے۔

تفسیر بیان القرآن
قرآن پاک کا متن مع اردو ترجمہ بین السطور
از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
حاشیہ پر
تفسیر بیان القرآن و مسائل السلوک
عکسی بلاکوں کے ساتھ بارہ جلدوں میں چھپ رہی ہے چھ جلدیں تیار ہو گئی ہیں۔ نمونہ کے صفحے مفت طلب فرمائیے
تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی

ہنسا چھالیا
ڈوٹکڑے ——— صاف خشک ——— پرانے
(پیکٹوں میں خریدیئے)
تیار کردہ: محمد اصغر محمد یونس چھالیا والے ——— جونا مارکیٹ ——— کراچی نمبر ۲

اندرونِ ہند

(۲)

(بسلسلۂ گذشتہ)

حیدرآباد دکن میں ہندوؤں کی شرارتیں

روزنامہ پاسبان ڈھاکہ

مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۵ء کی اطلاع ہے کہ

"حیدرآباد کے مقام باسم میں فرقہ پرست ہندوؤں نے ۱۹۵۳ء سے شرارت کا جو سلسلہ جاری کیا ہے۔ وہ ہنوز جاری ہے۔ یہ لوگ بستی کے امن و سکون کو تباہ کرکے مسلمانوں کو ستانے کے درپے ہیں۔ لیکن یہاں پولیس کوئی توجہ نہیں دیتی۔ یہاں ایک قدیم عیدگاہ ہے شرارت پسندوں نے اس کی سیڑھیوں اور میناروں کو خاص طور سے تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ کبھی مینار توڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور کبھی سیڑھیاں کو اکھیڑنے کی۔ جامع مسجد کمیٹی مفسدین کی ان تمام حرکات کی اطلاع بروقت پولیس کو دیتی ہے۔ ساتھ ہی عیدگاہ کی سیڑھیوں اور میناروں کی مرمت بھی کرا دیتی ہے۔ لیکن پولیس جو دوسرے معاملات میں بڑی مستعدی دکھاتی ہے۔ اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں کرتی۔

کلکتہ کے مسلمانوں میں خوف و ہراس

روزنامہ پاسبان ڈھاکہ

مورخہ ۱۸ر اکتوبر کی اطلاع ہے کہ

"یہاں کل سے درگا پوجا کی مورتیاں سجائی جا رہی ہیں پوجا کے سلسلہ میں ہندو ہر جگہ تیاریوں میں مصروف ہیں۔ شہر کی گلی، کوچے۔ عام شاہراہوں اور پارکوں میں مورتیاں بٹھلانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ نوجوانوں کا طبقہ پوجا کے تہوار کی خوشی میں پاگلوں کی طرح گشت لگا رہا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے اپنے گھروں اور مخصوص محلوں میں سمٹے پڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہندوؤں میں تہوار کی مستی کے باعث ہر لحظہ فرقہ وارانہ حملہ کا خطرہ ہے۔ گذشتہ چند دنوں سے مسلمانوں سے زبردستی چندہ وصول کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ بیچارے کمزور اور غریب مسلمان اکثریت کے دباؤ میں آکر ہر اس ٹولی کو چندہ دے رہے ہیں۔ جو ان کے پاس آرہی ہے۔ کئی مقامات پر بار بار چندے کے مطالبے سے انکار کرنے پر مسلمان دکان داروں کو دوکان لوٹنے کی دھمکی بھی دی گئی ہے۔ کسی مسلمان کی طرف سے اگر چندہ دینے میں سستی کی جاتی ہے تو ترک وطن کرکے پاکستان چلے جانے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ الغرض پوجا کے دوران کلکتہ کے مسلمان ڈرے ہوئے ہیں، سہمے ہوئے ہیں۔ اور ان کی سراسیمگی کی خاص وجہ یہ ہے کہ ۱۹۵۰ء میں کلکتہ کے فسادات کا آغاز سرسوتی پوجا کے چندہ کی وصولی سے ہی کیا گیا تھا"

رتلام کے مسلمانوں پر مظالم

روزنامہ الجمعیتہ دہلی مورخہ ۲۵ر اکتوبر

کی اطلاع ہے کہ

"رتلام میں ۱۱ر اکتوبر کو جو فساد ہوا تھا۔ اس کی تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تاریخ کو برہمن بورڈنگ نیوہ روڈ پر دنگل کے بعد شام کو سات بجے دو مسلم پہلوانوں میں اختلافی گفتگو اور ہاتھاپائی ہوئی۔ لیکن اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ایک بدنام فرقہ پرست نے جو سناتن دھرموں اور جینی ہریوں کے مورتی کے اختلافات کے سلسلہ میں شہر میں ہڑتال کرانے کے لئے مسلمانوں کو دھمکیاں دے رہا تھا۔ پولیس کو فون کیا کہ شہر میں ہندو مسلم بلوہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ لٹھ بند پولیس سراسیمہ ہی پہونچ گئی۔ کیونکہ بالکل امن تھا۔ اس لئے پولیس کی آمد کو احتیاطی اقدام تصور کیا گیا۔ دوسرے دن نعمانی منڈی میں کمال خاں اور غنی خاں پر پولیس کے مظالم کی اطلاع ملی۔ اسی طرح پولیس نے کچھ اور لوگوں کو گرفتار کیا۔ دوسرے شہر کے ایک دوسرے حصے میں پولیس ایک مسجد میں جوتوں سمیت داخل ہوئی۔ جب اس کو روکا گیا تو پولیس والوں نے سختی کا برتاؤ کیا جن لوگوں کو زدوکوب کیا گیا تھا۔ ان کا طبی معائنہ نہیں ہونے دیا گیا۔ ۱۳ر اکتوبر کی شام کو گرفتار شدگان کو دو دو سو روپے کی ضمانت پر رہا کرکے ان کو پھر گرفتار کر لیا گیا۔ دوسرے مقدمہ کے تحت پانچ پانچ سو روپے کی ضمانت لی گئی۔ مسلمانوں نے ضلع کانگریس کے کارکنوں کو اپنی مظلومیت کی درخواستیں دیں۔ چنانچہ ڈاکٹر دیوی سنگھ صدر کانگریس اور جناب دیوی چند بھاٹیہ اور دیگر کانگریسی کارکنوں نے امداد دے کر ان لوگوں کو رہا کرا دیا۔ تمام حالات دیکھے۔ اور فوٹو لئے گئے۔ اور صوبائی وزراء کو تار دیئے گئے"

سب کے سب غنڈے

معاصر ہفت وار "ہماری آواز" کانپور

کی اطلاع ہے کہ

"مدھیہ بھارت میں ستنا کے مقام پر ۲۶ر ستمبر کو جن سنگھ کے زیر اہتمام منعقدہ ایک جلسہ عام میں مسٹر حکم چند نے یہ عظیم الشان اور اہم انکشاف کیا کہ "شہر میں تین قسم کے غنڈے موجود ہیں (۱) مسلمان غنڈے (۲) ہندو غنڈے جو مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں (۳) حکومت کے وہ افسر جو ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ مسلمان مولا بخش اور غلام غوث جیسے نام کیوں رکھتے ہیں؟ انھیں رام غلام اور مولا رام نام رکھنے چاہئیں انھیں رام نام سے محبت ہونی چاہیئے۔ ورنہ ان کے لئے بھارت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔" کاندھوں سے باہر پڑی ہوئی زبان اور جن سنگھی تہذیب کے کمال ہے صاحب، بھلا اس فراٹے دار طمطراق کے سامنے کون بھلا آدمی زبان کھول سکتا ہے، ارشادات ہیں، احکام ہیں، لوگوں کو سننے ہی پڑتے ہیں حکومت کی پولیس اور حاکموں نے تو جیسے جن سنگھیوں سے کان کتار رکھے ہیں، اسے وہ خوب سمجھتے ہیں۔ اور اسی لئے جو چاہتے ہیں کہتے اور کرتے پھرتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ قانون ان کے مقابلہ میں حرکت میں آتے ہوئے سو طرح کی اونچ نیچ سوچتا ہے۔ غنڈوں میں مسلمان کے ساتھ ہندوؤں اور سرکاری افسروں کو شاید مساوات اور یکسانیت کے لحاظ سے شامل کرلیا۔ ورنہ اس سے پہلے تو مسلمان ہی غنڈے سمجھے جاتے تھے۔ سوچا ہوگا کہ غنڈہ پن کے فیضان کو وسعت دے کر جن سنگھیوں کے لئے شرافت خاص کیوں نہ کرلی جائے۔ منصوبہ برا نہیں، ہندوستان ایسے وسیع ملک میں شریفوں کا کال نہ ہونا چاہیئے۔ اگر وہ لوگ سیوک سنگھیوں کے روپ میں نہ ہوں تو جن سنگھیوں کی شکل میں تو ہوں، شہر، صوبہ یا ملک میں سب کے سب غنڈے تو اچھے بھی نہ معلوم ہوں گے۔ رہا یہ کہ اس شرافت کے خدوخال اور اس کا معیار کیا ہوگا، یہ تو کوئی جن سنگھی لیڈر ہی جانے۔

اردو داں افراد پر ڈاکخانہ کی ملازمت کے دروازے بند

روزنامہ "زمیندار" لاہور مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۵ء نقل

کرتا ہے کہ

"حکومت ہند کے محکمہ ڈاک و تار بہار سرکل کا ایک اشتہار پٹنہ کے ایک روزنامہ میں جو زبان انگریزی شائع ہوتا ہے چھپا ہے۔ اس میں بعض اسامیوں کے لئے امیدواروں سے درخواستیں طلب کی گئی ہیں اور کہا گیا ہے کہ صرف ہندی اور سنسکرت دو زبانیں ایسی ہیں جنھیں سرکار نے صوبہ بہار میں علاقائی زبانیں تسلیم کیا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ امیدوار ان زبانوں سے آگاہ ہوں۔ روزنامہ الجمعیتہ دہلی نے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اردو بھی صوبہ بہار کی علاقائی زبان ہے۔ اسے ریاست (صوبہ) کے طول و عرض میں بولا اور سمجھا جاتا ہے۔ محکمہ کو منافقت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ صاف کہہ دینا چاہیئے کہ اردو جاننے والے افراد ملازمت کے قابل نہیں سمجھے جائیں گے۔ سنسکرت ایک ایسی زبان ہے جسے سارے ہندوستان میں محدودے چند انسان سمجھ سکتے ہیں۔ اس زبان کو جاننے والے امیدوار کہاں سے مل سکیں گے؟"

ملازمتوں کے دروازے بند

معاصر روزنامہ الجمعیتہ دہلی مورخہ

۲۰ر نومبر ۱۹۵۵ء اپنے اڈیٹوریل نوٹ میں لکھتا ہے کہ

واقعہ یہ ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور دوسرے تعلیمی اداروں سے فارغ شدہ مسلم طلباء برسوں ملازمتوں کے لئے دھکے کھاتے ہیں، درخواستوں پر درخواستیں دیتے ہیں، سرکاری دفتروں کا طواف کرتے ہیں، مگر کوئی انہیں جھوٹے منہ کو بھی نہیں پوچھتا، آخر مرتا کیا نہ کرتا ان میں سے بعض پاکستان کی راہ لیتے ہیں اور باقی فاقہ کشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں

عالمِ اسلامی

مراکش میں سلطان ابن یوسف کی واپسی سے حالات میں ابھی تک وہ خوشگوار تبدیلی نہیں آئی جس کی توقع کی جاتی تھی۔ تعجب ہے کہ وطن پرستوں کے مظاہرے پھر شروع ہوگئے ہیں۔ اور ہنگامہ کشت و خون برپا ہوگیا ہے۔ بعض جگہ تو ہنگامے سلطان کے حامیوں اور مخالفوں کے مابین ہوئے ہیں۔ لیکن اکثر ہنگاموں کا نشانہ فرانس ہے۔ ان دنوں رلیف کے پہاڑوں میں پھر سے نمایاں سرگرمی دکھائی دیتی ہے کہا جاتا ہے کہ ان پہاڑوں میں قیادت محمد خیوشی نے سنبھال لی ہے۔ جو ہند چینی میں ڈین بین فو میں فرانسیسی فوج کی طرف سے لڑ چکا ہے۔ وہ لڑائی میں اشتراکیوں کے قبضہ میں آگیا تھا۔ اور بعد میں رہا ہو کر رلیف میں پہونچ گیا۔ واضح رہے کہ ڈین بین فو ہند چینی میں فرانس کی شکست کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ اس سے رلیف کی نئی سرگرمیوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان ہنگاموں کی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی بظاہر اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ مراکش میں ایسے عناصر کی کمی نہیں جو آزادی سے کم درجہ پر قناعت کے لئے تیار نہیں۔ سلطان فرانس سے جو مذاکرات شروع کریں گے۔ وہ داخلی خودمختاری کی اساس پر ہوں گے۔ مکمل آزادی کی اساس پر۔ بہرحال سلطان اپنے وزیر اعظم کی تلاش میں مصروف ہیں وہ دونوں قابل ذکر پارٹیوں یعنی استقلال اور آزاد جمہوری پارٹی سے گفتگو کر چکے ہیں۔ انھوں نے بقائی کو وزیر اعظم نامزد کیا ہے۔ اور اب وہ متعلقہ پارٹیوں سے وزارت سازی کی گفتگو کر رہے ہیں۔ وہ اس میں کہاں تک کامیاب ہوں گے اور نئی حکومت بن گئی تو وہ کس حد تک ہنگاموں پر قابو پا سکے گی۔ اس کا جواب چند دنوں تک مل جائے گا۔

روس کو مصر کو اسلحہ مہیا کر کے مشرق وسطیٰ میں قدم جمانے اور توازن قوی کو درہم برہم کرنے کا جو موقع ملا ہے۔ اس کا وہ پورا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ اسلحہ تیس دنوں کے اندر مصر میں لا کر ڈھیر کر دے۔ تاکہ اقوام مغرب اور مصر دونوں کو اپنے رویوں پر نظر ثانی کا موقعہ نہ مل سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ مصر اور اس کے حامی عرب ممالک سے تجارتی روابط پیدا کئے جا رہے ہیں۔ کرنل ناصر کو بلغاریہ آنے کی دعوت دی گئی ہے جسے انھوں نے منظور کر لیا ہے۔ اس سے پہلے انھوں نے رومانیہ، ہنگری پولینڈ اور روس جانے کی دعوتیں منظور کی ہوئی ہیں۔ گویا کرنل ناصر بالکل پنڈت نہرو کے قدم بہ قدم جا رہے ہیں۔ ان دوروں سے کرنل ناصر کے لئے سیر و سفر کا میدان تو بہت وسیع ہو جائیگا۔ لیکن اس سے کمیونزم کے لئے بھی دروازے چوپٹ کھل جائینگے کاش مصر ان نتائج کو ابھی سے بھانپ سکے۔ اور اپنے فیصلہ پہ نظر ثانی کر سکے۔ روسی قائدین نہرو کے بعد مسلمانوں پر خصوصیت سے ملتفت ہیں۔ انھوں نے کرنل ناصر کو اپنے ہاں مدعو کیا تو خود ہندوستان کے دورے کے بعد افغانستان جائیں گے۔ کرنل ناصر ماسکو جائیں یا مارشل بلگانن اور کروشیف کابل آئیں۔ نتیجہ ایک ہی ہوگا۔ مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جائے گا۔ اور انھیں اپنے مقاصد مشومہ کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جائیگا۔ ماسکو نئی دہلی محور اس مقصد کے لئے معرض وجود میں آرہا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ غنیمت ہے کہ شاہ سعود جو ہندوستان پہنچ چکے ہیں۔ انھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر نہیں جائیں گے۔ پیشتر ازیں ان کے متعلق نئی دہلی سے یہ مشہور کر دیا گیا تھا کہ انھوں نے بخشی غلام محمد کی دعوت قبول کر لی ہے اس پر پاکستان میں خاصے اضطراب کا اظہار کیا گیا تھا انڈونیشیا میں جو انتخابات ہوئے ہیں۔ ان کا ابھی تک مکمل نتیجہ سامنے نہیں آیا۔ بہرحال اتنا یقینی نظر آتا ہے کہ صدر سوئیکارنو کی نیشنلسٹ پارٹی اول درجے پر آئی ہے اس کے بعد مسجومی پارٹی کا نمبر آتا ہے۔ کمیونسٹ کوئی چوتھائی ووٹ حاصل کر سکے ہیں مسجومی پارٹی کے دوسرے نمبر پر آجانے سے کمیونسٹوں میں خاصا ہیجان پایا جاتا ہے کیونکہ یہ جماعت اسلامی سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کا میلان مغرب کی طرف ہے۔ اس کے برعکس نیشنلسٹ پارٹی غیر جانبدار ہے اور وہ کمیونسٹوں سے استمداد بھی کرتی رہی ہے۔ چنانچہ ان دنوں کمیونسٹ بڑی سرگرمی سے مسجومی کے خلاف فضا پیدا کر رہے ہیں اور یہ جدوجہد کر رہے ہیں کہ جو مجلس دستور ساز دسمبر میں معرض وجود میں آئے وہ "شہری آزادی" اور "قومی حقوق" کا احترام کرے بلکہ "اسلامی حکومت" بھی نہ بنے اور تجارت کے لئے روس اور روسی حلقہ کے ملکوں کی طرف بھی رجوع کرے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انڈونیشیا کمیونسٹ نہ بن سکے تو ان کا ہم سفر ضرور بن جائے۔ انتخابات کے نتائج سامنے آجانے پر انڈونیشیا کو ایک فیصلہ کن مرحلے سے گذرنا ہوگا۔ چونکہ اس کے بعد دستور کا آئین بنے گا اس لئے خصوصی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ اگر وہ خداداد کردہ اسلام کو مملکت کی اساس

سَو میں ننانوے

اشخاص ریاح باسوری، تبخیر معدہ (معدہ میں گیس پیدا ہونا) کے مریض ہیں۔ پاخانہ صاف نہ ہونا۔ تمام جسم میں درد، سر میں چکر، بھوک غائب، ہاضمہ خراب۔ طبیعت میں بےچینی، سینے میں جلن، خون میں کمی، نزلہ رہنا۔ اس مریض کی عام شکایات ہیں۔ اس مرض کا حب باسوری اور جوہر ہاضم دکمل کرنے سے زیادہ زود اثر کوئی دوسرا علاج نہیں، یہ تمام شکایات کو دور کر کے تندرستی اور توانائی بخشتا ہے۔ قیمت مکمل کورس تین روپے آٹھ آنے

طبی و علمی ماہنامہ دردمند کراچی سالانہ چندہ ایک روپیہ بھیج کر خریدار بنئے۔

دردمند دواخانہ - فریر روڈ کراچی فون نمبر ۳۵۴۲۱

ورزش یا ورزشی کھیل کی طرف صحیح میلان اسی وقت ہو سکتا ہے جب قویٰ جسمانی درست و صحت ہوں

شاہی عام کمزوری اور ضعف اعصاب کے دفعیہ کے لئے نہایت مفید ہے۔

شاہی معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے ہاضمہ کو قوی کرتی اور جسم میں بکثرت خون صالح پیدا کرتی ہے۔

شاہی کسل و ماندگی، اختلاج، قلب، جریان کی دافع ہے۔

ہر اسٹور سے مل سکتی ہے

تیار کردہ:- **طبیہ دواخانہ نیپیئر روڈ کراچی نمبر ۲**

فردوس گم گشتہ

جناب پرویز کے ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہوں کا زاویہ بدل دیا ہے - مفہوم کے علاوہ اگر خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھئے تو اردو زبان کی بہت کم کتابیں اس پایہ کی دکھائی دینگی -

بڑا سائز - ضخامت قریب چار سو صفحات کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید جلد مضبوط - گرد پوش حسین -
قیمت چھ روپے - علاوہ محصولڈاک -

سلیم کے نام خطوط

ان خطوط میں ملت کے اس نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو مخاطب کیا گیا ہے جو مشرق و مغرب کے تصادم کے بعد ملوکیت کے وضع کردہ غلط مذہبی تصورات سے متنفر ہوتے ہوتے اسلام اور اسکے سرچشمۂ حیات قرآن ہی سے ہاتھ دھو چلا تھا - عقائد و نظریات جیسے خشک اور نازک مسائل پر اس عمدگی سے بحث کیگئی ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کسی خشک فلسفیانہ بحث کو پڑھ رہے ہیں - باتوں باتوں میں وہ دقیق اور معرکہ آرا مسائل حل کرکے رکھ دئے گئے ہیں جنہیں ضخیم مجلدات میں بھی حل نہیں کیا جاسکا تھا - یہ خطوط ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں - قرآن کی روشنی اور محترم پرویز صاحب کا بصیرت افروز قلم - بڑا سائز ضخامت سوا چار سو صفحات - کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید گرد پوش مصور مشرق جناب چغتائی کے قلم کا حسین مرقعہ - قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک -

اسلامی نظام

اسلامی مملکت کا بنیادی اصول کیا ہے اور اسلامی نظام کیسے قائم ہوسکتا ہے ؟ اسکے جواب میں محترم پرویز صاحب اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکرونظر کی نئی راہیں کھولدی ہیں - قیمت دو روپے -

اسباب زوال امت

مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا -

ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے -

قرآنی دستور

اس میں پاکستان کیلئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے -

ضخامت دو سو چوبیس صفحات
قیمت دو روپے آٹھ آنے -

اسلامی معاشرت

مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ رہنے سہنے کا ڈھنگ - سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینے میں -

ضخامت ۱۹۲ صفحات قیمت دو روپے -

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۲۳۱۳ - کراچی - ۳

انسان نے کیا سوچا

کائنات

کس طرح وجود میں آگئی - مادہ کیا ہے - زندگی کیا ہے - شعور کیا ہے - انسانی ذات کسے کہتے ھیں - زمان و مکان سے کیا مفہوم ہے - انسانی زندگی کا مقصود کیا ہے -

اخلاقیات

سے مراد کیا ہے - حق و باطل کا معیار کیا ہے - خیر کسے کہتے ھیں - شر کیا ہے - ضمیر کی آواز سے کیا مفہوم ہے - کیریکٹر کیا ھوتا ہے - جبر و قدر سے کیا مراد ہے - فطرت انسانی کیا ہے -

سیاسیات

کن امور سے متعلق ہے - حکومت اور مملکت کے مختلف نظریئے - نیشنلزم نے کیا کیا ھے - جمہوریت کامیاب رھی ہے یا ناکام -

معاشیات

اس مسئلہ نے اتنی اھمیت کیوں حاصل کرلی ہے - عہد قدیم میں روٹی کے مسئلہ کا حل - عہد حاضر کی مشکلات - سرمایہ داری کسے کہتے ھیں - اشتراکیت کیا ہے - یہ کب شروع ھوئی تھی - اس کا مستقبل کیا ہے -

تہذیب فرنگ

کے ترکیبی عناصر کیا ھیں - اس کے ثمرات کیا ھیں - کیا اھل مغرب اس سے مطمئن ھیں -

فردوس گم گشتہ

مفکرین یورپ کس قسم کا معاشرہ چاھتے ھیں - ایسا معاشرہ کیوں نہیں بن سکتا -

مذھب

دنیا کے ائمہ فکر کس مذھب کی تلاش میں ھیں - وہ سب آسمان کی طرف کیوں تک رہے ھیں -

یہ ھیں ان متعدد سوالات میں سے چند ایک جن کا جواب، افلاطون سے لیکر رسل تک کی زبان سے اس عظیم تصنیف میں ملیگا جس کا نام ہے -

انسان نے کیا سوچا

کتاب عنقریب شائع ھورھی ہے - چونکہ یہ نہایت بلند پایہ علمی کتاب ہے اس لئے محدود تعداد میں چھپوائی گئی ہے - اپنی فرمائش رجسٹر کرالیجئے -

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۲۳۱۳ - کراچی - ۳

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi.
Editor: KHURSHID ALAM

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار طلوعِ اسلام کراچی

جلد نمبر ۸
شمارہ ۵۰

کراچی: ہفتہ - ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء

قیمت چھ آنہ
سالانہ پندرہ رو

قرآن نے کیا کہا؟

گزشتہ اقساط میں یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ قرآنی تعلیم کا مقصود ہے ایک ایسے معاشرے کا قیام جس میں تمام افراد کی ضروریات زندگی بھی پوری ہوتی رہیں اور ان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی چلی جائے۔ اسے انسانی ذات (Human Personality) کی نشوونما کہتے ہیں۔ اس معاشرے کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ وسائل پیداوار افراد کی ملکیت میں رہنے کے بجائے معاشرہ کی تحویل میں رہیں۔

قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس قسم کے معاشرہ کا قیام بڑا ہمت طلب مرحلہ ہے۔ ایک تو اس لئے کہ اس کی ابتدا ان لوگوں کے ہاتھ سے ہوتی ہے جو اپنے اندر ایک عظیم انقلاب پیدا کرلیں جس کی رو سے وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنے آپ پر ترجیح دیں۔ اور دوسرے یہ کہ اس نظام کے قیام کی مخالفت بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں رزق کے سرچشمے ہوتے ہیں وہ انہیں چھوڑنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتے۔ وہ اس جماعت کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس میں اپنی پوری قوت صرف کردیتے ہیں۔ یہ کشمکش بڑی سخت ہوتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جماعت مومنین سے کہا ہے کہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصراللہ (۲/۲۱۴) کیا تم سمجھتے ہو کہ تم جنتی زندگی میں یونہی پہنچ جاؤ گے درآنحالیکہ تم پر ابھی ایسے واقعات گزرے ہی نہیں جو ان لوگوں پر گزرے تھے جو تم سے پہلے اس راہ پر چلے تھے۔ ان پر اس قدر سختیاں اور مصیبتیں آئیں کہ ان کے دل دہل گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھی پکار اٹھے کہ اے نصرت الٰہی! تیرا وقت کب آئیگا؟

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ......

(۱) تمام انسانی اعمال زندگی کے نتائج [illegible] ... [illegible] کی گئی۔

(۲) یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے اس لئے نوع انسانی اب قرآن [illegible] منزل مقصود تک پہنچ سکتی۔

(۳) حق و باطل کا معیار قرآن ہے جو بات قرآن کے خلاف ہو [illegible] غلط ہے۔

(۴) منشاء قرآن کو [illegible] ... [illegible] ہے۔

(۵) قرآن کی رو سے [illegible] ... [illegible] زندگی بسر کرے۔

(۶) اسلام [illegible] انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں [illegible] قوانین خود مرتب کریں [illegible] قانون شریعت کہا جاتا ہے [illegible] قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول غیر متبدل رہیں گے۔

(۷) اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما [illegible] اور کوئی فرد معاشرہ [illegible] ضروریات زندگی سے محروم [illegible] تمام نوع انسانی کی پرورش [illegible] گیا ہے۔

(۸) ربوبیت عالمین کے عظیم مقصد کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے انفرادی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہو [illegible] کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ اسے "قرآنی نظام ربوبیت" کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ......

پاکستان میں [illegible] قرآنی نظام ربوبیت [illegible] ... "[illegible]"۔

اگر آپ طلوعِ اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوعِ اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ شریعت میں قانون سازی کے اختیارات ★ علت مرض ★ سینما فتنہ ★ افغانستان کا فتنہ ★ شاہ سعود کا دورہ ہند
★ اسلام کی سرگزشت ★ درس بخاری ★ مجلس اقبال ★ عورت کا قرآن ★ تعارف
★ ہندوستان میں لسانی ہنگامے ★ باب المراسلات ★ حقائق و عبر

ISLAMIC CONSTITUTION,

QURANIC RESEARCH CENTRE.

Dear Brother,

On your shoulders rests the onerous duty of framing a constitution for the Islamic State of Pakistan. According to the Objectives Resolution the constitution for Pakistan will be based on the Quran and the Sunnah. Adjustment between the present democratic set-up and the Quran and the Sunnah is a tough problem, so tough that the late Constituent Assembly foundered in its whirlpool. But you have to cut the Gordian knot. In the fulfilment of your great and noble assignment you will certainly welcome an elucidation of the relative positions of the three factors involved, namely the present democratic set-up, the Quran and the Sunnah. In the enclosure I have given a brief outline of the basic provisions of the Islamic contitution. It will, I hope, be useful in your approach to the difficult task ahead.

The enclosed outline is the essence of a life-long study of the Quran and human thought as it has developed in the centuries gone by. In my studies I had the unique advantage of late Dr. Sir Mohammad Iqbal's guidance and in giving practial shape to my conclusions I had the privilege of being a close and trusted co-worker of the late Quaid-i-Azam. I have written extensively propagating the message of Islam in Muaariful Quran, four volumes of which have been published and another four await publication, and about a dozen other books. Tolue Islam (Weekly) is devoted to the same cause and an exposition of the Holy Book forms the subject of a Sunday lecture at the Centre before an audience of several hundred listners. The writings cited give the details of the relevant issues but it may not be easy for you to wade through thousands of pages. Personal contact will remove difficulties quickly and make collection of additional information easy. You will be most Welcome at Quranic Research Centre.

Sincerely yours

G. A. PARWEZ,

Director, Quranic Research Centre.

To

All muslim members of the Constituent Assembly

(Sent in Agust last)

BASIC PROVISIONS OF ISLAMIC CONSTITUTION

1. IN considering an issue the Islamic State follows the following procedure :—

   (i) Ascertains the **Principle** bearing on the issue which Allah has given in the Quran. The Quran gives generally the Principles which should govern various aspects of life in different ages according to the requirements of any particular age.

   (ii) Visualises clearly the **urges** of the Age and the State.

   (iii) Looks for **Precedents** in the collection of Traditions (Ahadith) or the books of Law (Fiqh) which might correspond to present conditions and the relevant Quranic principle.

   (iv) If a precedent answers exactly the requirements of the time, it is adopted **straightway.**

   (v) If a precedent does not exactly answer the needs of the time, it is adopted after suitable **amendment.**

   (vi) If a precedent, exact or partial, is not forthcoming a new course is carved out to meet the new situation.

2. THE responsibility for providing basic needs of the individual rests with the State, which should see to it that a citizen and his dependents are in no circumstance left unprovided with basic needs e.g. food, clothing, shelter, medicine, etc.

3. IT is the duty of the State to provide adequate facilities for the fullest development of the potentialities of each and every individual under its charge.

4 IN order to enable the State to fulfil its responsibility in the above respects, it is necessary that the sources of sustenance and the means of production should be shifted from individual ownership to the collective control of the State.

5. IN the Islamic State justice is administered free of cost, that is, in obtaining adjudication from a court of law the applicant incurs no financial expense.

6. ASSIGNMENT of offices is made solely on the basis of personal qualifications and in complete disregard of family and other connections, and suitable provision is made for the withdrawal of assignment, when necessary, from all categories, from the Head of the State down to the lowest functionery.

7 BEFORE the law all are equal, including the functioneries of the State, who, however, have the right to move the courts of law for the protection of their rights.

8. THE Islamic State enforces these provisions within its territorial limits with due regard to the best interests of the whole of mankind.

9. THE above povisions taken together substantially are the *sine qua non* of Islamic Constitution. Disregard of even a single provision makes the constitution Un-Islamic.

10. THIS is the picture of the full fledged Islamic State and to attain it time will be needed. During the transition stage, however, whatever steps are taken they shall unequiuocally aim towards the ideal.

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر
ہفتہ وار
طلوعِ اسلام
جلد ۸ ہفتہ ۔۔ ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۵ء نمبر ۴۵

شریعت میں قانون سازی کے اختیارات

ہمارے ہاں جو مذہب مروج ہے اس کی رُو سے یہی بتایا جاتا رہا کہ شریعت میں زندگی کے تمام چھوٹے بڑے امور کے متعلق جزئی احکام موجود ہیں اور ان احکام میں کسی قسم کا ردو بدل نہیں ہو سکتا۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں دو ممتاز فرقے مستقل طور پر چلے آ رہے ہیں۔ ایک اہلِ حدیث کہلاتا ہے اور دوسرا اہلِ فقہ۔ اہلِ حدیث کا عقیدہ اور دعوے یہ ہے کہ قرآنی احکام کی تفاصیل احادیث میں دی گئی ہیں اور یہ تفاصیل اس قدر جامع ہیں کہ قیامت تک کوئی سوال ایسا نہیں پیدا ہو سکتا کہ جس کے متعلق ان کے اندر ضروری احکام موجود نہ ہوں۔ اہلِ فقہ کا عقیدہ اور دعوے یہ ہے کہ شریعت کے احکام فقہ کے اندر آ کر مکمل ہوئے ہیں اور فقہ اس قدر جامع ہے کہ اب اس میں نہ کسی تغیر و تبدل کی ضرورت ہے نہ حک و اضافہ کی۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ اہلِ حدیث ہوں یا اہلِ فقہ، ان کا دعویٰ یہ ہے کہ شریعت کے احکام تمام کے تمام مکمل ہو چکے ہیں اور اب اس باب میں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت (جسے عام طور پر منیر کمیٹی کہا جاتا ہے) کے ایک سوال کے جواب میں مولانا ابوالحسنات، صدر جمعیت علمائے پاکستان نے کہا کہ۔

> ہمارا قانون شریعت مکمل ہے اور اس میں صرف اتنی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ علماء سے اس قانون کی تعبیر دریافت کر لی جائے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی ایسا سوال پیدا نہیں ہو سکتا جس کے متعلق قرآن یا احادیث سے احکام نہ مل سکتے ہوں۔

چنانچہ اسی بنا پر اس رپورٹ کے مرتبین نے یہ لکھا کہ ایک اسلامی مملکت میں مجلس قانون ساز کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی اس لئے کہ اب کوئی سوال ایسا پیدا نہیں ہو سکتا جس کے لئے کسی قانون بنانے کی ضرورت پڑے۔ ضرورت صرف اتنی رہ جاتی ہے کہ حکومت علماء کا ایک بورڈ مقرر کر لے اور جو سوال سامنے آئے اس کے متعلق اس بورڈ سے پوچھ لیا جائے کہ قرآن یا احادیث میں اس کے متعلق کیا احکام آئے ہیں۔

یہ تھی قانون شریعت کی وہ پوزیشن جو ہمیں آج تک بتائی جاتی رہی۔ طلوعِ اسلام نے اس کے برعکس یہ نظریہ پیش کیا کہ دین میں جو احکام اصولی طور پر دیئے گئے ہیں اور ان کی جزئیات متعین نہیں کی گئیں ان کے متعلق ہر دور کے اسلامی نظام کو جو علیٰ منہاجِ نبوت قائم ہو، یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے زمانے کے تقاضے کے مطابق ان کی جزئیات خود متعین کرے۔ اور چونکہ یہ جزئیات ایک خاص زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر مرتب کی جائیں گی اس لئے ضروری ہے کہ جب یہ تقاضے بدل جائیں۔ ان قوانین میں بھی تبدیلی ہو جائے۔ طلوعِ اسلام کے اس نظریہ کے خلاف چاروں طرف سے طوفانِ مخالفت برپا کر دیا گیا حتیٰ کہ بعض حلقوں نے اسے اسلام سے بھی خارج کر دیا۔ طلوعِ اسلام اس تمام دوران میں مختلف طریقوں سے یہ سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ قوانینِ شریعت کے متعلق یہی اندازِ نگاہ درست ہے اور اسی سے حضور خاتم النبیین صلعم کا لایا ہوا آخری دین قیامت تک کے لئے تمام نوعِ انسانی کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بن سکتا ہے۔ الخ یہ بتایا کہ اصولی احکام دینے کا منشا ہی یہ ہے کہ ان اصولوں کے ماتحت جزئیات مختلف زمانوں کے تقاضوں کے مطابق مرتب ہوتی رہیں اور جہاں جہاں ان میں تبدیلی کی ضرورت ہو مناسب تبدیلی کر لی جائے۔ لیکن اس کے باوجود طلوعِ اسلام کی مخالفت مسلسل جاری رہی۔

لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ جن حلقوں کی طرف سے اس کے نظریوں کی مخالفت ہوتی تھی اب آہستہ آہستہ وہ بھی اس طرف آ رہے ہیں کہ فی الواقعہ جو احکام اصولی طور پر دیئے گئے تھے ان کی جزئیات ہر دور کا اسلامی نظام خود مرتب کرے گا۔ مودودی صاحب نے تو اس کا اعتراف بہت پہلے کر لیا تھا۔ (اگرچہ وہ اپنی تحریروں میں ہمیشہ متضاد باتیں پیش کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ ہر خیال کے لوگوں کو اپنے ساتھ رکھ سکیں)، لیکن اب دوسرے گوشوں سے بھی اس کی تائید ہونے لگی ہے۔ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، اہلِ حدیث جماعت اس عقیدہ اور دعوے میں بڑی متشدد تھی کہ شریعت کے تمام قوانین مکمل ہو چکے ہیں اور اب کوئی سوال ایسا باقی نہیں رہ جاتا جس کے لئے احادیث میں جزئی احکام موجود نہ ہوں۔ لیکن دیکھئے کہ یہ جماعت بھی اب کیا کہتی ہے۔ جمعیت اہلِ حدیث کے ترجمان، الاعتصام کی ۲۵ر نومبر کی اشاعت میں، سید داؤد غزنوی صاحب، صدر مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان، کی طرف سے دستور پاکستان کے متعلق ایک مبسوط مقالہ شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ قانون سازی کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ

> وہ مسائل جن کے متعلق اصولی ہدایات تو شریعت (کتاب و سنت) میں موجود ہیں لیکن ان کی جزئیات سے بحث نہیں کی گئی ہے۔ ان مسائل کے متعلق مجالس قانون سازی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ شریعت کے اصولِ عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حاضر الوقت مسائل کے متعلق جزئیات کا فیصلہ کرے اور ان کے لئے قوانین وضع کرے۔

احادیث کی ضرورت یہ بتائی جاتی تھی کہ قرآن نے جن احکام کو اصولی طور پر دیا ہے ان کی جزئیات صرف رسول اللہؐ ہی متعین فرما سکتے تھے۔ اور یہ جزئیات حضورؐ نے وحی کی رو سے متعین فرمائی تھیں۔ اس وحی کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔ رسول اللہؐ کے علاوہ کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان جزئیات کو متعین کرے کیونکہ وحی کسی اور کی طرف نہیں آ سکتی۔ لہٰذا دین قرآن کریم کے اصولی احکام اور رسول اللہؐ کی مرتب فرمودہ جزئیات سے مکمل ہو گیا ہے۔ لیکن اب اسی جماعت اہلِ حدیث کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ایسے مسائل بھی موجود ہیں جن کی جزئیات نہ خدا نے متعین کی ہیں نہ رسول اللہؐ نے بلکہ ان کے متعلق قرآن اور احادیث دونوں میں صرف اصولی احکام ملتے ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ ان حضرات کے پہلے دعوے اور اس مسلک کے مطابق بات کہاں پہنچی ہے۔ یعنی

> (ا) زندگی کے بعض مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق خدا نے صرف اصولی احکام دیئے اور ان کی جزئیات مرتب کرنے کا فریضہ رسول اللہؐ کے سپرد کیا گیا۔
>
> (ب) رسول اللہؐ نے ان احکام کی جزئیات وحی خفی کی رُو سے مرتب فرمائیں۔ کیونکہ دین کے اصول ہوں یا جزئیات، یہ صرف وحی کی رُو سے مل سکتے ہیں۔
>
> (ج) لیکن رسول اللہؐ نے بھی تمام احکام کی جزئیات مرتب نہیں فرمائیں بلکہ بعض امور کے متعلق صرف اصولی احکام دیئے۔
>
> (د) اب ان اصولی احکام کی جزئیات مرتب کرنے کا کام مجالس قانون ساز کے ذمہ ہے۔ حالانکہ ان مجالس کے اراکین کو خدا کی طرف سے وحی نہیں ملتی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ان جزئیات میں وقتاً فوقتاً

تبدیلیاں بھی ہوا کریں گی۔

(۲) محترم غزنوی صاحب نے اپنے مقالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ

> نبی اکرمؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے اسلامی ریاست کا نظم ونسق جس طرح قائم کیا اس کی تفصیلات کتب احادیث و سیر میں بڑی تفصیل سے موجود ہیں۔ پس خلفائے راشدین نے اسلامی دستور اور قوانین کے سلسلہ میں جو فیصلے صحابہ کرام کے مشورے سے کئے ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام کا گویا اس پر اجماع ہو چکا ہے ان سے انحراف نہ کیا جائے بلکہ اس قسم کے فیصلوں کو اپنے دستوری اور قانونی فیصلوں کے لئے سند اور حجت سمجھا جائے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ صحابہ کرام نبی اکرمؐ کے فیضان صحبت سے مستفید تھے اور جو علم انہوں نے براہ راست آپ سے حاصل کیا ہے اس کی تعبیر اور تشریح میں جب سب متفق ہیں تو سمجھا جائے گا کہ یہی تعبیر و تشریح معلم کتاب و حکمت (فداہ روحی و عرضی) سے مستفاد ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کو خدا کی طرف سے وحی خفی نہیں ملتی تھی۔ لہٰذا اس سے واضح ہے کہ دین کے اصولی احکام کی جزئیات وہ لوگ بھی متعین کر سکتے ہیں جنہیں خدا کی طرف سے وحی نہ ملتی ہو۔

(۳) اور آگے بڑھئے۔ محترم غزنوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

> جن مسائل یا معاملات میں کتاب و سنت کی عبارت ایک سے زاید معانی کے متحمل ہیں اور ان میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ان کے متعلق مجلس قانون ساز کو حق دینا چاہیئے کہ وہ اپنے ماحول، مقتضیات اور مملکت کے مفاد کے پیش نظر کسی ایک تعبیر کو جسے وہ ترجیح دے، اسے قانونی شکل دے۔

آج تک بتایا یہ جاتا تھا کہ قرآن کریم میں ایسی عبارات ہیں جو ایک سے زاید معانی کی متحمل ہیں لیکن ان میں سے جو معانی احادیث میں بیان کئے گئے ہیں، ہمیں وہی معانی اختیار کرنے چاہئیں اسی بنا پر قرآن کی اس تفسیر کو صحیح قرار دیا جاتا ہے جس کی بنیاد احادیث پر ہو لیکن اب محترم غزنوی صاحب کے بیان سے معلوم ہوا کہ خود احادیث میں بھی ایسی عبارات ہیں جو ایک سے زاید معانی کی متحمل ہیں۔ اب ایسی عبارات کے لئے مجلس قانون ساز کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ جس تاویل کو مناسب خیال کرے اختیار کر کے اسے قانونی حیثیت دیدے۔ حالانکہ مجلس قانون ساز کے اراکین عام انسان ہیں جن پر نہ خدا کی وحی آتی ہے اور نہ ہی انہوں نے نبی اکرمؐ سے براہ راست علم حاصل کیا ہے۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ اختیار صرف انہیں اختلافات سے متعلق ہوگا جو اہلسنت والجماعت کے اندر پائے جاتے ہیں یا ان اختلافات پر بھی حاوی ہوگا جو (مثلاً) شیعہ اور سنیوں میں پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شکل اسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے جب شیعہ حضرات بھی (بلکہ تمام فرقوں کے مسلمان) اس پر متفق ہوں۔

(۴) محترم غزنوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ،

> وہ مسائل جن کا شریعت میں کوئی ذکر نہیں اور نہ ان کے متعلق بظاہر کوئی اصولی ہدایت موجود ہے، ان کے متعلق بھی یہ کہا جائے گا کہ یہ امور ملت کی سوچ سمجھ پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ایسے امور کے متعلق مجلس قانون ساز اپنے احوال و ظروف اور ملت کے مصالح کے پیش نظر مناسب قوانین وضع کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے اصولوں کے منافی نہ ہوں۔

یعنی کہاں یہ دعوےٰ تھا کہ ہماری شریعت میں جزئیات تک بھی پہلے سے متعین ہیں اور اب کوئی مسئلہ ایسا پیدا نہیں ہو سکتا جس کے لئے قرآن یا حدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہ ہو۔ اور کہاں اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ایسے مسائل بھی ہیں جن کے متعلق قرآن اور احادیث دونوں میں جزئی تو ایک طرف اصولی ہدایات بھی موجود نہیں۔ ہم محترم غزنوی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مسلم یہ اعتراض کرے کہ آپ کا تو یہ دعویٰ ہے کہ ہمارا دین مکمل ہے اور اس میں زندگی کے تمام مسائل سے متعلق رہنمائی موجود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ اس کے بھی معترف ہیں کہ ایسے سوال بھی ہیں جن کے متعلق ہمارے ہاں اصولی ہدایات تک بھی نہیں، تو اس اعتراض کا کیا جواب دیا جائے گا؟

(۵) ہم نے محترم غزنوی صاحب کے دستور سے متعلق بیان کردہ امور کو اس شرح وبسط سے اس لئے پیش کیا ہے کہ یہ حقیقت سامنے آ جائے کہ رفتہ رفتہ یہ حضرات بھی اپنے قدیم مسلک اور دعاوی کو چھوڑ کر کس طرح اس اصول کی طرف آ رہے ہیں جسے طلوع اسلام نے مدت ہوئی پیش کیا تھا۔ اور جس کی بنا پر اس کی اس قدر مخالفت کی گئی تھی (اور اب تک کی جا رہی ہے)۔ اصل یہ ہے کہ قرن اول کے بعد جب ہمارے دین نے "مذہب" (یعنی عقائد) کی حیثیت اختیار کر لی اس کے بعد کبھی موقعہ ہی نہیں آیا کہ عملاً دیکھا جائے کہ یہ "مذہب" زندگی کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کرتا ہے۔ چند عقائد تھے جو ہم میں نظری حیثیت سے متوارث چلے آ رہے تھے۔ ہماری تاریخ میں یہ پہلا موقعہ آیا ہے کہ یہ سوچا جائے کہ اسلامی دستور کسے کہتے ہیں اور اس کی عملی شکل کیا ہوگی۔ یعنی یہ پہلا موقع آیا ہے کہ زمانے کی ضروریات نے ہمیں یہ چیلنج دیا ہے کہ ہم ثابت کریں کہ ہمارا دین مکمل ہے اور قیامت تک کے لئے نوع انسانی کا ساتھ دے سکتا ہے۔ ہمارے ارباب شریعت اس چیلنج کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔ اور شریعت کے متعلق جو تصور انہوں نے اپنے ذہن میں قائم کر رکھا تھا وہ زندگی کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کا اہل نہیں تھا۔ اس لئے اس چیلنج کے جواب میں ان کی طرف سے پہلا ردعمل سراسیمگی اور پریشانی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وہ پریشانی اور سراسیمگی تھی جس کی وجہ سے اس سات آٹھ سال کے عرصہ میں یہ بھی طے نہ ہو سکا کہ اسلامی دستور کے اصول و مبادیات کیا ہیں۔ اور قانون سازی کے سلسلہ میں ایک اسلامی مملکت کو کہاں تک اختیار حاصل ہے اور کہاں اس کے اختیارات کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ یہ چیز بطور تحدیث نعمت عرض کی جاتی ہے کہ مبداء فیض کی کرم گستری سے طلوع اسلام کو یہ بصیرت اور توفیق نصیب ہوئی کہ یہ پریشانیٔ فکر ونظر کے اس ہجوم میں یہ صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کر سکے۔ چنانچہ اس نے واضح الفاظ میں بتایا کہ دین میں کونسی چیزیں ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہنے والی ہیں اور کونسی چیزیں ایسی ہیں جن میں زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ رد و بدل ہوتا جائے گا۔ طلوع اسلام کو اپنے اس اعلان حق کی پاداش میں بڑی صعوبت آمیز وادیوں میں سے گزرنا پڑا۔ لیکن یہ بھی اللہ کی عطا کردہ توفیق کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان دشوار گذار راستوں میں دامن استقامت کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسی کا اثر ہے کہ آج آہستہ آہستہ، اس قدر متشدد گروہ بھی اس کے پیش کردہ مسلک کی طرف اس حد تک آگے بڑھ آئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جتنے حصے میں ان حضرات کو ابھی طلوع اسلام سے اختلاف ہے۔ کچھ وقت کے بعد، جب زمانے کے تقاضے اور نمایاں طور پر ان کے سامنے آئیں گے، یہ اس میں بھی اس کے پیش کردہ مسلک سے متفق ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ مسلک اس محکم بنیاد پر استوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعین فرمایا اور جس پر رسول اللہؐ اور حضورؐ کے خلفائے راشدین نے عمل کیا۔ مختصر الفاظ میں مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم نے جن احکام میں صرف اصولی ہدایت دی ہے اس سے خدائے تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ ان احکام کی جزئیات غیر متبدل نہیں رہیں گی۔ اور اس نظام کو جو قرآن کے مطابق قائم ہوگا یہ اختیار ہوگا کہ وہ ان اصولی احکام کی جزئیات اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق خود مرتب کریں۔ سب سے پہلے یہ اہم فریضہ رسول اللہؐ نے سرانجام دیا اور حضورؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے۔ آج یہ اختیار صرف اس نظام کو حاصل ہوگا جو قرآنی احکام کو نافذ کرنے کے لئے علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگا۔ وہی یہ بتا سکے گا کہ پہلے سے متعین شدہ جزئیات میں سے کس کس میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور اسی کا فریضہ یہ ہوگا کہ جن امور میں آج مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، ان میں ایک متفق علیہ راستہ تجویز کرے اور اس طرح اُمت میں پھر وہی وحدت پیدا کر دے جو عہد رسالتمآب میں وجہ سرفرازی ملت تھی۔

(۶) محترم غزنوی صاحب نے اپنے مقالہ کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ

> اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ ریاست کے تمام مادی وسائل کو اس طرح کام میں لائے کہ ہر شہری کو (بشرطیکہ وہ کام کرنے کو تیار ہو اور وہ کام کرنے کے قابل ہو) یہ احساس ہو کہ اسے ایک معقول معیار زندگی کے مطالبہ کا حق حاصل ہے اس لئے دستور میں اس حق کو ان الفاظ کے ساتھ شامل کرنا چاہیئے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ہر شہری کا یہ حق تسلیم کرے کہ جب تک وہ کام کرنے کے قابل ہے اس کے لئے کوئی نہ کوئی صورت معاش مہیا کرے اور اگر وہ پیرانہ سالی یا مجبورانہ بے روزگاری کے باعث کسب معاش سے معذور ہو گیا ہے۔ اس کے لئے

بقدرِ ضرورت، خوراک، لباس اور مکان کا انتظام کرے۔

اس ضمن میں ہم صرف اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حکومت کی یہ اہم اور اس قدر وسیع ذمہ داری اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ ریاست کے مادی وسائل افراد کی ملکیت میں رہنے کے بجائے مملکت کی تحویل میں رہیں۔ اگر یہ وسائل پیداوار افراد کے قبضے میں رہیں تو مملکت اپنے اس قدر اہم فریضہ سے سبکدوش کس طرح ہو سکے گی؟ اس کے پاس وہ کونسے ذرائع ہوں گے جن سے وہ تمام افرادِ مملکت کی ان بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے؟

یہی طلوعِ اسلام کا مطالبہ ہے۔

علّتِ مرض

اس آٹھ سال کے عرصہ میں پاکستان میں کئی وزارتیں ٹوٹیں اور ان کی جگہ نئی وزارتیں بنیں۔ ہر جانے والی حکومت پر لوگوں نے شکرانے کے نفل پڑھے اور ہر آنے والی کا استقبال ان توقعات کے ساتھ کیا کہ وہ ان کے دکھوں کا مداوا ثابت ہو گی۔ لیکن چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ یہ توقعات فریب نفس سے زیادہ کچھ نہ تھیں۔ نئی حکومت، پرانی حکومت سے بھی بدتر ثابت ہوئی۔ چنانچہ اب اس قدر ناکام تجربوں کے بعد لوگ غیر متعلق (INDIFFERENT) سے ہو گئے ہیں اور یہ چیز قوموں کی زندگی میں بڑے خطرناک مستقبل کی علامت ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قوم مایوس ہو گئی ہے اور مایوسی، موت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ وزارتوں کی اس قدر تبدیلیوں کے باوجود ملت کی کشتی بھنور سے نکلتی ہی نہیں؟ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ ہمارے ہاں چند افراد ہیں جن کے مجموعہ کا نام "اوپر کا طبقہ" ہے۔ وزارت اور حکومت انہی چند افراد کے اندر گردش کرتی رہتی ہے۔ جسے وزارتوں کا ٹوٹنا اور بننا کہا جاتا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ان افراد کی کرسیاں بدلتی رہتی ہیں۔ جو کل سفیر تھا آج وزیر ہے۔ جب وزارت ٹوٹتی ہے تو پھر یہ کہیں سفیر بن کر بلا جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور وزیر آ جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک تھیٹریکل کمپنی میں ایکٹر دس بیس ہی ہوتے ہیں لیکن وہ کمپنی ہر شام ایک نیا کھیل اسٹیج پر پیش کر دیتی ہے۔ اس میں ہوتا یہی ہے کہ جو آج کے ڈرامے میں قاتل ہے وہ کل کے کھیل میں بادشاہ بن جاتا ہے جو کل کے کھیل میں چور تھا وہ آج کے ڈرامے میں قطب بن کر سامنے آ جاتا ہے۔

قوموں کی تقدیر ہمیشہ انہی لوگوں کے ہاتھوں سے بنتی اور بگڑتی ہے جنہیں "اوپر کا طبقہ" کہا جاتا ہے۔ اگر یہ طبقہ اچھا ہے تو قوم کی تقدیر بھی اچھی ہو گی اگر یہ بُرا ہے تو قوم بدقسمت ہو جائے گی۔ یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوپر طبقے کے اچھا اور بُرا ہونے کا معیار کیا ہے؟ قرآن نے، قصۂ حضرت طالوت کے ضمن میں اس بنیادی اصول کی طرف بڑی خوبصورتی سے اشارہ کیا ہے۔ بنی اسرائیل کی فوجوں کے لئے ایک کمانڈر کی ضرورت تھی اس کے لئے حضرت طالوت کو منتخب کر دیا گیا۔ قوم نے کہا کہ اسے کس بنا پر منتخب کر دیا گیا ہے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (۲/۲۴۷) حالانکہ اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہیں! یعنی اُن کے نزدیک معیار قیادت، دولت و امارت تھا۔ لیکن انہیں بتایا گیا کہ اس کا انتخاب اس لئے عمل میں آیا ہے کہ زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲/۲۴۷) کہ خدا نے اسے جسمانی توانائی اور علم میں فراوانی عطا کی ہے۔ یعنی معیار انتخاب علم کی زیادتی ہے۔ اور چونکہ سوال فوج کی کمان کا ہے اس لئے علم کے ساتھ جسمانی توانائی کی بھی ضرورت ہے۔ قرآن نے اس مثال سے اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ جہاں معیار قیادت مال و دولت ہو گا، قوم کو کبھی اچھی قیادت نصیب نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس جہاں معیار انتخاب علم ہو گا وہاں قیادت اچھی ہو گی۔ (واضح رہے کہ علم ایک جامع لفظ ہے جس میں زندگی اور کائنات کے تمام گوشے آ جاتے ہیں جن کی طرف کتاب اللہ راہ نمائی کرتی ہے)

ہمارے ہاں بدقسمتی سے، معیار انتخاب مال و دولت قرار پا گیا اور علم کو کسی نے پوچھا ہی نہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ہمارا "اوپر کا طبقہ" بالعموم دولت مندوں پر مشتمل ہے جن کے لئے علم کی کوئی شرط نہیں۔ یہ طبقہ تشکیل پاکستان سے پہلے بھی دوسروں کی نسبت امیر تھا اور قیام پاکستان کے بعد دولت کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں۔ دولت کی بناء پر یہ لوگ پہلے اوپر آ گئے تھے اور اب اسی دولت کے بل بوتے پر یہ پورے اقتدار کو اپنے حلقے کے اندر رکھے ہوئے ہیں۔ چونکہ حکومت کی کرسیاں کم ہیں اور ان لوگوں کی تعداد زیادہ، اس لئے ہوتا یہ ہے کہ جن لوگوں کے حصے میں کرسی نہیں آتی وہ کرسی نشینوں کی ٹانگ کھینچنے کے درپے رہتے ہیں اور جب اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو انہیں کرسیوں سے اتار کر ان کی جگہ خود لے لیتے ہیں۔ بس اسی کا نام ہے وزارتوں کی تبدیلی۔

یاد رکھئے! جب تک آپ کے ہاں یہی سلسلہ جاری رہے گا، قوم کی حالت کبھی سدھر نہیں سکے گی۔ اس کی حالت اسی صورت میں سدھر سکے گی کہ معیار انتخاب، دولت کی بجائے جوہرِ ذاتی قرار پا جائے۔ جس قوم میں جوہرِ ذاتی کی قدر نہ ہو وہ قوم کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

منافقت

دورِ حاضر کی میکیاوُلی سیاست کا طرۂ امتیاز منافقت ہے جو فرد یا گروہ منافقت کو خوبصورتی سے نباہ سکتا ہے وہی سب سے زیادہ کامیاب ہے۔ ہمارے ہاں یہ منافقت اگرچہ زندگی کے تمام شعبوں پر چھائی ہوئی ہے لیکن ایک گوشہ ایسا ہے جہاں یہ اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ آپ اپنے ہاں کے لیڈروں سے تنہائی میں ملئے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ مُلّا کو گالیاں دیں گے۔ اُن کا موضوعِ سخن ہی یہ ہو گا کہ اس طبقہ نے قوم کو تباہ و برباد کر دیا ہے یہ ہمیں ہزار سال پیچھے لیجانا چاہتے ہیں۔ ان کی ہر بات میں دنیا کو سنت اور ہر تجویز میں رجعت پسندانہ مسلک جھلک رہا ہوتا ہے۔ یہ بہروپئے طرح طرح کے بھیس بدل کر جہلا کو اپنے دامِ فریب میں مبتلا رکھتے ہیں اور اس طرح اپنا اُلّو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہر خلوت میں ان کا انداز یہی ہو گا۔ لیکن یہ اپنے ہر اجتماع اور ہر تقریب میں انہی مولویوں کو دعوت دیں گے۔ ان سے گہری عقیدت مندی کا اظہار کریں گے۔ ان سے گھل مل کر باتیں ہوں گی جن میں کہا جائے گا کہ آپ کی پیشوائیت کے بغیر ہماری نجات ہی نہیں ہو سکتی۔

دوسری طرف ان مولوی صاحبان کی یہ حالت ہے کہ یہ اپنی مجلسوں میں ان لیڈروں کو گالیاں دیں گے۔ انہیں فاسق و فاجر قرار دیں گے۔ ان کے شراب کے پیالوں کو بڑھ بڑھ کر اچھالیں گے اور ان کے رقص و سرود کی محفلوں کو عریاں کریں گے۔ لیکن ان اجتماعات میں ان سے گرمجوشی سے مصافحے کریں گے۔ ان کے پہلو میں بیٹھنے کی کوشش کریں گے اور کیمرے والے کی طرف اس زاویے سے کھڑے ہوں گے جس سے ہر تصویر دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ کون بزرگ ہیں جن سے گورنر جنرل اس تپاک سے مل رہے ہیں اور وزیرِ اعظم اس انہماک سے مصروفِ گفتگو ہیں۔ دونوں جانتے ہیں کہ یہ منافقت ہے لیکن دونوں قوم کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (۲/۹) ...... یہ غیر شعوری طور پر خود اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور دل میں خوش ہوتے ہیں کہ اسے کوئی نہیں سمجھتا۔ حالانکہ جنہیں خدا نے آنکھیں دی ہیں اُنہیں صاف نظر آ رہا ہوتا ہے کہ

دونوں کے دل میں چور ہے، بیٹھے ہیں سامنے
وہ دل لئے ہوئے یہ تمنا لئے ہوئے

افغانستان کا فتنہ

افغانستان آٹھ سال سے اپنے آغوش میں جس فتنے کی پرورش کر رہا ہے اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بعراتِ اس کا ناسور پوری طرح ابھر چکا ہے لیکن آئے روز کے واقعات جس وضاحت سے اس کے خدوخال ابھار رہے ہیں اس کے پیشِ نظر ضرورت اس امر کی ہے کہ اس فتنہ کو اچھی طرح سمجھا جائے اور اس کا کلی استیصال کیا جائے کیونکہ اب یہ معاملہ پاکستان اور افغانستان کا نہیں رہا، بلکہ پورے مشرقِ وسطیٰ کا ہو گیا ہے۔ اگر اس فتنے کی بروقت سرکوبی نہ کی گئی تو یہ اوّل درجے کا عالمی مسئلہ بن جائے گا۔ افغانستان نے پختونستان کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے وہ مرض نہیں اس کی علامت ہے جو مرض افغانستان کے جسدِ سیاست کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے وہ کہیں گہرا ہے۔ جہاں تک نام نہاد پختونستان کا تعلق ہے، حکومت افغانستان نے پہلے یہ مطالبہ کیا کہ وہ صرف یہ چاہتی ہے کہ سابقہ شمال مغربی سرحدی صوبے کا نام بدل کر "پختونستان" رکھ دیا جائے۔ اس مطالبہ کی لِم کچھ بھی ہو یہ سراسر احمقانہ مطالبہ تھا اور کوئی مہذب حکومت کسی ہمسائے سے اس قسم کا مطالبہ نہیں کرے گی۔ بعد میں اس مطالبہ نے نئی صورت اختیار کر لی اور اسے ایک نئی مملکت قرار دیا جانے لگا۔ قطع نظر اس سے کہ ایسی مملکت کا تصور یکسر بے معنی اور ناقابلِ عمل ہے، اگر اس پر ذرا بھی غور کیا جائے

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ خود افغانی باشندوں کو یہی حق کیوں نہ دیا جائے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ اگر نئی مملکت کی اساس پشتو زبان کو بنایا جائے تو پشتو بولنے والوں کی تعداد افغانستان کے مقابلے میں پاکستان میں زیادہ ہے اور افغانستان کے عوامی وارث ایسے ہیں کہ انہیں دیکھ کر وہاں کے پختون پاکستان میں شامل ہونا پسند کریں گے۔ نیز افغانستان کے فارسی بولنے والوں کو موقع ملے تو وہ ایران کے فارسی بولنے والوں سے ملنا چاہیں گے۔ واضح رہے کہ ہمارے نزدیک لسانی نسبتیں محض تعارف کے لئے ہیں اور وہ ملت کی اساس نہیں بن سکتیں، لیکن اگر افغانستان کا مطالبہ یہی ہے تو جس بنا پر وہ پختونستان کا مطالبہ کر رہا ہے اسی بنا پر اس کا اپنا نقشہ بھی بدل جاتا ہے۔

دراصل جیسا کہ ہم نے ابھی لکھا ہے یہ مرض نہیں علامتِ مرض ہے۔ اصلی مرض ملوکیت ہے جس نے افغانی روح کو کچل کے رکھ دیا ہے۔ اس نے جسد افغانستان سے اس طرح خون چوس لیا ہے کہ اب سیاست کا دار و مدار شاہی ٹولے پر رہ گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب کسی ملک کی قسمت ایسے گروہ کے ہاتھ میں آجاتی ہے جو اس کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ اتفاق سے اسے ہتھیا لیتا ہے تو اس ملک کا اللہ ہی مالک ہوتا ہے۔ یہی حال افغانستان کا ہو رہا ہے وہاں کی معیشت تباہ ہے اور جو اس کے ذمہ دار ہیں وہ اختیارات سے اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں اور قوم کی توجہ کو اپنے جرائم سے ہٹانے کے لئے ان کے سامنے غیر ملکی ہوّے کھڑے کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ وہاں چند شخصوں کو ہاتھ میں لینے سے سارا ملک ہاتھ میں آجاتا ہے۔ اس لئے اعدائے اسلام کے لئے ریشہ دوانیاں کرنا آسان ہو گیا ہے۔ اب تک ہندوستان اس میں پیش پیش تھا اس نے کشمیر پر قبضہ کیا اور افغانستان پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے تاکہ پاکستان محصور ہو جائے۔ کشمیر میں اپنی حالت مخدوش دیکھ کر اب وہ افغانستان کو اکسا رہا ہے کہ وہ پاکستان کو الجھائے تاکہ وہ کشمیر پر پوری توجہ صرف نہ کر سکے۔ افغانستان یوں تو پاکستان کو الجھائے رکھنے کے لئے طرح طرح کی حرکات مذبوحی کرتا رہا ہے لیکن اب اس نے مزید اہتمام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس کے ہوائی جہاز پاکستانی سرحدوں کے اندر ایک سے زیادہ مرتبہ پرواز کر چکے ہیں اور اس کے جاسوس کئی جگہ تخریبی کام کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں۔ گویا اب افغانستان پاکستان کے خلاف ایک قسم کی جنگ کی طرح ڈال رہا ہے۔ ویسے تو وہ اس جنگ کے تقاضوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکتا لیکن اب صورتِ حال مختلف ہو گئی ہے۔ اب روس بھی کھلم کھلا سامنے آگیا ہے۔ اب افغانستان کو اس کی شہ ہی نہیں بلکہ عملی مدد بھی حاصل ہے۔ روس افغانستان کو اس لئے مدد دے رہا ہے کہ وہ اس طرح اپنے اثر و رسوخ کا دائرہ بڑھا کر معاہدۂ بغداد کی توسیع کو بھی روکے اور اس کے اثر کو بھی کم کرے۔ اب ضرورت ہے کہ افغانستان کو اس پس منظر میں دیکھا جائے اور اس کا علاج کیا جائے۔ ہمارے سامنے دوگونہ مسئلہ ہے ایک یہ کہ افغانستان کے فتنے کی شرارت کو ختم کیا جائے اور دوسرے یہ کہ اسے روس کے آہنی پردے کے پیچھے جانے سے بچایا جائے۔

ابھی دنوں ہمارے گورنر جنرل جناب اسکندر مرزا نے اس سلسلہ میں بڑی عمدہ تجویز پیش کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ چونکہ افغانستان معاشی مشکلات میں مبتلا ہے اس لئے پاکستان اس کے لئے تیار ہے کہ مذاکرات باہمی سے ان مشکلات کی حل کی تدابیر سوچے اور ان کے حل میں مدد دے۔ گول میز کانفرنس کی یہ تجویز اس لئے معقول ہے کہ اس طرح مل کر ہی ان مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے۔ گو ہمیں اس کا افسوس ہے لیکن اس پر حیرت نہیں ہوئی کہ افغانستان نے اس تجویز کو مسترد کر دیا ہے۔ جو طاقتیں اس کی پیٹھ ٹھونک رہی ہیں وہ یقیناً اسے گوارا نہیں کریں گی کہ افغانستان پاکستان سے سر جوڑ کر بیٹھے اور اپنی مشکلات کا حل تلاش کرے۔ اگرچہ اس تجویز کو جس طرح افغانستان نے رد کر دیا ہے۔ اس سے بات ختم ہو جاتی ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بات یوں ختم کرنے کی نہیں۔ افغانستان کا فتنہ مشرق وسطےٰ کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ اس لئے جملہ ممالک پر بالعموم اور معاہدین بغداد پر بالخصوص یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کا تدارک کریں۔ یاد رہے کہ تدارک کی تدابیر میں وقت کا پہلو بڑا اہم ہے۔ جو کچھ کیا جا سکتا ہے وہ فوراً کرنا چاہیئے۔ ورنہ جب پانی سر سے گزر جائے گا تو کچھ کئے نہیں بنے گی۔ افغانستان کے معاملہ میں کئی مسلم ممالک اس سے پہلے بھی دلچسپی لے چکے ہیں۔ سعودی عرب نے اور مصر نے پرچم کے جھگڑے کو نپٹانے کے لئے بڑی جان فشانی سے کام کیا تھا۔ انہوں نے جس جذبے کے تحت یہ کچھ کیا تھا آج اس جذبے کے مزید امتحان کا وقت آگیا ہے اسی طرح ایران اور ترکی نے بھی اس سلسلہ میں کافی دلچسپی لی تھی۔ یہ دونوں ممالک معاہدۂ بغداد میں شریک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بغداد کونسل میں پاکستان کے ایما پر افغانستان کا مسئلہ بھی زیر بحث لایا گیا تھا۔ اگر بغداد کونسل نے اس فتنے کو اس طرح بڑھنے دیا تو جس دفاعی تنظیم کو معرض وجود میں لایا جا رہا ہے اس کی بنیادیں کمزور رہ جائیں گی۔ اگر پورے عالم اسلامی نے بالفرض اس فتنے کا احساس نہ کیا تو ہمیں امید ہے کہ کم از کم معاہدین بغداد اپنے فریضہ کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کریں گے ہمیں یہ بھی توقع ہے کہ پاکستان تمام معاہدین پر اس خطرے کی اہمیت واضح کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گا اور انہیں عملی اقدام پر آمادہ کرے گا کیونکہ اب وقت تماشہ دیکھنے کا نہیں رہا۔

خدا مسلمانوں کو اس فتنے سے محفوظ رکھے جس کا نتیجہ ایک کا ہاتھ اور دوسرے کا گریبان ہو۔

شاہ سعود کا دورۂ ہند

شاہ سعود ان دنوں ہندوستان کا دورہ فرما رہے ہیں۔ ہمیں اصولاً اس پر اعتراض نہیں۔ انہیں کسی بھی ملک میں جانے کا پورا اختیار حاصل ہے لیکن بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے اثرات دور رس ہوتے ہیں اور ان کو نظر انداز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب پچھلے دنوں آپ کے متعلق یہ خبر آئی کہ آپ مقبوضہ کشمیر بھی تشریف لیجائیں گے تو ہم نے ان پر یہ واضح کرنا ضروری سمجھا تھا کہ اس میں کیا خطرات مضمر ہیں اور اس کا پاکستان میں بالخصوص اور عالم اسلامی میں بالعموم کیا مفہوم سمجھا جائیگا۔ آج بھی ہم ان کے دورے سے متعلق لب کشائی کی جرأت کر رہے ہیں تو اس کی وجہ بھی رہی ہے جو مقبوضہ کشمیر کے دورے کی مخالفت کرنے کی محرک بنی تھی۔

شاہ سعود ایسے حکمران سے یہ حقیقت یقیناً مخفی نہیں ہو سکتی کہ ہندوستان نے کن کن حیلوں سے پاکستان کو معرض وجود میں آنے سے روکا اور جب وہ متشکل ہو گیا تو کن کن سازشوں سے اسے ختم کرنا چاہا۔ اس نے یہ کچھ اس لئے کیا کہ وہ یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ ایک ایسی اسلامی مملکت بن جائے جو عالم اسلامی کے استحکام کا باعث بن سکے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ کوشاں رہا ہے کہ پاکستان کے روابط ممالک اسلامیہ سے استوار نہ ہو سکیں۔ پاکستان نے عالم اسلامی کی وحدت کے لئے اب تک جو کچھ کیا اس میں اسے قدم قدم پر ہندوستان کے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ ایسے حقائق ہیں جو کسی مبصر آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو سکتے۔ اس پس منظر میں جب شاہ سعود نے ہندوستان کے دورے کا فیصلہ کیا تو ہمیں چنداں خوشی نہیں ہوئی تھی لیکن ہم نے اس پر خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ اب خاموشی سے بات نہیں بن سکتی اور اب سینے پر پتھر رکھ کے حرفِ شکایت زبان پر لانا ہی ہوگا۔ ہم فی الحال دہلی کی ایک تقریب کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس کی جو روئیداد اخبارات میں شائع ہوئی ہے اس میں شاہ موصوف کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہندوستان میں تمام فرقوں سے انصاف اور مساوات کا سلوک ہو رہا ہے۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ نے کن معلومات کی بنا پر یہ رائے قائم کی اور کن مصالح کی بنا پر اس کے اظہار کی ضرورت محسوس کی جہاں تک اس سلوک کا تعلق ہے اسے پاکستان سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ پاکستان ہی اس کا واحد نشانہ رہا ہے۔ اس "حسن سلوک" ہی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان آٹھ سال سے مہاجرین کی آبادکاری کے کمر توڑ فریضہ سے فارغ نہیں ہو سکا ان کی آمد کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

جب شاہ سعود پاکستان تشریف لائے تھے تو وہ مہاجرین کے حالِ زار کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ انہوں نے ان کے لئے اتنی خاطر خواہ رقم عطا فرمائی تھی کہ آج ان کے نام سے ایک مہاجر کالونی کی بنا پڑ چکی ہے۔ سعود مہاجر کالونی زندہ ثبوت ہے اس "سلوک" کا جو ہندوستان نے مسلمانوں سے روا رکھا۔ سعود مہاجر کالونی کی خاک کا ایک ایک ذرہ اس "سلوک" کی داستان کا حامل ہے۔ اس شہادت کا بطلان ناممکن ہے۔ لیکن شاہ موصوف دہلی پہنچ کر یہ فرما رہے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں سے بھی انصاف اور مساوات کا سلوک ہو رہا ہے۔ اب ہندوستان مکہ اور مدینہ کے اس حاکم اعلیٰ کا یہ ارشاد ساری دنیا کے سامنے بطور سند پیش کرے گا۔

ہم شاہ سعود کو یہ بھی جتلانے کی جسارت کرتے ہیں کہ آپکے ورود فرمائے ہندوستان ہونے سے چند دن پیشتر یو۔ پی کے وزیر اعلیٰ مسلمانوں کو یہ مشورہ دے چکے تھے کہ وہ عرب کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں۔ ہندوؤں کی طرف سے یہ مشورہ ایک عرصے سے مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے لیکن اب ۲۴ ہندو حکومت نے بھی یہ مشورے دینے شروع کر دیئے ہیں۔ ڈاکٹر سمپورنانند کا یہ مشورہ پنڈت نہرو کے نوٹس میں لایا گیا تو انہوں نے اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اسے حق بجانب ثابت کیا۔ آج اسی پنڈت نہرو سے رابطہ پیدا کئے جا رہے ہیں اور

[illegible]

اسلام کی سرگزشت

عربوں کی حیات عقلیہ اور اس کے مظاہر سے گفتگو کرنے کے بعد یہ بتایا جا چکا ہے کہ عربوں کی عقلیت جاہلیہ اور عقلیت اسلامیہ میں کتنا فرق تھا آج کی فرصت میں ان دونوں عقلیتوں کے تصادم و تزاحم سے جو نتائج برآمد ہوئے ان سے گفتگو کی جائے گی۔

اس کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ عرب کے یہ باشندے اسلام سے کس حد تک متاثر ہوئے تھے؟ کیا محض ان کے اسلام میں داخل ہو جانے سے جاہلیت کی یہ تعلیمات اور جاہلیت کے یہ رجحانات بالکلیہ ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا بالکل نہیں ہوا۔ ادیان اور آراء کی تاریخ اس کے امکان کا قطعاً انکار کرتی ہے نئے اور پرانے رجحانات، پرانے دین اور نئے دین کے درمیان عرصۂ دراز تک نزاع قائم رہتی ہے۔ اور نئی چیز پرانی چیز کی جگہ پر آہستہ آہستہ اور تدریجاً ہی جا کرتی ہے۔ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ پرانی چیزیں یکسر مٹ جائیں۔ یہی کچھ جاہلیت اور اسلام کے درمیان میں ہوا۔ وقتاً فوقتاً جاہلی رجحانات ظاہر ہوتے رہتے اور اسلامی رجحانات سے نبرد آزما ہوتے تھے۔ ایک عرصۂ دراز تک یہی صورت قائم رہی ہے۔

اس نبرد آزمائی کے کچھ مظاہر ہم بیان کرتے ہیں۔

اسلام آیا اور اس نے قبائلی اور جنسی تعصب کو مٹانے کی کوشش کی۔ اس نے لوگوں کو اس خیال کی طرف دعوت دی کہ تمام انسان سب کے سب برابر ہیں۔" اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ خدا کے نزدیک تم میں سے شریف تر وہ ہے جو قوانین خداوندی کی زیادہ نگہداشت کرتا ہو۔ حدیث میں ہے کہ سارے مومن بھائی بھائی ہیں۔ سب کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ ان کا ادنیٰ ترین آدمی بھی جسے چاہے پناہ دے سکتا ہے اور وہ اپنے مخالفین کے مقابلہ میں ایک اجتماعی طاقت ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ "لوگو! خدا نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادوں پر فخر و غرور دور کر دیا ہے۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت اگر ہو سکتی ہے تو صرف قوانین الٰہی کی نگہداشت سے ہو سکتی ہے۔ نیز مسلم نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلعم نے فرمایا" جس نے گمراہی کے جھنڈے تلے جنگ کی جبکہ وہ کسی عصبیت کی خاطر غضبناک ہو رہا ہو یا عصبیت کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہو یا کسی عصبیت کی مدد کر رہا ہو اور اس حالت میں قتل ہو جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرا" رسول اللہ صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرما دیا تھا۔ جبکہ قدیم زمانہ سے اہل مکہ اور اہل مدینہ کے درمیان دشمنی اور عداوت چلی آتی تھی۔

ان تعلیمات کے باوجود عصبیت کا رجحان مٹ نہیں گیا تھا جب کبھی عصبیت کو بھڑکانے والی کوئی چیز ظاہر ہو جاتی تھی تو یہ عصبیت پوری قوت کے ساتھ سر اٹھا کر کھڑی ہو جاتی تھی۔ غزوۂ بنی مصطلق کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ذرا اسے دیکھو کہ رسول اللہ صلعم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے۔ راستہ میں کسی مہاجر مسلمان نے ایک انصاری مسلمان کو پیچھے سے دھکا دیدیا۔ دونوں میں لڑائی ٹھن گئی حتیٰ کہ انصاری نے جماعت انصار کو مدد کے لئے پکارا اور مہاجر نے جماعت مہاجرین کو نبی اکرم صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا تم لوگوں کو کیا ہو گیا کہ جاہلیت کی پکاروں پر تم لوگ دوڑ پڑتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ایک مہاجر آدمی نے ایک انصاری کو دھکا دیدیا ہے اس پر لوگ دوڑے جا رہے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس بات کو چھوڑ دو۔ ایسی باتوں میں سے گندگی کی بو آتی ہے۔ اس پر عبداللہ ابن ابی بن سلول (منافقین کے سرغنہ) نے کہا لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ اگر ہم خیریت کے ساتھ مدینہ لوٹ گئے تو دیکھنا، وہاں جا کر جو لوگ معزز ہوں گے (یعنی انصار) وہ ذلیل لوگوں (مہاجرین) کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے۔

تم نے دیکھا کہ ذرا سے معمولی نزاع سے جو ایک بہت ہی معمولی سی بات پر شروع ہوا تھا کس طرح لوگوں کو بھڑکا دیا اور جاہلی رجحان کی طرف دعوت دیدی اور پھر کس طرح مکی اور مدنی عصبیتوں کو از سر نو یاد دلا دیا؟

جب خلافت بنو اُمیہ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو پرانی عصبیت پھر اسی حالت پر لوٹ آئی جیسا کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں ہوا کرتی تھی۔ بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے درمیان زمانۂ اسلام میں بھی تقریباً وہی عصبیت موجود تھی جو زمانۂ جاہلیت میں ہوا کرتی تھی۔ بنو امیہ والے اپنے تدبر، علم، خطباء اور شعراء کی کثرت پر فخر کیا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں بنو ہاشم بھی اپنی یہی خصوصیات پیش کرتے تھے۔ ان کا یہ جھگڑا اور مفاخرت زمانۂ جاہلیت کی باہمی منافرت کی سچی تصویر ہوا کرتی تھی۔[1]

اس کے ساتھ ہی زمانۂ اسلام میں عدنانی اور قحطانی قبائل میں بھی پرانی نزاع زندہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ دونوں قبائل میں ملک کے ہر حصہ میں دشمنی عداوت بلکہ جنگ و جدال کا بازار گرم تھا۔ اگرچہ مختلف علاقوں میں ان کے نام ذرا مختلف تھے مثلاً خراسان کے اندر بنو ازد اور بنو تمیم کے مابین جنگ برپا تھی۔ ان میں سے بنو ازد یمنی ہیں اور دوسرے عدنانی ہیں۔ شام کے علاقہ میں بنو کلب اور بنو قیس میں معرکہ کارزار گرم تھا جن میں سے بنو کلب یمنی (یعنی قحطانی) ہیں اور بنو قیس عدنانی ہیں۔ یہی حالت اندلس میں تھی۔ اور بعینہٖ یہی کچھ عراق میں ہو رہا تھا۔ ابن ابی الحدید نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے آخری عہد میں اہل کوفہ مختلف قبائل پر مشتمل تھے۔ ایک آدمی اپنے قبیلہ کے محلے سے نکلتا اور کسی دوسرے قبیلہ کے محلہ پر سے گزرتا۔ اپنے قبیلہ کا نام لے کر پکارتا۔ اے قبیلۂ نخع! یا اے قبیلۂ کندہ! تو اس پر اس قبیلہ کے نوجوان جس پر وہ گذر رہا ہوتا تھا اس پر بھڑک اٹھتے اور وہ اپنے قبیلہ کو پکارنے لگتے۔ اے قبیلۂ بنو تمیم! یا اے قبیلۂ بنو ربیعہ! لوگ اس پکارنے والے کی آواز پر دوڑ پڑتے اور اس شخص کو پیٹ ڈالتے۔ پٹ پٹا کر یہ اپنے قبیلہ میں پہنچتا اور انہیں مدد کے لئے پکارتا۔ طرفین سے تلواریں سونت لی جاتیں اور فتنہ بھڑک اٹھتا۔[2]

---

[1] شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۳۰۶ میں دونوں فریقوں کے بیانات پڑھئے جس سے معلوم ہوگا کہ وہ کن باتوں پر فخر کر رہے ہیں۔

[2] شرح ابن ابی الحدید جلد دوم۔

طلوعِ اسلام

دسمبر کے آخر تک ہفتہ وار شائع ہوگا۔ اور اس کے بعد یکم فروری کو ماہنامہ کا پہلا پرچہ آپ کے پاس پہنچے گا۔

(۲) ہفتہ وار خریداران کا حساب، ماہنامہ کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔

(۳) جن احباب نے ہفتہ وار طلوع اسلام کے لئے ہمیں کوئی مالی امداد دی تھی۔ (خواہ وہ پانچ روپے ہی کیوں نہ تھی) ہم نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ تا حین حیات طلوع اسلام، ان کی خدمت میں بلا قیمت حاضر ہوتا رہے گا۔ ہمارا یہ وعدہ بدستور قائم ہے۔

ان کی خدمت میں

ماہنامہ بھی

بلا قیمت پہنچتا رہے گا۔ وبیدہ التوفیق۔

اسبابِ زوالِ امت

از پرویز

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

درسِ بخاری

(۴)

بسلسلۂ سابقہ صحیح بخاری کی منتخب احادیث بلا تبصرہ پیش کی جا رہی ہیں۔ احادیث کا ترجمہ مرزا حیرت صاحب دہلوی کا کیا ہوا ہے۔ حوالہ کے لئے اوپر صفحہ کا نمبر دے دیا گیا ہے۔ اور نیچے حدیث کا نمبر ہے۔

(۱۳۴/۴۹۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی میں جب وہ سو جاتا ہے۔ تین گرہ دے دیتا ہے۔ ہر گرہ کی جگہ پر یہ پھونک دیتا ہے عَلَیْکَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ فَارْقُدْ پس اگر وہ شخص بیدار ہوا۔ اور اس نے اللہ کو یاد کیا۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو کر لیا تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر اس نے نماز پڑھ لی تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں پس وہ صبح کو (نماز کے لئے) فرحت کے ساتھ شگفتہ خاطر اٹھتا ہے۔ ورنہ صبح کو کبیدہ خاطر اور کسلمند اٹھتا ہے۔

(۱۳۵/۵۰۲) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آفتاب کا کنارہ طلوع کر آئے تو تم نماز کو ترک کر دو۔ یہاں تک کہ وہ پورا طلوع ہو جائے۔ اور جب آفتاب کا کنارہ غروب ہو جائے تو تم نماز کو ترک کر دو۔ یہاں تک کہ وہ پورا غروب ہو جائے۔ اور تم اپنی نمازیں نہ طلوع آفتاب کا وقت کرنے دو نہ غروب کا۔ اس لئے کہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں طلوع کرتا ہے۔

(۱۳۶/۵۱۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ سامنے آ جاتا ہے۔ بعد اس کے جب اقامت کہی جاتی ہے۔ تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آ جاتا ہے۔ اور انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے فلاں بات اور فلاں بات یاد کرو۔ یہاں تک کہ اس شخص کو یاد نہیں رہتا کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار پس جب کسی کو یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار رکعتیں تو اسے چاہیئے کہ سجدہ سہو کرے۔

(۱۳۷/۵۱۷) حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمائی شیطان (کے حرکات میں) سے ہے پس جبکہ تم میں سے کسی کو جمائی (انگڑائی) آئے تو حتی الامکان وہ اس کو روکے کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص جمائی (لیتے وقت) ہا کہتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

(۱۳۸/۵۲۲) حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی شخص خواب سے جاگے تو وضو کرے۔ اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرے کیونکہ شیطان اس کی ناک میں شب کو رہتا ہے۔

(۱۴۳/۵۵۲) حضرت ابو ہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا۔ اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کی خیانت کرتی۔

(۱۴۹/۵۷۱) حضرت ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ برہنہ پا۔ برہنہ بدن بغیر ختنہ کے حشر کئے جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ اور قیامت کے دن سب سے پہلے جسے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم ہیں اور اس دن میرے چند صحابہ بائیں جانب سے لئے جاتے ہوں گے۔ میں کہوں گا یہ تو میرے صحابہ ہیں یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ پھر اللہ فرمائے گا کہ یہ لوگ اپنے پچھلے دین پر لوٹ گئے تھے جب سے آپ ان کے پاس سے جدا ہوئے۔ پس میں کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (یعنی عیسیٰ) نے کہا تھا وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ الی قولہ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

(۱۶۱/۹۱۱) حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایک دن اس حال میں کہ ایوب برہنہ نہا رہے تھے کہ ان پر بہت سی ٹڈیاں سونے کی گریں تو ان کو بٹور بٹور کے اپنے کپڑوں میں رکھنے لگے تو ان کے پروردگار نے انہیں آواز دی کہ اے ایوب کیا میں نے تمہیں اس چیز سے جس کو تم دیکھ رہے ہو بے پروا نہیں کر دیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار مگر تیری برکت سے بے پروائی نہیں ہے۔

(۱۶۲/۹۱۲) حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شب میں مجھے معراج ہوئی ہے مجھے دو پیالے دیئے گئے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ جبریل نے کہا ان دونوں میں جو چاہیئے پیجئے۔ تو میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ اور اس کو پیا تو جبرئیل نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ ہاں اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

(۱۴۶/۹۵۱) حضرت عبادہ (بن صامتؓ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص اس بات کی شہادت دے کر اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس بات کی کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف پہنچایا۔ اور اس کی روح ہیں اور اس بات کی کہ جنت حق ہے۔ دوزخ حق ہے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا چاہے وہ جس قسم کے اعمال کرتا ہو۔

(۱۵۱/۹۶۲) حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یقیناً تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی پیروی کرو گے بالشت بر بالشت اور گز بر گز یہاں تک کہ اگر وہ کسی سوسمار کے سوراخ میں گئے ہوں گے۔ تو تم بھی ان میں جاؤ گے ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (پہلے لوگوں سے) کیا یہود و نصاریٰ (مراد ہیں) آپ نے فرمایا (وہ مراد نہیں) تو پھر کون۔

(۱۵۲/۹۹۶) حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ ایک شخص اپنی ازار تکبر سے لٹکاتا ہوا جا رہا تھا۔ زمین میں دھنس گیا۔ اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہوا چلا جائے گا۔

(۲۴۲/۱۰۷۱) ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ خدیجہ کی وفات تین برس اس سے پہلے ہو گئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کریں۔ پس آپ نے دو برس اس کے بعد یا قریب اس کے توقف کیا۔ پھر عائشہ سے نکاح کر لیا اور وہ (اس زمانہ میں) چھ برس کی تھیں۔ بعد اس کے آپ نے ان سے زفاف کیا اور وہ نو برس کی تھیں۔

مقام حدیث (دو جلدوں میں) قیمت فی جلد چار روپے

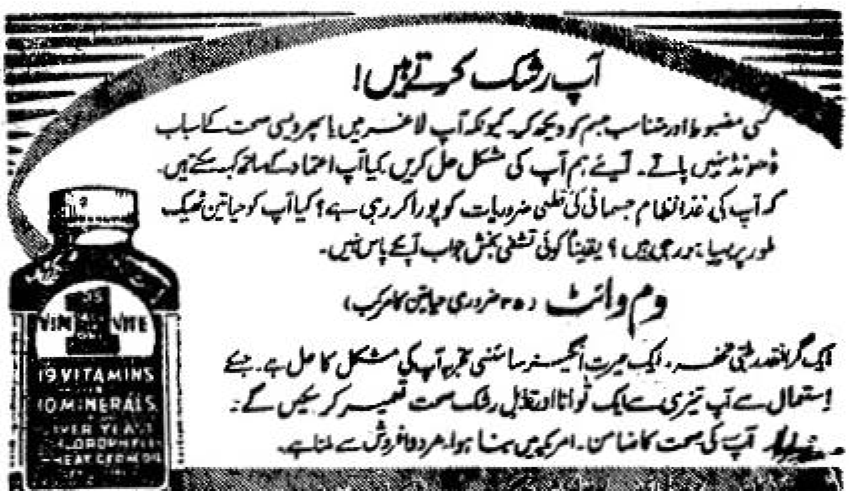

مجلسِ اقبال

مثنوی اسرارِ خودی

بابِ پنجم (مسلسل)

ایک دن کا ذکر ہے کہ بوعلی قلندر کا ایک مرید بازار کی طرف گیا

عاملِ آں شہری آمد سوار
ہم رکابِ او غلام و چوب دار

اتفاق سے اس شہر کا گورنر سامنے سے آرہا تھا اس کے جلو میں اس کے غلام اور چوبدار تھے۔

پیش رو زد بانگ اے ناہوشمند
بر جلو داران عامل رہ مبند

اس افسرانہ جلوس کے آگے آگے جو چوب دار راستہ صاف کرنے پر متعین تھا اس نے اس فقیر کو آواز دی اور کہا کہ راستے سے ایک طرف ہٹ جا شاہانہ سواری آرہی ہے۔

رفت آں درویش سر افگندہ پیش
غوطہ زن اندر یم افکارِ خویش

لیکن وہ درویش اپنے خیالات کی دنیا میں اس قدر غرق تھا کہ اسے اِن دآں کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس نے چوبدار کی اس آواز کو سنا تک نہیں اور اسی طرح سر جھکائے آگے بڑھتا چلا گیا۔

چوبدار از جامِ استکبار مست
بر سرِ درویش چوبے خود شکست

چوبدار آگے بڑھا اور زور سے ایک ڈنڈا اس درویش کے سر پر مارا

از رہِ عامل فقیر آزردہ رفت
دل گراں ناخوش و افسردہ رفت

وہ درویش اس چوبدار کی اس حرکت سے بہت دل گیر ہوا اور

در حضورِ بوعلی فریاد کرد
اشک از زندانِ چشم آزاد کرد

روتا ہوا حضرت بوعلی قلندر کے پاس گیا اور ان سے اس چوبدار کے ظلم کے خلاف فریاد کی۔

صورتِ برقے کہ بر کہسار ریخت
شیخ سیلِ آتش از گفتار ریخت

شیخ قلندر نے جب اپنے درویش سے یہ ماجرا سنا تو جس طرح پہاڑ پر بجلی گرتی ہے اس طرح غضب میں آگئے

از رگِ جاں آتشِ دیگر کشود
با دبیرِ خویش ارشادے نمود

وہ غصہ میں آئے اور اپنے منشی سے کہا کہ

خامہ را برگیر و فرمانے نویس
از فقیرے سوئے سلطانے نویس

قلم اٹھاؤ اور ایک فقیر کی طرف سے ایک سلطان کو خط لکھو اور اس میں تحریر کرو کہ

بندہ ام را عاملت بر سر زدہ است
بر متاعِ جانِ خود اخگر زدہ است

تیرے گورنر نے میرے مرید کے سر پر ڈنڈا مارا ہے۔ اس نے اس کے سر پر یہ ڈنڈا نہیں مارا بلکہ یوں سمجھئے کہ خود اپنی متاعِ جان میں ایک چنگاری ڈال دی ہے جو اسے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے گی۔

باز گیر ایں عاملِ بدگوہرے
ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگرے

اس بدنہاد گورنر کو واپس بلالو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تمہاری بادشاہت کسی اور کو دیدوں گا۔

نامۂ آں بندۂ حق دستگاہ
لرزہ ہا انداخت در اندامِ شاہ

اس بندہ حق کے خط سے بادشاہ کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔

پیکرش سرمایۂ آلام گشت
زرد مثلِ آفتابِ شام گشت

اس کا دل کرب و اضطراب کی آماجگاہ بن گیا اور اس کا چہرہ زرد ہوگیا۔

بہرِ عامل حلقۂ زنجیر جست
از قلندر عفوِ ایں تقصیر جست

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس گورنر کو زنجیروں میں جکڑ کر پیش کیا جائے اور دوسری طرف شاہ بوعلی قلندر سے اس تقصیر کی معافی کی تدبیر سوچی۔

خسرو شیریں زباں رنگیں بیاں
نغمہ ہائش از ضمیرِ کن فکاں
فطرتش روشن مثالِ ماہتاب
گشت از بہرِ سفارت انتخاب

سوال یہ پیدا ہوا کہ اس معافی نامہ کو لے کر بوعلی قلندر کی بارگاہ میں جائے کون۔ بادشاہ کی نگاہِ انتخاب امیر خسرو پر پڑی۔ وہ خسرو جو اپنی شاعری میں رنگین بیان بھی ہے اور معنویت کے لحاظ سے جو ضمیرِ کائنات میں چھپے ہوئے حقائق کو پہچانتا ہے۔ امیر خسرو نے اپنا رباب اٹھایا اور بادشاہ کے معافی نامہ کے ساتھ بارگاہِ قلندری کی طرف روانہ ہوا۔

چنگ را پیشِ قلندر چوں نواخت
از نوائے شیشۂ جانش گداخت

امیر خسرو نے رباب کے ساتھ ایک ایسا دلکش نغمہ گایا کہ اس سے قلندر کا شیشۂ قلب پگھل گیا۔

شوکتے کو پختہ چوں کہسار بود
قیمتِ یک نغمۂ گفتار بود

قلندر کی وہ شان و شوکت جو پہاڑ کی طرح مستحکم تھی اس کی قیمت ایک نغمہ کے برابر نکلی۔

اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد علامہ اقبال کہتے ہیں کہ

نیشتر بر قلبِ درویشاں مزن
خویش را در آتشِ سوزاں مزن

تو کبھی درویشوں کی دل آزاری مت کر۔ یہ ان کی دل آزاری نہیں ہوتی بلکہ اپنے آپ کو شعلہ خیز آتش کے سپرد کر دینے کے مرادف ہوتا ہے۔ اقبال کا کہنا یہ ہے کہ خودی کے استحکام سے انسان میں اس قدر استغنا پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے دنیاوی شاہنشاہوں کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ اور جب وہ کسی مظلوم کی دادرسی کے لئے اٹھتا ہے تو بڑے سے بڑا شاہنشاہ بھی اس کے سامنے کانپ اٹھتا ہے

اس شعر پر اس باب کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اقبال و قرآن
از پرویز
قیمت دو روپے

عورت کا قرآن

ظاہر ہے کہ اس فلسفہ سے بہتر کوئی فلسفۂ نکاح پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ کوئی مسئلہ ازدواج اس اصول سے ہٹ کر مرتب ہو سکتا ہے۔ پھر غور کیجئے کہ آیا کمسنی کی شادی میں یہ کیفیت باہم پیدا ہو سکتی ہے کیا نابالغ بچے اس راحت قلب، اس سکونِ جاں اور اُس لذتِ اتحاد کو سمجھ سکتے ہیں جن کا ذکر کلام مجید میں کیا گیا ہے؟ سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے،

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (نساء ۱)

یعنی ان عورتوں سے جو تمہارے دل کو بھا جائیں، نکاح کرو۔

ظاہر ہے کہ ایک مرد کے دل میں عورت کی طرف میلان، بلوغ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اور ایک عورت بالغ ہونے کے بعد ہی پسندیدگی کے قابل ہوتی ہے ۔۔۔ کلام مجید میں ایک آیت یہ بھی ہے جس سے نابالغ لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا (۲)

اے ایمان والو! تمہارے لئے کسی طرح جائز نہیں کہ جبر و اکراہ سے عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

مدعا یہ ہے کہ عورتوں سے اجازت حاصل کر کے، اُن کی مرضی و خوشنودی سے ان کے شوہر و وارث بنو۔ اور ظاہر ہے کہ ایک نابالغ لڑکی اس کی اہل نہیں ہے کہ وہ اپنی رضامندی کا اظہار کر سکے۔ اس میں اتنی سمجھ ہی نہیں ہوتی کہ وہ اچھے بُرے میں تمیز کر کے اپنے شوہر یا وارث کا انتخاب کرے۔ اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد اسلام میں کوئی نکاح نابالغ لڑکی سے عمل میں نہیں آیا۔

امام سرخسیؒ نے ذیل کی آیت سے نکاح صغیرہ کا جواز ثابت کیا ہے،

وَالّٰٓئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِىْ لَمْ يَحِضْنَ (طلاق ۱)

جو عورتیں کبیر سنی کی وجہ سے حائضہ نہیں ہوتی ہیں یا جن کو حیض ہی نہیں آتا ہے اُن کی عدت کی مدت تین ماہ ہے۔

اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ وَالّٰٓئِىْ لَمْ يَحِضْنَ سے "نابالغ لڑکیاں ہی مراد ہیں اور وہ عورتیں مراد نہیں جن کا کسی ۔۔۔ بیماری کی وجہ سے حیض بند ہو جاتا ہے"[1] تو بھی اس آیت سے صغیرہ کے نکاح کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ آیت ان نکاحوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو اس سے قبل کی آیت نازل ہونے سے پہلے عمل میں آ چکے تھے اور اس سے نکاح صغیرہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

کلام مجید کے ساتھ جب احادیث پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے نکاح کے لئے عورت کی اجازت کو بہت ضروری قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ طلب اجازت، صغیرہ سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بالغ لڑکی سے ممکن ہے۔ چونکہ اس قسم کی متعدد روایات تمام مشہور کتب حدیث میں باب النکاح کے تحت پائی جاتی ہیں، اس لئے ان کے اندراج کی ضرورت نہیں[2] ۔۔۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مسئلہ جس کی تصدیق میں قرآن کے احکام صراحتاً موجود ہیں۔ جس کے باب میں احادیث کی تائید موجود ہے، جو طبعاً، تمدناً اور اخلاقاً ہر طرح مستحسن ہے، اس سے اختلاف کرنا اور اختلاف بھی ایسا شدید کہ معلوم ہوتا ہے مولویوں کے سر پر پہاڑ آسمان سے ٹوٹ پڑا ہے، کس عجیب و غریب ذہنیت کا نتیجہ ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کہیں پر قرآن پاک میں نابالغ عورت یا مرد کے "نکاح" کا ذکر نہیں بلکہ ہر جگہ اس کے خلاف آیتیں ملتی ہیں تو کیسے مسلمانوں کو سمجھایا اور منوایا جاتا رہا یا اب تک اصرار ہے کہ اسلام نے نابالغ لڑکی کے نکاح کی اجازت دی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ "نابالغ لڑکی" کا بھی نکاح کرنے کی قرآن نے اجازت دی ہے۔ فقہا کو بعض احادیث سے مزید غلط فہمی ہوئی ہے۔ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ" یعنی "ولی کے بغیر نکاح نہیں"۔ اس کا مطلب لوگوں نے نابالغ کا ولی سمجھا۔ حالانکہ "بعنوان پسندیدہ عورت سے نکاح" میں بتایا جا چکا ہے کہ "عورت" کو قرآن نے کسی مرد کی وساطت سے کسی کے ساتھ معاملہ طے کر کے نکاح کرنے کے طریقۂ متعارفہ کی تائید کی ہے جو "والد یا ولی" ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس حدیث میں "ولی" سے مراد وہی ولی ہے نہ کہ نابالغ کا ولی۔

بہت سے لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کو صغیر سنی کی شادی کے جواز اور ثبوت میں پیش کرتے ہیں جن کے بارے میں روایاتی طور پر مشہور ہے کہ ان کا چھ برس کی عمر میں، رسول اللہ سے (جبکہ وہ پچاس سال کے تھے) نکاح ہوا تھا اور ۹ برس کی عمر میں، ہجرت کے بعد رسول اللہ نے ان کو مدینہ بلایا تھا۔ یہ ثبوت ناقص اور یہ دلیل کمزور ہی نہیں، عجیب و غریب بھی ہے۔ میں اس موضوع پر چند حیثیت سے روشنی ڈالوں گی،[3]

(۱) بلوغ کا انحصار صرف عمر ہی پر نہیں بلکہ ملک کی آب و ہوا، گھر کی رہائش، جُثہ (constitetion) اور خوراک پر بھی ہے۔ لہٰذا یہ کلیہ نہیں قرار پائے گا۔

(۲) بعض عورت اور مرد کم عمری ہی میں بالغ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی ایسی مثال ملے بھی تو اُسے ثبوت میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔

(۳) آنحضرت صلعم کے لئے کچھ باتیں مخصوص بھی تھیں۔ وہ اُمت کے لئے وجۂ جواز نہیں بن سکتیں۔ انہوں نے تو بیک وقت آٹھ آٹھ بیویاں کی تھیں مگر مسلمانوں کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ان کے لئے وہ عورتیں بھی حلال کی گئی تھیں جو اپنے آپ کو بلا معاوضہ رسول کی خدمت میں پیش کریں۔ مگر ان کی اُمت کو یہ حق نہیں دیا گیا ہے اس لئے اگر اُن کا کسی ایک نابالغ عورت سے نکاح کرنا ثابت بھی ہو جائے تو اس سے جواز ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

طلوعِ اسلام

بلند پایہ علمی پرچہ ہے جو کثیر تعداد میں شائع ہو کر پاکستان کے ہر گوشہ اور ہر طبقہ میں پڑھا جاتا ہے۔

پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاتا ہے۔

اس میں شائع شدہ اشتہارات ہزاروں نظروں سے گذرتے ہیں۔

لھذا

اس میں اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو فروغ دیجئے

نرخنامہ اشتہارات و دیگر تفصیلات ناظم شعبہ اشتہارات سے حاصل کیجئے۔

ناظم ادارہ طلوعِ اسلام پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ صدر کراچی

[1] دیکھا آپ نے جناب نیاز نے بھی اس آیت کا مفہوم وہی سمجھا ہے جو مولانا اسلم نے، اور جو حقیقت ہے۔

[2] وجہ شاید یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کہ:

"میں چونکہ رسول اللہ کی ذات گرامی کو بخاری وغیرہ سے ارفع سمجھتا ہوں اس لئے ظاہر ہے کہ میں احادیث کا کیونکر قائل ہو سکتا ہوں؟"

(مجموعۂ استفسار جلد سوم صفحہ ۳۴۲)

[3] واقعہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے متعلق یہ روایت ہی غلط ہے کہ ان کی عمر نکاح کے وقت چھ سال تھی۔ "طلوعِ اسلام"

تعارف

[ہم نے وعدہ کیا تھا کہ محترم پرویز صاحب کی شائع ہونے والی کتاب "انسان نے کیا سوچا" کا تفصیلی تعارف کرا دیا جائے گا۔ اس ضمن میں ہم نے خیال کیا ہے کہ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کتاب کا پیش لفظ جو مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے۔ طلوع اسلام میں شائع کر دیا جائے چنانچہ اسے درج ذیل کیا جاتا ہے]۔

انسان دنیا میں رہتا ہے۔ اس کے سامنے قدم قدم پر زندگی کے مسائل آتے ہیں۔ ان مسائل کی نوعیت کتنی ہی مختلف اور ان کی شکلیں کیسی ہی متنوع کیوں نہ ہوں۔ ان کا تعلق ان تین شعبوں میں سے کسی ایک شق سے ضرور ہوگا۔ یعنی (i) انسان اور خارجی کائنات سے متعلق مسائل (ii) انسان اور انسان کے باہمی معاملات اور (iii) انسان کی اندرونی دنیا کی کشمکش۔ ان مسائل کے حل کے لئے انسان کو عقل و شعور اور فہم و فراست کی قوت دی گئی ہے۔ انسان کی پوری تاریخ عقل کی ان کوششوں کی داستان ہے۔ جو اس نے ان مسائل کے حل کے دریافت کرنے کے سلسلہ میں کی ہیں۔ عقل کا طریق تجرباتی ہے۔ وہ مسئلہ پیش نظر کے لئے ایک طریق تجربتہً اختیار کرتی ہے۔ اس میں بے حد محنت صرف ہوتی ہے وقت لگتا ہے۔ جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ بعض اوقات خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں۔ بستیوں کی بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ قومیں کی قومیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ پھر کہیں صدیوں کے بعد جا کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجربہ کیسا رہا۔ اکثر اوقات وہ تجربہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے انسانی فکر کو ایک نیا تجربہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ کامیاب ثابت ہوتا ہے تو جس وقت اس کی ابتدا ہوئی تھی۔ اس وقت سے لیکر اس کی آخری منزل تک پہنچتے پہنچتے دنیا آگے نکل چکی ہوتی ہے۔ اس کے تقاضوں میں تبدیلیاں پیدا ہو چکی ہوتی ہیں۔ اس لئے انسانی فکر کو اپنے تجربے پر مزید اضافے کرنے پڑتے ہیں۔ عقل انسانی اس طرح رفتہ رفتہ، بتدریج منزل بہ منزل طبقاً عن طبق تجرباتی طریق سے زندگی کے مسائل کے حل میں آگے بڑھتی آ رہی ہے ــــــ خون کے دریا پیرتی، آگ کی خندقیں پھاندتی، مصیبتوں کے پہاڑوں پر سے گزرتی مشکلات کے سمندروں کو عبور کرتی۔ ٹھوکریں کھاتی، ہڈیاں تڑواتی، اپنے ہمت شکن اور حوصلہ فرسا سفر کو طے کرتی چلی آ رہی ہے۔

ایک مکتب فکر یہ کہتا ہے کہ چونکہ انسان کے پاس عقل کے علاوہ اور کوئی ذریعہ علم نہیں۔ اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ انسان ان تمام جگر سوز مشقتوں کو برداشت کرے۔ اور ناکام تجارب کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا عقل کی راہ نمائی میں زندگی کا سفر کرتا ہے۔

لیکن ایک دوسرا گروہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ زندگی کے مسائل کے حل کے لئے انسان کو تنہا عقل کے تجرباتی طریق کے سپرد نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک اور ذریعہ علم بھی ہے۔ جس کی رو سے یہ صحیح اور غلط راستے میں فوراً امتیاز کر سکتا ہے۔ اور اس طرح ناکام تجارب کی مصیبتوں سے بچ کر، امن و عافیت سے منزل مقصود تک پہونچ سکتا ہے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ انسان اس قدر جانکاہ مشقتوں سے بچ جاتا ہے۔ بلکہ جو راستے عقل کے ناکام تجارب کی رو سے صدیوں میں طے ہونا تھا۔ وہ چند لمحوں میں طے ہو جاتا ہے ـــ طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے۔ لیکن یہ ذریعہ علم ہر انسان کے اندر اس طرح ودیعت کر کے نہیں رکھ دیا گیا۔ جس طرح حیوانات میں جبلت (INSTINCT) ہے۔ اس کا علم خاص خاص افراد انسانیہ کی وساطت سے نوع انسانی کو دیا گیا ہے۔ اس کا نام وحی ہے۔ اگر انسانی عقل (ناکام تجرباتی طریق کار کی بجائے) وحی کی روشنی میں شاہراہ زندگی پر گامزن ہو تو جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ انسان بے حد مشقتوں سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کی تمام توانائیاں (جو اس طرح ناکام تجارب کی نذر ہو جاتی تھیں۔ زندگی کے تعمیری نتائج مرتب کرنے میں صرف ہوتی ہیں۔ اور اس طرح انسانیت برق رفتاری سے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وحی عقل انسانی کو مردود قرار نہیں دیتی۔ نہ ہی اس کی تحقیر و تذلیل کرتی ہے۔ وہ عقل کا بڑا احترام کرتی ہے۔ وہ کہتی صرف یہ ہے کہ جس طرح انسانی آنکھ کے لئے سورج کی روشنی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح عقل کے لئے وحی کی روشنی کی ضرورت ہے تنہا عقل کی رو سے زندگی کے معاملات کا حل تلاش کرنے اور اس تلاش میں عقل کو وحی کی روشنی میں چلانے کا فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک اندھے اور آنکھوں والے کا نئے نئے راستوں پر سفر کرنے کا فرق۔

یہ ہے اس دوسرے گروہ کا دعوےٰ۔

ان دونوں گروہوں کے نقاط نظر کو معلوم کر لینے کے بعد اب آگے بڑھیے۔ جس مقام پر ہم آج کھڑے ہیں۔ اگر وہاں تک پہونچ کر عقل انسانی (ہزار ناکام تجارب کے بعد ہی سہی) انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حقیقی حل دریافت کر چکی ہے تو پھر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ انسان کو عقل کی راہ اختیار کرنی چاہیئے یا وحی کی۔ وحی کا منشاء بھی تو زندگی کے مسائل حل کرنا تھا۔ وہ مسائل اگر وحی کی مدد کے بغیر حل ہو چکے ہیں۔ تو معاملہ ختم ہوا۔ اب عقل اور وحی کی بحث ہی بے کار ہے۔

لیکن اگر انسانی عقل ابھی تک زندگی کے مسائل کا حقیقی حل دریافت نہیں کر سکی۔ اور ہنوز اپنے تجربات کے بھنور میں ہی سرگرداں ہے۔ تو پھر یہ سوال واقعی قابل غور ہے کہ انسان اس طریق کار کو جاری رکھے۔ یا وحی کے دعوے کو بھی آزما دیکھے لہٰذا سب سے پہلا غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا آج عقل کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ تمام انسانی مسائل کا اطمینان بخش حل دریافت کر چکی ہے۔

اگر عقل کا یہ اعتراف یہ ہو کہ وہ ابھی تک ان مسائل کا حل دریافت نہیں کر پائی۔ تو پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ وحی کے اس دعوے کا ثبوت کیا ہے کہ اس کی راہ نمائی ان مسائل کا حقیقی حل پیش کر دے گی؟

وحی کی طرف دعوت دینے والوں کے لئے ان دونوں سوالوں کا اطمینان بخش جواب دینا ضروری ہے۔ یعنی ان سوالوں کا جواب کہ کیا عقل انسانی تمام مسائل حیات کا حل دریافت کر چکی ہے یا نہیں۔ اور وحی کے اس دعوے کا ثبوت کیا ہے کہ اس کے پاس تمام مسائل زندگی کا حل موجود ہے۔ اس کے بغیر وہ دنیا سے علیٰ وجہ البصیرت وحی کی صداقت کو نہیں منوا سکتے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے انسانی زندگی کے اہم اور بنیادی مسائل کو متعین کیا جائے۔ اور اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ انسانی فکر نے ان مسائل کے حل کے لئے اس وقت تک کیا کوششیں کی ہیں۔ پھر یہ دیکھا جائے کہ ان علوم و فنون کی جو ائمۂ فکر آج موجود ہیں۔ ان کا کیا دعوےٰ ہے؟ کیا ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان مسائل کا اطمینان بخش حل دریافت ہو چکا ہے۔ یا وہ ان ناکام تجارب کے ہاتھوں خود نالاں ہیں اور ان کے حقیقی حل کی تلاش میں سرگرداں و حیراں۔ اس سے ہمیں پہلے سوال کا جواب مل جائے گا۔ باقی رہا دوسرا سوال سو اس کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ فکر انسانی نے جو تجربے اختیار کئے اور وہ آخر کار ناکام ثابت ہوئے، ان کے متعلق وحی نے کیا کہہ رکھا تھا۔ اگر ان کی بابت وحی نے پہلے ہی کہہ رکھا ہو کہ ان تجربوں کا نتیجہ تعمیری نہیں تخریبی نکلے گا تو اس سے ہم اس نتیجے پر پہونچ سکتے ہیں کہ وحی کی روشنی فی الواقعہ عقل کو ان مصیبتوں سے بچا سکتی ہے۔ جو اسے ناکام تجارب کے ہاتھوں اٹھانی پڑتی ہیں۔

میں نے قرآن کو اسی انداز سے سمجھا ہے۔ اور اس کی صداقتوں پر اسی طریق سے ایمان لایا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک دن کا کام نہ تھا۔ میں نے اپنی پوری زندگی اس میں صرف کر دی ہے۔ میں نے انسانی زندگی کے اہم مسائل میں سے ایک ایک مسئلہ کو لیا۔ اور یونان کے فلاسفروں سے لے کر اس وقت تک ان کے متعلق مختلف ائمۂ فکر نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کا بغائر مطالعہ کیا۔ اس طرح ایک ایک مسئلہ کے متعلق انسانی فکر کے اہم گوشے میرے سامنے آ گئے۔ اس کے بعد میں نے، انسانی فکر کی اس اڑھائی ہزار سال کی کد و کاوش کا مطالعہ قرآن کی روشنی میں کیا (یا قرآن کا مطالعہ اس فکر کی روشنی میں) قرآن کے اس طرح مطالعہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کا ایک ایک دعویٰ زندہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔ اس کے بعد میرے لئے زندگی

کے مختلف مسائل کے متعلق قرآن کی راہ نمائی کا تعین کچھ مشکل نہ رہا۔ مجھے قرآن کی صداقتوں پر جو یقین اس طرح حاصل ہوا ہے۔ وہ نہ زبان سے بیان ہو سکتا ہے۔ نہ قلم سے ادا۔ میں اس نعمت کبریٰ پر (جو میرے نزدیک ساری دنیا کی نعمتوں سے بلند ہے) علم و ایقان کے اس سرچشمہ حقیقی کی بارگاہ صمدیت میں قدم قدم پر سجدہ ریز ہوں کیونکہ اسکی عطا کردہ توفیق (دجوں) کے بغیر اس مسافت کو طے کرنا میرے حیطۂ تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔

مدت سے میرا جی چاہتا تھا کہ جس انداز سے میں نے قرآن کو سمجھا ہے۔ اس میں دوسرے ارباب ذوق و فکر کو بھی شریک کر سکوں۔ لیکن یہ مرحلہ بجائے خود بڑا ہمت طلب تھا۔ علاوہ دوسری مشکلات کے اس میں ایک دقت یہ بھی پیش آگئی۔ کہ تقسیم ہند کے بعد کم و بیش وہ تمام کتابیں جن میں میں نے فکر انسانی کے مختلف گوشوں کا مطالعہ کیا تھا۔ ہندوستان میں رہ گئیں۔ اور میرا انحصار بیشتر ان یادداشتوں پر رہ گیا۔ جو میں نے وقتاً فوقتاً اپنے پاس رکھ لی تھیں۔ یہاں آنے کے بعد ان کتابوں میں سے اکثر ایسی تھیں۔ جن کے آسانی سے مل سکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ تقسیم کے بعد جن عنوانات پر جو کتابیں شائع ہوئیں۔ وہ یہاں کسی لائبریری میں نہیں مل سکتی تھیں۔ اس لئے انہیں (اپنی بساط کے مطابق) ذاتی طور پر منگانا پڑا۔ یہ موانع بہت حوصلہ شکن تھے۔ لیکن مقصد پیش نظر کی اہمیت بار بار تقاضا کرتی تھی کہ اس کتاب کا مرتب کرنا نہایت ضروری ہے۔ بالآخر مقصد کی اہمیت موانع پر غالب آگئی۔ اور بتوفیق ایزدی یہ کتاب مرتب ہو گئی۔ باوجود ضروری کتابوں کی عدم موجودگی کے میرے پاس مسالہ (MATERIAL) اتنا تھا کہ اس سے ہر عنوان ایک مستقل تصنیف بن سکتا تھا۔ لیکن چونکہ میرا مقصد ان مسائل پر مستقل تصانیف مرتب کرنا نہیں تھا۔ اس لئے اس سارے مسالہ میں سے صرف اتنا حصہ لیا گیا جسے ضروری سمجھا گیا۔ شروع میں میرا ارادہ یہ تھا کہ فکر انسانی کی ان کوششوں کا ذکر اور اس کے بعد ان مسائل حیات کے متعلق قرآن کی تصریحات ایک ہی جلد میں آجائیں۔ لیکن اس انتخاب و اختصار کے باوجود فکر انسانی سے متعلق حصہ ہی اتنا ضخیم ہو گیا کہ اس میں قرآنی تصریحات کی گنجائش نہ رہی۔ لہٰذا کتاب کو دو جلدوں میں تقسیم کر دینا پڑا۔ جلد اول کا عنوان ہے "انسان نے کیا سوچا؟" اور جلد دوم میں یہ بتایا جائے گا کہ ان مسائل کے متعلق "خدا نے کیا کہا؟" ان دونوں جلدوں کو میری مسلسل تصنیف معارف القرآن کے سلسلہ کی ایک کڑی سمجھئے۔

جلد پیش نظر کے ضمن میں دو ایک امور کی صراحت ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ مسائل متعلقہ کے ضمن میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے مقصود ان مسائل کی فکری تاریخ نہیں۔ مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ انسانی فکر نے ان مسائل کے متعلق عام طور پر کیا سوچا ہے۔ اور وہ آج کس مقام پر کھڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی ایک شخص کے لئے (اگر ناممکن نہیں تو) مشکل ضرور ہے کہ وہ زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق علوم و فنون پر ماہرانہ نگاہ رکھتا ہو۔ میں نے ان مختلف علوم کا مطالعہ ایک طالب علم کی حیثیت سے از خود کیا ہے۔ میرے مطالعہ میں غلطی کا بھی امکان ہے اور سہو کا بھی۔ لہٰذا آپ آئندہ اوراق کا مطالعہ کرتے وقت اس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں۔ اور جہاں آپ کو کوئی بات غلط نظر آئے۔ مجھے اس سے مطلع فرما دیں۔ اس نقطہ کو بھی پیش نظر رکھئے کہ اس کتاب میں میرا مخاطب طبقہ وہ نہیں جو ان علوم و فنون کا ماہر ہے۔ میرے اولین مخاطب وہ لوگ ہیں جو ان علوم سے واقف نہیں۔ اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ اسلوب بیان ایسا طالب العلمانہ رکھا جائے جس سے ایک مبتدی بھی بات کو سمجھ سکے۔

بعض احباب "معاشیات" سے متعلق باب میں تشنگی محسوس کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاشیات پر میں ایک الگ کتاب "نظام ربوبیت" شائع کر چکا ہوں اور "ذاتی ملکیت" کے تصور کے متعلق ایک جداگانہ کتاب کی تصنیف میرے زیر نظر ہے۔ ان کتابوں سے معاشیات کے باب کی کمی کی تلافی ہو جائیگی۔

جو حضرات مغربی علوم سے براہ راست واقف ہیں۔ ان کے لئے میری اس کوشش ناتمام کی افادیت واضح ہے۔ میں چاہتا تھا کہ یہ حضرات (جو قرآن سے ذوق رکھتے ہیں) معلوم کر سکیں کہ ان کے زمانے کے تقاضے کیا کیا ہیں اور ان کے متعلق انسانی فکر نے کیا کیا کچھ سوچا ہے اور عقل انسانی آج کس مقام پر کھڑی ہے اس لئے کہ میرے نزدیک قرآن کو کبھی سمجھا نہیں جا سکتا جب تک کہ ہم اپنے زمانے کے تقاضوں کو نہ سمجھ لیں۔ اس کتاب عظیم (یعنی قرآن) کی نوعیت عجیب و غریب ہے۔ اس نے نوع انسانی سے متعلق ابدی حقائق کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ اس سے ہر زمانے کے انسان اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق راہ نمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے حقائق منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک دور کا فہم قرآن ہمیشہ کے لئے راہ نمائے حیات نہیں بن سکتا۔ لیکن قرآن تو مستقل راہ نمائی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن مختلف زمانوں کے انسان اپنے غور و فکر سے جو راہ نمائی اس سے حاصل کرتے ہیں۔ وہ ان کے زمانے کے تقاضوں، اور اس زمانہ کی علمی سطح کے مطابق ہوتی ہے۔ اسے ابدیت کی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ بنا بریں جو لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن سے راہ نمائی حاصل کریں ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے زمانے کے تقاضوں اور اس دور کی فکری کاوشوں سے متعارف ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ محنت اور کاوش ان حضرات کے سامنے ایک نئی دنیا کا باب کھول دے گی۔ اور ان معلومات کے بعد وہ قرآن کو بہتر انداز سے سمجھ سکیں گے۔

باقی رہے وہ حضرات جو مغربی علوم سے واقف نہیں۔ ضروریات زمانہ ہر شخص کو اتنی فرصت کہاں دیتی ہیں کہ وہ مختلف گوشوں کے علوم و فنون کا مسلسل مطالعہ کر سکے۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہے (اگرچہ اتنا کچھ کرنے والے بھی بہت کم ہیں) کہ انہیں جس خاص شعبے سے ذوق و شغف ہے اس میں مسلسل مطالعہ جاری رکھیں۔ لہٰذا ایسے حضرات کے لئے میری یہ کوشش اس لئے مفید ثابت ہو سکے گی کہ وہ ان علوم کے علاوہ جن سے انہیں شغف ہے۔ دوسرے علوم سے بھی کسی نہ کسی حد تک متعارف ہو جائیں گے۔ اور اس کے بعد جب ان کے سامنے دوسری جلد آئے گی۔ تو وہ قرآنی حقائق کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔

اگر میری ان کوششوں سے چند نفوس بھی ایسے پیدا ہو گئے۔ جن کے دل میں قرآن کی راہ نمائی کا یقین علیٰ وجہ البصیرت ابھر آیا۔ تو میں سمجھوں گا کہ مجھے میری دیدہ ریزیوں اور جگر سوزیوں کا صلہ مل گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن سے میرا عشق مجھے مجبور کرتا ہے کہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑوں۔ اور اس سے التجا کروں کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے تم بھی ایک نظر دیکھ لو!

محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد
بطوف شعلۂ پروانہ با پروانہ می سازد

اور چونکہ میرا یہ عشق خالی جذبات پر مبنی نہیں۔ بصیرت پر مبنی ہے۔ اس لئے میری اپیل بھی محض عقیدت سے نہیں بصیرت سے ہے۔ میں بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ انسانی زندگی کے مسائل کا حل قرآن کے علاوہ اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ اسی یقین کو عام کرنا میری زندگی کا مقصد ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

طلوع اسلام یہ ہے اس عظیم تصنیف کا پیش لفظ جس کی مثال ہمارے نزدیک ہمارے لٹریچر میں کہیں نہیں ملتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا بنیادی خیال (IDEA) اور تشکیل نقشہ (PALNNING) دونوں عجیب و غریب ہیں۔ کتاب عنقریب شائع ہو جائے گی۔

مطبوعات طلوع اسلام کی
شرائط ایجنسی
شرح کمیشن
معراج انسانیت ـــــ ۲۵ فی صدی
دیگر مطبوعات ـــــ ۳۳ فی صدی
۱- قیمت بعد وضع کمیشن بذریعہ وی پی وصول کی جائے گی۔
۲- غیر فروخت شدہ کتب واپس نہیں لی جائیں گی۔
۳- پہلی فرمائش پچاس روپے (بعد وضع کمیشن) سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔
۴- ہر آرڈر کے ہمراہ کم سے کم چوتھائی رقم پیشگی آنی چاہیئے ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی:
نوٹ:- کراچی کے ایجنٹ صاحبان دفتر طلوع اسلام سے معاملہ طے کریں۔
ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۱۳۲۴ کراچی

ہندوستان میں لسانی ہنگامے

ہندوستان کو پہلے مسلمانوں نے متحد کیا پھر انگریزوں نے۔ اس جغرافیائی وحدت کو حقیقت ثابتہ بنانے کے لئے انگریز نے خصوصیت سے بڑے جتن کئے۔ اس نے اسے اپنی زندگی کا مشن سا بنا لیا۔ اس سے ایک حد تک وحدت کا احساس پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ مسٹر گاندھی نے اس کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور مہاتمائیت کا سارا زور لگا کر وحدت کو قلوب و اذہان میں جاگزیں کرنے کی بازی لگا دی۔ مگر انگریز اور گاندھی دونوں کی جدوجہد کے علی الرغم سیلون اور پاکستان اس سے علیحدہ ہو گئے۔ بقیہ ہندوستان کے متعلق یہ گمان ہو سکتا تھا کہ وہ ایک رہے گا لیکن تازہ حوادث نے اس خیال کو متزلزل کر دیا۔ طلوع اسلام کی کسی سابقہ اشاعت میں صوبائی تجدید کے متعلق سفارشات کا جائزہ لیا جا چکا ہے۔ اور اس میں بتایا جا چکا ہے کہ کس طرح ان سفارشات نے ہندوستان کو ایک آتش فشاں پہاڑ بنا دیا ہے۔ اس کے بعد بمبئی سے سنگین ہنگامے کی خبر آئی۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے مرہٹوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ان کا علیحدہ صوبہ بنایا جائے۔ اور بمبئی ان کی تحویل میں دیا جائے۔ صوبائی حد بندی کے کمیشن نے مرہٹوں کو بمبئی سے بھی محروم کر دیا۔ اور انھیں دو ٹکڑوں میں بھی بانٹ دیا۔ اس سے مرہٹوں میں شدید غیظ و غضب پیدا ہو گیا۔ اور انھوں نے انتہائی قربانی دینے تک کے اعلان شروع کر دیئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پنڈت نہرو کی کانگریس پارٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ مجوزہ بمبئی کو گجرات، بمبئی اور مہاراشٹر تین صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ گویا اس طرح بمبئی میں سے مرہٹوں کا علاقہ تو علیحدہ کر دیا گیا۔ لیکن انھیں بمبئی سے بدستور محروم رکھا گیا۔ مرہٹے اس فیصلے سے اور برہم ہو گئے کیونکہ انھیں صاف نظر آنے لگا کہ ان سے حیلہ سازی اور سودا بازی سے کام لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ۱۸ر نومبر کو ایک احتجاجی جلوس نکالا ان کا مقصد غالباً یہ تھا کہ بمبئی اسمبلی جو اس لسانی تقسیم کی قرارداد پر بحث کر رہی تھی اپنے جذبات و مطالبات واضح کریں۔ چنانچہ انھوں نے حکومت کے اس حکم کی خلاف ورزی کی کہ پانچ سے زیادہ افراد کا مجمع خلاف قانون ہے۔ مرہٹوں کے ہیجان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پہلے دن ان کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ بعد کے مظاہروں میں یہ تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی۔ یہ ہنگامہ چار دن تک جاری رہا۔ اس کے دوران میں ہجوم کے ہاتھ میں جو آیا استعمال ہوا۔ پولیس نے گولی تک چلائی لیکن ہجوم پر قابو نہ پایا جا سکا۔ بالآخر فوج طلب کر لی گئی۔ اخباری اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ ۱۹۴۶ء میں ہندوستانی بحریہ کی بغاوت کی بدولت بمبئی میں جو وسیع پیمانہ پر کشت و خون ہوا تھا مرہٹوں نے اس کی یاد تازہ کر دی۔ اور بمبئی کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ جنگ عظیم کا کوئی محاذ ہے۔ یہ ہنگامہ بمشکل فرو ہوا تھا کہ وندھیا پردیش میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ وہاں مظاہرین نے وندھیا پردیش کو مدھیا بھارت میں مدغم کرنے کے خلاف احتجاج کیا۔ وہ اسمبلی میں گھس گئے۔ وزیر اعلیٰ پر انھوں نے فائر دے مارے۔ وزیر خزانہ کو زدوکوب کیا۔ اور باقی ارکان پر جوتے اور پتھر پھینکے۔

یہ دو مقامات ایسے ہیں جہاں لاوا پھوٹ پڑا ہے۔ ورنہ کئی مقامات ایسے ہیں جہاں لاوا اندر اندر پک رہا ہے اور کسی بھی وقت پھوٹ سکتا ہے۔ غالباً نازک ترین مسئلہ سکھوں کا ہے پنڈت نہرو شاطرانہ طریق سے ابھی اسے قابو میں لئے ہوئے ہیں۔ وہ اکالی سکھوں پر ڈورے ڈال رہے ہیں۔ اور ان کو بہلا پھسلا رہے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان مذاکرات کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ نہ پنڈت نہرو سکھوں کے مطالبہ کو مان سکتے ہیں۔ اور نہ سکھ اس پر مفاہمت کے لئے تیار نظر آتے ہیں۔ بہرکیف صورت حال ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ وزیر دفاع مسٹر تیاگی نے یہ مشورہ دینا ضروری سمجھا ہے کہ تجدید کی سفارشات کو سرے سے ختم ہی کر دیا جائے۔ لیکن اب نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والی بات ہے۔ ہندوستان کے لئے ان سفارشات کو ختم کرنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا انھیں نافذ کرنا۔ مسٹر گاندھی اور ان کے بعد پنڈت نہرو جن ولولوں کو بڑی چابکدستی سے آگے دبائے چلے آ رہے تھے۔ وہ دبے نہیں رہ سکتے۔ اور اب جو وہ ابھرے ہیں تو کہیں ٹھکانے پر ہی پہنچ کر دم لیں گے۔

بمبئی اور وندھیا پردیش۔ دونوں جگہوں کے ہنگاموں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کمیونسٹوں اور ایسے ہی تخریب پسند عناصر کے پیدا کردہ ہیں۔ لیکن اس خیال کو صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اول اس لئے کہ بمبئی کا ہنگامہ عین اس دن ہوا جب مارشل بلگانن اور کروشیف نئی دہلی پہنچے۔ ہر دو کی ہندوستان میں آمد کمیونسٹوں کے لئے تہوار سے کم نہ تھی۔ وہ اس موقع کا پورا فائدہ اٹھا کر آگے بڑھ بڑھ کر لوگوں کو ان کے استقبال کے لئے تیار کر رہے تھے۔ ایسے موقع پر ان سے بعید تھا کہ وہ ہنگاموں میں الجھ جاتے۔ اور اشتراکی قائدین کے استقبال کی تیاریوں میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے۔ دوسرے جن طبقوں نے مظاہرے کئے۔ ان میں اس شدت کے جذبات پائے جاتے ہیں کہ ان کا مظاہرہ نہ کرنا تو حیران کن ہو سکتا ہے مظاہرہ کرنا کسی طرح بھی اچنبھے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ وہ کئی بار انتہائی مذاکرات کی دھمکیاں دے چکے ہیں۔ لہٰذا بمبئی اور ریوا میں جو کچھ ہوا۔ وہ بالکل قابل فہم ہے۔ حکومت ہند کے نقطہ نگاہ سے یہ قابل افسوس بھی ہو سکتا ہے۔ اور قابل مذمت بھی۔ لیکن اس کا علاج نہ اظہار افسوس ہے نہ اظہار مذمت۔ یہ حقائق ہیں جن کا ابطال ناممکن ہے۔ یہ حقائق اپنی جگہ لیکن پنڈت نہرو سے

The Islamic Literature

[A MONTHLY JOURNAL]

- ★ Reflects in a worthy manner Islam's ambition to reconquer it lost field of cultural glory.
- ★ Presents the new interpretation of Islam that would fit in with the changed conditions of the world.
- ★ Analyses boldly and critically the present situation, unearthing the hidden treasures of Islam's *actual* past, ignorance of which has made the Muslims feel doubtful about their future.
- ★ A forum for the scattered sections of the Muslim world to meet, and exchange views with one another in order to feel the reality of Islam's worldwide spiritual brotherhood.

SOME PERMANENT FEATURES :

Glimpses of Islam ▪ Woman in Islam
Reader's Forum ▪ The Digest ▪ Book Reviews

SUBSCRIPTION RATES
(POST-PAID)
ANNUAL PAK Rs 10/ : £ 1 7 : $ 3.50
[*No free specimen*]

Sponsored by

SHAIKH MUHAMMAD ASHRAF
PUBLISHER AND BOOKSELLER
Kashmiri Bazar - LAHORE (Pakistan)

یہ توقع عبث ہے کہ وہ حقیقت پسندی کا ثبوت دیں۔ انھیں اپنی ذات سے متعلق بڑی غلط فہمی ہے۔ اور یہ انھوں نے جو میدان منتخب کیا ہے۔ وہ انھیں ان حقائق سے اور دور لے جانے کا باعث بن رہا ہے۔ گذشتہ آٹھ سال سے پنڈت جی ہندوستان کی قسمت کے واحد مالک بنے چلے آتے ہیں۔ آپ نے اپنی توجہ زیادہ سے زیادہ بیرون ہند مرکوز کر رکھی ہے۔ اور آپ کی سیاست کا نقطہ ماسکہ یہ رہا ہے کہ مشرق اور مغرب کی کشمکش میں آپ اپنے (اور ہندوستان) کے لئے حکَم کا مقام حاصل کریں۔ یہ غلط فہمی آپ کو اس لئے پیدا ہوگئی کہ چین کے کمیونسٹ بن جانے کے بعد ہندوستان کی قدر و قیمت روس اور امریکہ دونوں کی نگاہوں میں بڑھ گئی۔ یہ ہندوستان کی بازاری قیمت (FACE VALUE) تو ہو سکتی ہے اصلی (INTRINSIC VALUE) نہیں چنانچہ پنڈت جی دونوں طرف عشوہ طرازیاں کرتے رہے اور بزعم خود یہ سمجھتے رہے کہ یہ ان کے حسن کی کرشمہ سازیاں ہیں کچھ عرصے سے ان کی آؤ بھگت اشتراکی ممالک میں زیادہ ہو رہی ہے۔ وہ چین اور روس سے ہی نہیں بلکہ تمام روسی حلقہ بگوش ممالک سے ہو آئے ہیں۔ روس میں ان کا غیر معمولی استقبال کیا گیا۔ اس کے بعد روسی قائدین نے ہندوستان کا دورہ کیا۔ اس سے پنڈت جی کے قدم اکھڑ گئے ہیں۔ اور وہ اس دھوکہ میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ وہ اور ان کا ملک ایک عالمی طاقت بن گئے۔ شاید ایک حد تک تو یہ کہا جا سکے کہ عالمی سیاست میں پنڈت جی نے اپنے لئے ایک مقام پیدا کر لیا ہے۔ لیکن یہ یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوستان کو بھی لباطِ عالم پر وہی درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ نہرو اور ہندوستان مترادف نہیں۔ پنڈت جی کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان ایک بحرانِ عظیم کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ جزا ہے ان اعمال کی جن کے ذمہ دار خود پنڈت جی ہیں۔ ایک طرف کشمیر کا مسئلہ ہے جو ہندوستان کے لئے دن بدن پریشان کن بنتا جا رہا ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس سے وہ پاکستان کی دشمنی خرید رہا ہے۔ بلکہ کشمیر کی جنت اس کے لئے جہنم بن چکی ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ وہاں جھونک رہا ہے۔ لیکن اہل کشمیر اس کے اور دشمن بنتے جاتے ہیں۔ اور اب وہ اس کی سنگینوں سے بھی نہیں دبتے۔ تنہا کشمیر ہندوستان کی معیشت اور سیاست کو غیر متوازن بنائے رکھنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن ہندوستان کی اساسی رقابتیں ابھرا ابھر کر ایک عظیم الشان خطرہ پیدا کر رہی ہیں۔ یہ خطرہ زبان سے آگے بڑھ کر تاریخ کا بھی ہو گیا ہے۔ آریاؤں نے گنگا کی وادی میں سے جن دراوڑوں کو نکال کر جنوب کی طرف دھکیل دیا تھا۔ وہ آج شمال کے برہمنی تسلط کے خلاف اٹھے ہیں شمال اور جنوب کی اس رقابت کو اشتراکیت نے نیا رنگ دیدیا ہے جنوب میں اشتراکیت کا بہت چرچا ہے۔ پنڈت جی جوں جوں اس سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔ ان کو اور فروغ حاصل ہوتا ہے۔ یہ کشمکش رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن پنڈت جی سمجھتے ہیں کہ روس سے دوستی بڑھا کر اور خود سوشلزم کی زبان بول کر وہ ان اشتراکیوں کو ہرا دیں گے۔ انھوں نے ایک حد تک آندھرا میں کمیونسٹوں کو ہرایا ہے۔ لیکن اس کے لئے انھیں ماسکو کے مشہور پراودا اخبار کے اڈیٹوریل تک کو پمفلٹ کی صورت میں چھاپ چھاپ کر تقسیم کرنا پڑا۔ اس سے انتخابات میں کمیونسٹ تو ہار گئے۔ لیکن علاقہ میں کمیونزم کا چرچا اور بڑھ گیا۔ گویا ہندوستان میں مختلف علاقوں کی زبانوں کی رقابتیں ہی شدید نہیں ہو رہی ہیں جنوب سے ایک اور خطرہ بھی اٹھ رہا ہے۔ درونِ خانہ تو یہ ہنگامے ہیں اور پنڈت جی اپنی طغیانیوں میں محو ہیں۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ پنڈت جی کی ذات ان خطرات کا جواب ہے تو آخر اس کا کیا علاج کہ وہ فانی ہیں۔ وہ نہیں ہوں گے تو ہندوستان کا کیا بنے گا؟ پنڈت جی کو کبھی فرصت ملے تو اس کا جواب سوچیں۔ اتیر وہ یہ نہ دیکھیں کہ ان کی چالوں سے ان کے ہمسایوں کو کس حد تک پریشان ہونا پڑتا ہے۔ بلکہ یہ دیکھنے کی کوشش کریں کہ خود ہندوستان کس عذاب میں پھنستا جا رہا ہے۔ پنڈت جی حقیقت پسندی سے کام لیں تو اپنے ملک کو اس عذاب سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اور اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنے دماغ سے غلط نشۂ قوت کو نکال کر پاکستان سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی کوشش کریں۔

نوادرات

علامہ اسلم جیراجپوری کے مضامین کا مجموعہ ،۔ چار سو صفحات

قیمت ،۔ چار روپے

فلیوری ٹی کمپنی

ہم نے سلہٹ اور چاٹگانگ کے باغیچوں سے عمدہ اور خوشبودار چائے کے منگوانے کا خاص بندوبست کیا ہے۔

ضرورت مند اصحاب مندرجہ ذیل پتہ پر رجوع کریں

فلیوری ٹی کمپنی

محمد فیروز اسٹریٹ ——— جوڑیا بازار ——— کراچی

فون: ع ۳۲۸۱۹

ٹیلیگرام ،۔ "KASHMIRTEA"

۱۰۰ سو میں ننانوے

اشخاص ریاح باسوری، تبخیر معدہ (معدہ میں گیس پیدا ہونا) کے مریض ہیں۔ پاخانہ صاف نہ ہونا۔ تمام جسم میں درد، سر میں چکر، بھوک غائب، ہاضمہ خراب، طبیعت میں بے چینی، سینے میں جلن، خون میں کمی، تردد رہنا اس مرض کی عام شکایات ہیں۔ اس مرض کا حب باسوری اور جوہر ہضم (مکمل کورس) سے زیادہ زود اثر کوئی دوسرا علاج نہیں۔ یہ تمام شکایات کو دور کر کے تندرستی اور توانائی بخشتا ہے۔ قیمت مکمل کورس تین روپے آٹھ آنے

طبی علمی ماہنامہ دردمند کراچی۔ سالانہ چندہ ایک روپیہ بھیج کر خریدار بنئے۔

دردمند دواخانہ فریئر روڈ کراچی نمبر ۱ فون نمبر ۳۵۴۴۱

دورِ حاضرہ کی عظیم کتاب

نظامِ ربوبیت

(از پرویز)

قیمت چھ روپے

ہنسا چھالیا

ڈو ٹکڑے ——— صاف خشک ——— پُرانے

(پیکٹوں میں خریدیئے)

تیار کردہ ،۔ محمد اصغر محمد یونس چھالیا والے ——— جونا مارکیٹ ——— کراچی نمبر ۲

باب المراسلات

شمسی یا قمری

خیریت آباد (حیدرآباد دکن) سے ایک صاحب نے شمسی یا قمری کے عنوان کے ماتحت حسب ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا ہے۔

سورۂ توبہ کی چھتیسویں آیت کا ابتدائی حصہ حسب ذیل ہے

اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا

اس کے لفظی معنی ہوں گے "بتحقیق گنتی مہینوں کی نزدیک اللہ کے بارہ مہینے ہیں"۔

طلوع اسلام کے مروج پیرواں ترجمہ اختیار کیا جائے تو حسب ذیل معانی میں غالباً کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔

"اللہ کے حساب میں سال کے بارہ ہی مہینے ہوتے ہیں"۔

پس یہاں "شہر یا مہینہ" سے مراد قمری مہینہ ہو سکتا ہے۔ یا شمسی مہینہ؟

اگر قمری مہینہ قبول کیا جائے۔ تو دشواری یہ ہوتی ہے کہ بارہ قمری مہینوں کے صرف ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن ہوتے ہیں اور صرف بارہ قمری مہینوں سے کوئی قدرتی دور مکمل ہی نہیں ہوتا بفرض محال اگر یہ قبول کر بھی لیا جائے کہ قبل اسلام بھی عرب میں صرف بارہ قمری مہینوں کا سال مروج تھا۔ تو بھی یہ گنتی "عنداللہ" تو تصور نہیں کی جا سکتی۔ خصوصاً جب یہ واضح ہے کہ کم از کم تاریخی دور میں کوئی ایسی قوم کی بابت یہ ثبوت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے پاس صرف بارہ قمری مہینوں سے سال کی گنتی قائم کی تو جا کر ہر مہینہ سب موسموں میں گھومتا رہتا تھا۔

دوسری جانب اگر اس آیت کریمہ سے بارہ شمسی مہینوں کے معنی کئے جائیں تو جب سے ہماری کائنات شمسی قائم ہوئی۔ اور جب تک آفتاب کے اطراف ہمارا کرۂ زمین اسی رفتار سے گردش کرتا ہے۔ اس تمام وقت میں اس آیت کی صداقت کا ثبوت ملتا رہے گا۔ اور کسی ملحد یا غیر مسلم کو اس آیت کریمہ کی صحت معنی میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہے گی میں جانتا ہوں کہ نزول قرآن کے بعد کی اسلامی تاریخ کی رو سے یہ ایک بہت ہی ٹیڑھا مسئلہ ہو گیا ہے۔ اور فہم و ادراک سے تاریخ کا جب تصادم ہوتا ہے تو بے سوچے سمجھے ہر کس و ناکس اس موضوع پر خامہ فرسائی کر سکتا ہے۔ لیکن جس قدر اس مسئلہ پر غور کیا جائے۔ اسی قدر پیچیدہ ثابت ہوتا ہے۔

کیا مدیر طلوع اسلام سے میں یہ خواہش کر سکتا ہوں کہ ایسے اور صرف ایسے اشخاص کی آرا طلب کر کے شائع کئے جائیں گے جن کی غور و فکر پر مذہبی اشخاص کو نہیں بلکہ عوام اور اہل علم کو بھروسہ ہو۔؟ اگر یہ استدعا قبول کی جاتی ہے تو ان صاحب علم اصحاب سے براہ کرم یہ بھی استدعا فرمائی جائے کہ جہاں تک ہو سکے۔ اسی آیت قرآنی کے اسی حصہ پر اپنی تحریر کو محدود رکھیں۔ اور تقویم اسلامی کا جو وسیع میدان اس آیت سے سامنے آ جاتا ہے۔ اس کو اپنی جولانگاہ نہ بنائیں

طلوع اسلام اس مسئلہ سے متعلق ارباب فکر و علم کی طرف سے جو کچھ موصول ہوگا۔ وہ طلوع اسلام میں شائع کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ علمی تحقیق پر مبنی ہو طلوع اسلام اپنی رائے سب سے آخر میں پیش کرے گا۔ واضح رہے کہ اس سوال کو کسی قسم کے مباحثہ کی شکل قطعاً نہیں دی جائیگی۔

بیع سلم

لاہور سے ایک صاحب دریافت فرماتے ہیں "بیع سلم کے متعلق میں نے جب ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ سود کب سے اسلام نے حلال کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ قرآن کی رو سے حلال ہے چند شرائط کو اگر پورا کر لیا جائے تو یہ حلال ہے۔ جو چیز دی ہے۔ یا جب قرض لینے والا خود رضامند ہو جائے تو کیا قباحت ہے۔ دوسری دلیل انھوں نے جو دی اس نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ انھوں نے کہا کہ رسول کریمؐ نے جب دیکھا کہ سود قطعی حرام کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے غرضمندوں کی اغراض کیسے پوری ہوں گی۔ اس کی صورت یہ نکالی گئی کہ بیع سلم کو حلال کیا گیا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ ایک کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کو رسول اکرمؐ کیسے جائز قرار دے سکتے تھے

براہ کرم اس کو تفصیل سے طلوع اسلام میں واضح کریں تاکہ ان مولوی صاحبان کو پتہ چل جائے کہ یہ شرعی سود جو انھوں نے حلال کر رکھا ہے قرآن کی اور اسلام کی نظر والا ہی سود ہی ہے جس کا لینا قطعی حرام ہے۔ اسی سود کی بنا پر سرمایہ دار ہزاروں سے لاکھوں پتی بن رہے ہیں۔ اور تو اور یہ مولوی صاحبان ایسا کاروبار بڑی شد و مد سے چلا رہے ہیں۔ میرے گاؤں کے مولوی صاحب لوگوں کو اسی کے تحت قرض دیتے ہیں۔ اور اپنے پیسے کو دگنا تگنا بنا رہے ہیں۔ اور بفضل اللہ دوسرے حج کی تیاری کر رہے ہیں تاکہ پچھلے گناہ دھل جائیں۔

طلوع اسلام آجکل جس کاروبار کا نام عام طور پر بیع سلم رکھا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ (مثلاً) کسی کسان کو دسمبر کے مہینے میں قرضے کی ضرورت پڑی۔ سرمایہ دار نے اسے سو روپیہ قرض دے دیا۔ اور یہ شرط کر لی کہ وہ اس کے عوض اپریل۔ مئی میں جب اس کی فصل تیار ہو جائے گی۔ اس سے آٹھ روپے من کے حساب سے گیہوں لے گا۔ اس نرخ مقرر کرنے میں قرض دینے والا اس کا اندازہ کر لیتا ہے کہ اپریل ہی میں عام طور پر گیہوں کا نرخ دس روپے من ہوتا ہے۔ اس

سے آٹھ روپے من خریدنے میں نفع ہے۔ کسان اپنی ضرورت کے ماتحت اسے قبول کرلیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب گیہوں کا نرخ اس طرح طے کیا جائے۔ تو اس میں اور سود میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس وقت گیہوں کا نرخ آٹھ روپے کی بجائے سات روپے فی من نکلے اس صورت میں قرض دینے والے کو نفع کی بجائے نقصان ہوگا۔ لہذا یہ سود نہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر یہ سود نہیں تو قمار (جوا) ہے۔ لہٰذا اس شکل میں بھی قرآن کی رو سے ناجائز ہے۔

مغربی پاکستان سے ہندوؤں کے تخلیہ کے بعد ہندو مہاجنوں کی جگہ اب مسلمانوں نے سنبھال لی ہے اور فقہی حیلوں کے ذریعے انہوں نے سودی کاروبار پھیلا لیا ہے۔ کسان کو عموماً روپیہ قرض لینے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے وہ ان مسلمان سرمایہ داروں سے روپیہ قرض لیتا ہے تو یہ لوگ سود کے نام سے تو سود نہیں لیتے۔ البتہ بیع سلم کے نام سے وہی کاروبار کرتے ہیں۔

مولوی صاحب کا یہ بیان قطعاً غلط اور نبی اکرم صلعم پر اتہام ہے کہ رسول کریمؐ نے جب دیکھا کہ سود قطعی حرام کردیا گیا ہے۔ تو اس سے غرضمندوں کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔ لہٰذا اس کی صورت نکالی گئی کہ بیع سلم کو حلال کردیا گیا۔ حیرت ہے کہ ان حضرات کو حضور نبی اکرمؐ کی ذات اقدس کے خلاف اس قسم کی بہتان طرازی سے کچھ بھی شرم نہیں آتی!

بخاری کی کتاب السّلم کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس بارے میں کچھ روایات مجمل اور مبہم ہیں (اور انہی روایات کا بعض اصحاب فقہ نے سہارا لیا ہے) لیکن مفصل روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ نبی اکرم صلعم اور حضرت عمرؓ نے کچھ پھلوں کو اس وقت تک بیع سلم کے ذریعے سے فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وہ کھا لینے کے قابل نہ ہو جائیں۔ اور اس قابل نہ ہو جائیں کہ ان کے وزن کا اندازہ کیا جاسکے (ملاحظہ ہو بخاری جلد اول کتاب السّلم حدیث نمبر ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷) غلّے کے اس طرح پر فروخت کرنے کے متعلق بخاری ہی میں ابن عباس کی یہ روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلعم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس سے پہلے غلّہ کو فروخت کرے کہ وہ اس کے قبضہ میں آچکا ہو۔ (طاؤس کہتے ہیں کہ) میں نے ابن عباسؓ سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو روپے کے عوض روپے کو فروخت کرنا ہے۔ کیونکہ غلّہ تو اس وقت نہیں دیا جاتا (ملاحظہ ہو بخاری جلد اول حدیث نمبر ۱۹۶۹، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳)

روایات سے جس بیع سلم کی اجازت معلوم ہوتی ہے وہ اتنا ہی ہے کہ فصل تقریباً تیار ہو چکی ہے لیکن ابھی اس کے کٹنے میں ہفتہ عشرہ کی دیر ہے۔ کوئی شخص ایسی صورت میں پیشگی رقم دے دیتا ہے۔ اور مناسب نرخ پر معاملہ طے کرلیتا ہے کہ فصل کٹنے پر اسے اس قدر غلہ یا پھل دے دیا جائے۔ اس میں سود یا قمار کا احتمال نہیں رہتا۔ کیونکہ فصل تیار ہوچکنے کے قریب کسان کو کوئی ایسی مجبوری نہیں رہتی کہ وہ یوں اپنی فصل کو سستے داموں فروخت کر ڈالے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ چند دن میں اسے اپنی فصل کی پوری قیمت مل جائے گی۔ اور اس وقت اس آنے والی فصل کا نرخ بھی متعین ہو چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نرخ پر اس طرح سودا کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس میں اور جس قسم کی بیع سلم آجکل ہو رہی ہے۔ اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ بیع سلم تو کھلی ہوئی خود فریبی اور خدا فریبی ہے۔

تفسیر بیان القرآن

قرآن پاک کا متن مع اردو ترجمہ بین السطور

از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

حاشیہ پر

تفسیر بیان القرآن　　مسائل السلوک

عکسی بلاکوں کے ساتھ بارہ جلدوں میں چھپ رہی ہے چھ جلدیں تیار ہو گئی ہیں

نمونہ کے صفحے مفت طلب فرمائیے

تاج کمپنی لمٹیڈ پوسٹ بکس نمبر ۵۳۰ کراچی

بی پی

ڈبل روٹی

جسم کو

توانائی

بخشتی

ہے

کیا آپ نے یہ کتابیں دیکھی ہیں؟

مزاج شناس رسول — یہ کون بتائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناس رسول! مزاج شناس کون ہیں؟ اسکی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۴۴ صفحات ——— قیمت چار روپے

مقام حدیث — حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یکجا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں ہر جلد کے قریباً چار سو صفحات۔ اور قیمت فی جلد ——— چار روپے

فردوس گم گشتہ — (از پرویز) ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیمیافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطہ نگاہ سے۔ اردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔ ۲۱۴ صفحات ——— قیمت چھ روپے

نوادرات — (از علامہ اسلم جیراجپوری) علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات ——— قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت — (از پرویز) مسلمان کے عادات و خلاق کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینہ میں۔ صفحات ۱۹۲ ——— قیمت دو روپے

نظام ربوبیت — (از پرویز) انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل۔ انفرادی ملکیت کا قرآنی نظریہ۔ دور حاضرہ کی عظیم کتاب۔ ضخامت تین سو صفحے

قیمت (قسم اول) ——— چھ روپے

(قسم دوم) غیر مجلد ——— چار روپے

اقبال اور قرآن — (از پرویز) علامہ اقبال کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے انقلاب آفریں مقالات کا مجموعہ

ڈسٹ کور کے ساتھ۔ صفحات دو سو چھپن (۲۵۶) ——— قیمت دو روپے

تمام کتب مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ — ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳۱۴۔ کراچی

حقائق وعبر

مقطع کا بند

ہم نے سابقہ اشاعت کے لمعات میں اس حقیقت کی وضاحت کی تھی کہ ہمارے علماء کی طرف سے اسلامی دستور کے لئے جو اس قدر شور اٹھ رہا ہے۔ تو اس کی تہ میں جذبہ یہ کارفرما ہے کہ پاکستان کی آئندہ حکومت میں انھیں سب سے زیادہ حصہ مل جائے۔ اس قسم کا حصہ کہ حکومت کی باگ ڈور درحقیقت ان ہی کے ہاتھ میں ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان کی ٹکنیک یہ ہے کہ دستور میں یہ شق داخل کرائی جائے کہ مملکت کا کوئی قانون یا فیصلہ کتاب وسنت کے خلاف نہ ہوگا۔ اور اس میں سنت کے الفاظ کو اس طرح مبہم رکھا جائے کہ ہر معاملہ میں صرف علماء ہی بتا سکیں کہ وہ "سنت" کے مطابق ہے یا نہیں۔ چنانچہ طلوع اسلام کا وہ پرچہ قارئین کے ہاتھوں تک پہنچا ہی ہوگا کہ ہمارے اس خیال کی تصدیق بھی ہوگئی۔ ۲۵ر نومبر کے "الاعتصام" میں سید داؤد غزنوی صاحب۔ صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث، مغربی پاکستان کا دستور پاکستان کے متعلق ایک تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے (اس پر تفصیلی بحث الگ کی جارہی ہے) اس مضمون میں وہ دستور کے مختلف شعبوں کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ

"امیر ریاست چونکہ خود اپنے گوناگوں مشاغل کی وجہ سے عدلیہ کی ذمہ داریاں نہیں سنبھال سکتا۔ اس لئے ایک دارالقضاء عالی مقرر کرنا چاہیئے۔ دارالقضاء عالی کے رئیس قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا تقرر خود کرے۔ اور اس محکمہ کی تمام تر ذمہ داری اس کے سپرد کردے۔ اس کے بعد دارالقضاۃ کو آزاد چھوڑ دے۔"

اس دارالقضاء عالی کے اختیارات کس قدر وسیع ہوں گے۔ اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"ریاست کے کسی بڑے سے بڑے انسان کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ دارالقضاۃ کے فیصلے میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔ امیر ریاست، مجلس وزراء اور خود مجلس قانون ساز کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ قضاۃ کے فیصلے پر کسی طرح اثر انداز ہوسکے...... اگر کسی وقت مجلس شوریٰ اور امیر ریاست یا امیر ریاست اور ملت کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف پیدا ہو جائے۔ تو دارالقضاء عالی کا بھی یہ فرض ہونا چاہیئے کہ متنازعہ فیہ مسئلہ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرے۔"

یہ تو ہوا دارالقضاء عالی کے اختیارات کے متعلق، اب اس کے ارکان کے وظیفے کے متعلق دیکھئے ارشاد ہے کہ:۔

"دارالقضاء عالی کے ارکان کا تقرر عمر بھر کے لئے ہوگا۔ یعنی ہر رکن عملی طور پر عمر کے ایک خاص حصے تک فرائض تفویض سرانجام دیتا رہے گا لیکن اس خدمت سے سبکدوش ہونے پر بھی اس کی تنخواہ میں تاحین حیات کوئی فرق نہیں آئیگا۔"

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ اس دارالقضاء عالی کے ارکان مملکت کے بلند ترین مقام پر مسند نشین ہوں گے۔ اور اس کی زمام اقتدار انہی کے ہاتھوں میں ہوگی۔ یہ ارکان عمر بھر کے لئے معاش کی طرف سے بے نیاز ہوں گے۔ یہ مقام عالی کن خوش نصیب لوگوں کے لئے مخصوص ہوگا۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"جس قدر عرض کیا جاچکا ہے اس کے بعد اس امر کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ دارالقضاء عالی کو وقت کے اکابر علماء پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ ایسے علماء جو علوم کتاب وسنت پر اعلیٰ بصیرت رکھتے ہوں اور ساتھ ہی عام مروجہ قوانین میں مہارت تامہ رکھتے ہوں۔"

اس تجویز کے بعد غالباً صاحب مضمون کے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ یہ جو "مروجہ قوانین میں مہارت تامہ" کی شرط لگا دی گئی ہے۔ اسے موجودہ علماء پورا نہیں کرسکیں گے۔ اس لئے انھوں نے فوراً اس پر یہ اضافہ فرمایا کہ:۔

"لیکن موجودہ حالات میں اگر دارالقضاء کے لئے ایسے اشخاص نہ مل سکتے ہوں تو اکابر علماء دین کو بطور معاون موجودہ ججوں کے ساتھ شریک کیا جاسکتا ہے۔ جب فیصلے ایسے امور میں مطلوب ہوں۔ جن میں شرعی وجوہ کی بناپر امیر ریاست اور مجلس شوریٰ یا امیر ریاست اور ملت کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف پیدا ہو جائے۔"

اب آپ نے سمجھ لیا کہ اسلامی دستور کے لئے اس قدر واویلا کیوں مچایا جارہا ہے۔ اور کیوں اس پر زور دیا جارہا ہے کہ دستور کی بنیاد کتاب وسنت پر ہونی ضروری ہے۔ چونکہ آج تک یہ حضرات متعین ہی نہیں کرسکے کہ سنت رسول اللہ کہتے کسے ہیں اور وہ کونسی کتاب ہے جس میں سنت رسول اللہ جوں کی توں موجود ہے۔ اس لئے سنت کے متعلق کچھ دریافت کرنے کے لئے علماء کی یہ احتیاج لازمی ہے۔ اور احتیاج بھی اس قسم کی کہ مملکت کے ہر معاملہ میں حرف آخر علماء ہی کا ہو۔ اگر یہ حضرات سنت کے لئے کسی ایسی کتاب کی نشان دہی کردیں جس میں رسول اللہ کی سنت اسی طرح موجود ہو جس طرح خدا کا کلام قرآن کریم میں موجود ہے تو پھر ان کی ساری اہمیت ختم ہوجاتی ہے۔

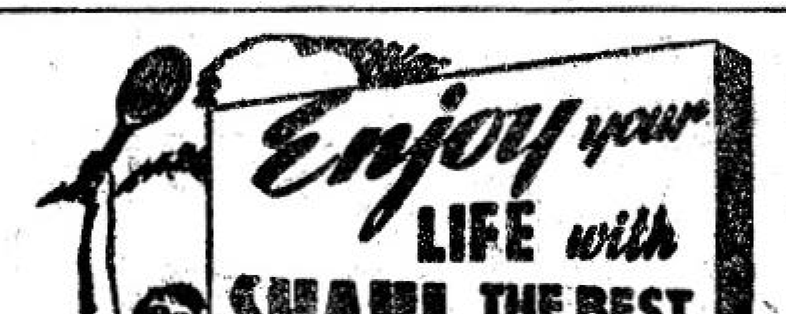

ورزش یا ورزشی کھیل کی طرف صحیح میلان اسی وقت ہوسکتا ہے جب قوی جسمانی درو صحت ہوں

شاہی عام کمزوری اور ضعف اعصاب کے دفعیہ کے لئے نہایت مفید ہے۔
شاہی معدہ اور جگر کی اصلاح کرکے ہاضمہ کو قوی کرتی اور جسم میں بکثرت خون صالح پیدا کرتی ہے
شاہی کسل ماندگی، اختلاج، قلب وجریان کی دافع ہے۔

(ہر اسٹور سے مل سکتی ہے)

تیار کردہ:۔ طبّی دواخانہ ـــ نیپئر روڈ ـــ کراچی نمبر۲

بزمِ طلوعِ اسلام

قصور محترم قدیر صاحب ترجمان بزم طلوع اسلام ۔ نزد بڑا ڈاک خانہ کوٹ عثمان خان قصور سے تحریر فرماتے ہیں کہ طلوع اسلام کی قرآنی فکر کو سنجیدہ طبقہ میں عام کرنے کے لئے بزم طلوع اسلام اور ایک لائبریری کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ بعض ممبران نے اپنا جمع کردہ لٹریچر اور مبلغ پانچ روپے فی ممبر بزم کو عطا کئے ہیں۔ تاکہ لائبریری کے لئے مزید کتابیں فراہم کی جا سکیں۔ محترم برکت صاحب نے اپنے مکان کی وسیع بیٹھک بزم اور لائبریری کے لئے دیدی ہے۔ تمام ممبران ہر اتوار کو شام کے ساڑھے چھ بجے دفتر میں جمع ہوتے ہیں۔ اور مختلف موضوعات پر بحث کرتے ہیں۔ ہر ممبر کے لئے کم از کم ایک روپیہ ماہوار بزم کو چندہ دینا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

لائلپور طفیل محمد خاں صاحب جمعدار ریلوے کوارٹر 67-C متصل اسٹور پی۔ ڈبلیو۔ آئی ریلوے اسٹیشن لائل پور شاکی ہیں کہ تشکیل بزم طلوع اسلام کے سلسلہ میں قارئین طلوع اسلام نے ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔ قارئین سے دوبارہ التماس ہے کہ اس پر اپنی پہلی فرصت میں متوجہ ہوں۔

روزمرہ کی زندگی کے ساتھ اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث
قرآنی فیصلے
قیمت :- چار روپے

فردوس گم گشتہ

جناب پرویز کے ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہوں کا زاویہ بدل دیا ہے۔ مفہوم کے علاوہ اگر خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھئے تو اردو زبان کی بہت کم کتابیں اس پایہ کی دکھائی دینگی۔

بڑا سائز۔ ضخامت قریب چار سو صفحات کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید جلد مضبوط۔ گرد پوش حسین۔
قیمت چھ روپے۔ علاوہ محصولڈاک۔

سلیم کے نام خطوط

ان خطوط میں ملت کے اس نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو مخاطب کیا گیا ہے جو مشرق و مغرب کے تصادم کے بعد ملوکیت کے وضع کردہ غلط مذہبی تصورات سے متنفر ہوتے ہوتے اسلام اور اسکے سرچشمۂ حیات قرآن ہی سے ہاتھ دھو چلا تھا۔ عقائد و نظریات جیسے خشک اور نازک مسائل پر اس عمدگی سے بحث کیگئی ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کسی خشک فلسفیانہ بحث کو پڑھ رہے ہیں۔ باتوں باتوں میں وہ دقیق اور معرکہ آرا مسائل حل کرکے رکھ دئے گئے ہیں جنہیں ضخیم مجلدات میں بھی حل نہیں کیا جاسکا تھا۔ یہ خطوط ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ قرآن کی روشنی اور محترم پرویز صاحب کا بصیرت افروز قلم۔ بڑا سائز ضخامت سوا چار سو صفحات۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید گرد پوش مصور مشرق جناب چغتائی کے قلم کا حسین مرقعہ۔ قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک۔

اسلامی نظام

اسلامی مملکت کا بنیادی اصول کیا ہے اور اسلامی نظام کیسے قائم ہوسکتا ہے؟ اسکے جواب میں محترم پرویز صاحب اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر ونظر کی نئی راہیں کھولدی ہیں۔ قیمت دو روپے۔

اسباب زوال امت

مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا۔

ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

قرآنی دستور

اس میں پاکستان کیلئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے۔

ضخامت دو سو چوبیس صفحات
قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

اسلامی معاشرت

مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ رہنے سہنے کا ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینے میں۔

ضخامت ۱۹۲ صفحات قیمت دو روپے۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳۷ - کراچی - ۳

انسان نے کیا سوچا
What Man Has Thought

There are numerous questions which have puzzled human mind ever since the dawn of consciousness—What are Matter, Life, and Consciousness? How did Universe come into being and how did Life and Consciousness emerge out of inorganic Matter? Is there any Reality behind Universe? Has Creation any purpose? What is the Destiny of Man? Are Good and Evil absolute? Are there any Permanent Values? What are Religion, Reality and God? Is there any suprasensous source of knowledge?

What is the place of Politics in human affairs and the type of Governmental machinery most suited to them?

In more recent times fresh problems cropped up—the State and its various forms, the part Economics plays in shaping Man's Destiny, the standard for the Distribution of Wealth, the control of the Means of Production, the institution of Private Property *vis a vis* human economy, the problem of Needs *vs.* Talents in relation to Communism, and so on.

Finally, what is western civilisation, what are its achievements and what its future is going to be?

From the Greek philosophers of over two thousand years ago down to the present day thinkers Man has striven hard to find an answer to all these problems. The story of this stupendous effort is fascinating and has been told lucidly in "What Man Has Thought" انسان نے کیا سوچا

The book is a scholarly exposition at a plane appropriate to its lofty theme and only a limited number of copies have been printed. It will be on sale shortly. Be quick to register your copy.

NAZIM IDARA-E-TOLU-E-ISLAM
P. B. No. 7313, KARACHI.

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi.
Editor: KHURSHID ALAM

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار
طلوع اسلام
کراچی

جلد نمبر ۸
شمارہ ۴۶

کراچی: ہفتہ - ۱۷ دسمبر ۱۹۵۵ء

قیمت چھ آ
سالانہ پندرہ ر

قرآن نے کیا کہا؟

اس کشمکش میں (جس کا ذکر سابقہ اشاعت میں کیا جا چکا ہے) جب ان مخالفین سے کہا جائیگا کہ تم اپنی مخالفت سے باز آجاؤ ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے تو یہ نہایت متکبرانہ انداز سے کہدینگے کہ نحن اکثرا موالا واولادا وما نحن بمعذ بین (۳۴/۳۵) - ہمارے پاس بڑی دولت ہے - ہماری جمعیت بھی کافی ہے - اس لئے ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا - قرآن کہتا ہے کہ ان سے کہو کہ ذرا تاریخ کے اوراق پر نگاہ ڈال کر دیکھو کہ جن اقوام سابقہ نے اس قسم کے نظام کے قیام کی مخالفت کی ان کا حشر کیا ہوا؟ وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا فتلک مسکنھم لم تسکن من بعد ھم الا قلیلا وکنا نحن الوارثین (۲۸/۳۸) - اور کتنی بستیاں (قومیں) ہم نے ھلاک کر دیں جو اپنے معاشی نظام پر اتراتی تھیں - یہ ہیں ان کے مکانات جو ان کے بعد بہت کم آباد ہوئے اور ان کے ترکہ کا وارث ہمارے سوا کوئی اور نہ ہوا - یہ قومیں ان مخالفین سے کہیں زیادہ صاحب قوت تھیں - کانوا اشد منھم قوۃ - ان کے ہاں رزق کی بھی فراوانی تھی - واثاروا الارض - ان کی آبادیاں بھی بڑی بڑی تھیں - عمروھا اکثرا مما عمروھا (۳۰/۹) لیکن جب اس کے باوجود وہ اپنی مخالفت میں کامیاب نہ ہو سکے - تو تم کسطرح کامیاب ہو جاؤ گے؟

طلوع اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ....

۱. تنہا انسانی عقل زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہنمائی کیلئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔

۲. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اس لئے نوع انسانی قرآن کے بغیر اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔

۳. حق و باطل کا معیار قرآن ہے۔ ہر وہ بات جو قرآن کے مطابق ہو صحیح ہے جو اس کے خلاف ہے غلط ہے۔

۴. حضور نبی اکرمؐ انسانی سیرت و کردار کے بلند ترین مقام پر فائز تھے لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں ایسی چیزیں شامل کر دی ہیں جن سے حضورؐ کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ حضورؐ کی سیرت کا صحیح معیار خود قرآن کریم ہے۔

۵. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔

۶. اس عالمگیر نظام زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں (انہیں قانون شریعت کہا جاتا ہے) یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔

۷. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فرد معاشرہ اپنی ضروریات زندگی سے محروم نہیں رہتا (اسے ربوبیت عامہ یعنی تمام نوع انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے)

۸. ربوبیت عامہ کے مقصد عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہوتی رہے اور اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ اسے "قرآنی نظام ربوبیت" کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ....

اسلام پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں قرآنی نظام ربوبیت نافذ ہو جائے تاکہ صفات خداوندی کی روشنی میں ہر انسان کی دبی ہوئی صلاحیتیں کامل نشوونما پا سکیں اور اس طرح "زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے"۔

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ جمہوریت ★ فتنہ انکار حدیث ★ محترم وزیر اعظم سے ★ کشمیر ★ نذر برھمن ★ جاھلی عصبیت
★ اسلام کی سرگزشت ★ درس بخاری ★ مجلس اقبال ★ عورت کا قرآن ★ بھارت اور سوویٹ روس کا قدیم ثقافتی رشتہ
★ حقائق و عبر ★ اندرون ھند ★ باب المراسلات ★ عالم اسلامی ★ بین الاقوامی جائزہ

ISLAMIC CONSTITUTION

Dear Brother,

The question of framing an Islamic Constitution has cropped up in Pakistan for the first time in the entire history of Islam covering a period of over thirteen hundred years. Absence of direct precedents or relevent guidance makes the task very difficult indeed. But we have to find a way or make it.

The fundamentals of Islam are contained in the Quran and Quran has fortunately been handed down to us intact in its original form and pristine purity. The ravages of time and human conflicts haye had no effect on its authenticity. The Quran contains a complete code for human life and must help us in fulfilling the present difficult task.

As a result of a life-long study of the Quran and human thought I gave you in an earlier letter the *Basic Provisions of the Islamic Constitution.* In the present letter I propose to put before you some points which must be borne in mind in *framing* an Islamic Constitution. They will, I am sure, help you in discharging your great and noble assignment as satisfactorily as is possible in the circumstances.

To,
All Muslim Members of the Constituent Assembly.
(Sent in December 1955)

Sincerely yours,
G. A. PARWEZ,
Director Quranic Research Centre,
Post Box 7313, Karachi.

POINTS TO BE BORNE IN MIND IN FRAMING AN ISLAMIC CONSTITUTION FOR PAKISTAN.

I

Barring a few exceptions the Quran concerns itself generally with the FUNDAMENTALS and gives no details. For instance it ordains Zakat again and again, but gives nowhere the rate of recovery or the conditions governing its levy. The intention is that while the Fundamentals remain inviolable, the Islamic State of the day will determine details thereunder to suit the requirements of the time. The Quran is very explicit on this point, e.g. Chapter V (MAAEDAH), Verses 101-102, wherein it is stated that details of things which have not been specified in the Quran should not be asked for because if they are revealed they might prove difficult to follow.

In his commentary on the Quran (Tafheemul Quran, Vol. 1) Syed Abul Aala Maudoodi, the head of the Jamaat-e-Islami which is foremost in demanding an Islamic Constitution, has recorded the following note on the verses mentioned above :-

"A tradition says 'Allah has placed on you certain obligations, do not violate them. Some things have been forbidden, do not go near them. Some limitations have been imposed, do not transgress them. Some things have been left unspoken of without being overlooked, do not probe into them.' The tradition coveys an important warning. Where the law-giver has cited a principle without specifying details or where he lays down an injunction in general terms without mentioning quantity, number or other determinable factors, the reason for his doing so is not that he had overlooked them but that his intention was not to hedge in the matter but to allow greater latitude in the observance of the injunction. Now if some one dabbles in hair splitting and if the words of the lawgiver do not help him to prop up round the matetr a berricade of minute details and fine limitations, he has recourse to intellectual jugglery to make the undefined definite, the absolute restricted and the undetermined determined, he exposes the Muslims to a grave danger because in metaphysical maters the greater the details the harder will it be for one to believe and in the case of practical injunctions limitations are liable to increase the chances of violation on the part of the observer."

In another book of his (TAFHEEMAAT, Part II) Syed Abul Aala Maudoodi has explained the above principle in the following words :-

"It is an incontrovertible truth that the lawgiver, for the observance of his directions, has with extreme wisdom and knowledge, laid down mostly such conditions as would in all times, all places and all circumstances, achieve the purpose in view. In spite of this, there are numerous details in which changed circumustances need a corresponding change. It is not necessary that the conditions in every age and country should be same as they obtained in Arabia and the Muslim world during the time of the Prophet and his companions. Therefore the enforcement in all ages and in all conditions of the particular forms for the observance of Islamic injunctions exactly as they were at inception, that is without modification will be a sort of conventionalism, which is completely alien to the spirit of Islam. It will be incorrect, therefore, to follow strictly the very words of the original text without weighing them in the present context, much less their deductions or inferences. The rational method for tackling a problem is that one should keep before his mind's eye the aim of the lawgiver and the why of it and with due regard to his principles and practice affect changes to accord with a change in circumstances."

Stated in simple words the essence of the foregoing is that *Allah, the lawgiver, has revealed in the Quran the basic priciples governing man's corporate life and very few detailed instructions and that the intention underlying His great design is that the Govt. of every age should itself frame subsidiary laws within the four walls of the divine principles.*

II

In the light of the Qurani Fundamentals the Prophet was the first to determine details appropriate to his time. After the Prophet came his successors and although the time lag between him and his immediate successors was too short to bring about any substantial change in the prevailing conditions of society, there are on record intances in which they modified or reversed the earlier decisions on the expressed ground that the requirements of the later time justified a modification of the decisions taken by the Prophet. Here are some of them :-

(i) *Divorce.* There are three stages to be gone through before divorce becomes effective. The Prophet decided that if a husband voices his intention to divorce his wife thrice in one breath it will be treated as one stage of the procedure. Hazrat Abu Bakr followed the decision of the Prophet but Hazrat Omar decided that the thrice repeated declaration at a time will amount to the completion of all the three stages and will make divorce irrevocable.

(ii) *Ransom.* The Prophet fixed the amount of ransom for prisoners of war at one Deenaar per head. Hazrat Omar fixed different amounts for different countries.

Continued on Title page 3.

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار

طلوع اسلام

جلد ۸　ہفتہ ۱۷ دسمبر ۱۹۵۵ء　نمبر ۴۶

جمہوریت

(انتخابی اصلاح کا ایک گوشہ)

انسان نے اپنے نظم اجتماعی (یعنی حکومت) کے لئے اس وقت تک جتنے طریقے اختیار کئے ہیں، ان میں جمہوری طریق حکومت کو سب سے بہتر اور بلند خیال کہا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے حکیم الامتؒ نے اس انداز حکومت کے متعلق کہا تھا کہ

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہم جمہوری انداز حکومت سے براہ راست واقف اور اس کے ثمرات سے بلا واسطہ لذت آشنا نہیں تھے۔ اُس وقت جمہوری انداز اقوام مغرب کے ہاں رائج تھا اور ہم انگریزی استعماریت کے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ہم اقبالؒ کے اشارے کا کما حقہٗ ادراک نہ کر سکے ہوں۔ لیکن اب اللہ کے فضل سے خود ہمارے ہاں جمہوری انداز حکومت کارفرما ہے۔ اور ہم اللہ کے فضل و کرم سے براہ راست اس کے عواقب و ثمرات سے لذت اندوز ہو رہے ہیں۔ اس لئے اب ہم ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ جمہوری انداز حکومت "دیو استبداد" ہے یا "آزادی کی نیلم پری" ہمارا خیال ہے کہ اس سوال کے جواب کے لئے نہ کسی منطقی استدلال کی ضرورت ہے۔ اور نہ فلسفیانہ شواہد کی۔ ہماری ملی حالت، معاملات میں آئے دن کا تجربہ۔ معاشرہ کی چیخ و پکار عوام کی زبوں حالی۔ قدم قدم پر زندگی کی ہڈیاں چٹخنے کی درد انگیز آوازیں۔ حتیٰ کہ خود اس جمہوری حکومت کے ارباب بست و کشاد کے اعلانات کہ ہمارے ہاں رشوت، بد دیانتی، نالائقی، اقربا نوازی، اعزہ پروری، انفرادی مفاد پرستی کی لعنت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، اس حقیقت کی واضح دلیل ہے کہ یہ جمہوری انداز حکومت فی الواقعہ دیو استبداد ہے۔ ہم حکمرانوں کے ایک گروہ سے تنگ آ کر نئے انتخابات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن نئے انتخابات کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ انہی جیسا ایک اور گروہ ہمارے سر پر مسلط ہو گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر جمہوری انداز حکومت کا عملی نتیجہ یہی ہے تو پھر اس کی اس قدر تعریف کیوں کی جاتی ہے؟

جمہوریت، ڈیماکریسی (DEMOCRACY) کا ترجمہ ہے۔ ڈیماکریسی کے معنی ہیں "لوگوں کی حکومت" یا "عوام کی حکومت" اس کا مفہوم انگریزی کے اس مشہور فقرے میں ادا کیا جاتا ہے جو امریکی دستور کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔ یعنی "عوام کی حکومت۔ عوام کے فائدے کے لئے۔ خود عوام کے ہاتھوں سے"۔ مغربی اقوام میں، جمہوری حکومت فی الواقعہ عوام کی حکومت، عوام کے فائدے کے لئے، خود عوام کے ہاتھوں تشکیل پائی ہے یا نہیں، اس کے متعلق دو آرا ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ہشت سالہ تجربہ نے جو کچھ ہمیں بتایا ہے، وہ یہی ہے کہ یہاں حکومت، نہ عوام کی ہوتی ہے۔ نہ عوام کے فائدے کے لئے ہوتی ہے اور نہ ہی عوام کے ہاتھوں تشکیل پذیر ہوتی ہے۔ یہ خواص کی حکومت۔ خواص کے مفاد کی خاطر، خواص کے ہاتھوں متشکل ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے ہاں کوئی خاص خرابی ہے جس کی وجہ سے جمہوری انداز حکومت اس قسم کے نتائج مرتب کر رہا ہے یا خود جمہوری انداز حکومت ہی ایسا ناقص ہے؟

ایک چیز ہے جمہوریت (ڈیموکریسی) کا اصول اور دوسری چیز ہے اس اصول کو بروئے کار لانے کے لئے جمہوری مشینری۔ جہاں تک جمہوریت کے اصول کا تعلق ہے، اس میں شبہ نہیں کہ عقلِ انسانی نے اس وقت تک جس قدر نظام ہائے حکومت وضع کئے ہیں، یہ ان میں بہترین ہے (قرآن اس پر کیا حد بندیاں عائد کرتا ہے یہ الگ بحث ہے) لیکن جو مشینری اس کے لئے وضع کی گئی ہے وہ اس قدر ناقص ہے کہ اس سے "آزادی کی نیلم پری" یکسر "دیو استبداد" میں بدل جاتی ہے۔ اس مشینری کی رو سے ملک کو چند حلقوں (CONSTITUENCIES) میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ہر حلقہ کے رائے دہندگان کی فہرست مرتب کر لی جاتی ہے۔ اس حلقہ میں جتنے امیدوار انتخاب کے لئے کھڑے ہوں، وہ رائے دہندگان انہی کو رائے دیتے ہیں جن کے حق میں زیادہ ووٹ آ جائیں وہ اس حلقہ کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔

اب اس طریق کار کا عملی نتیجہ دیکھئے۔ فرض کیجئے۔ دس گاؤں کا ایک حلقۂ انتخاب ہے جس میں پچاس ہزار کاشتکار (مزارع) ہیں اور پچاس زمیندار۔ اس حلقہ کی ایک نشست کے لئے پانچ زمیندار کھڑے ہوتے ہیں جن میں سے ایک امیدوار کامیاب ہو جاتا ہے۔ کہنے کے لئے یہ زمیندار ان پچاس ہزار کاشتکاروں کا نمائندہ ہے۔ لیکن آپ سوچئے کہ ایک زمیندار کسی صورت میں بھی کاشتکاروں (مزارعین) کا نمائندہ بن سکتا ہے؟ زمیندار اور کاشتکار کے مفاد ہمیشہ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ کیا اس صورت میں، ایک زمیندار کبھی کاشتکاروں کے مفاد کا محافظ ہو سکتا ہے؟ اسی طرح کارخانوں کی مثال لیجئے۔ ایک صنعتی حلقہ (INDUSTRIAL AREA) میں دس کارخانے ہیں جن میں پچاس ہزار مزدور ہیں اور دس کارخانوں کے مالک ان مالکان میں سے کچھ امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک کامیاب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ منتخب شدہ ممبر کسی صورت میں بھی مزدوروں کے مفاد کا نگران قرار دیا جا سکتا ہے؟ ان حلقوں کو پھیلا کر، پورے ملک کو محیط کر لیجئے۔ ملک کی آبادی کے نوے (بلکہ اس سے بھی زیادہ) فی صد حصہ غریبوں کا ہے، اور باقی دس فی صد (بلکہ اس سے بھی کم) امیر ہیں۔ انتخاب کے لئے (کم و بیش) تمام امیدوار اس دس فی صد (امراء کے) حلقہ سے کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے کامیاب امیدوار مجالس متقننہ وغیرہ کے رکن بن جاتے ہیں۔ کیا آپ ان ممبروں کو، ملک کی نوے فی صد غریب نادار آبادی کا نمائندہ قرار دے سکتے ہیں؟ کیا یہ "جمہور" (عوام) کے مفاد کے محافظ و نگراں سمجھے جا سکتے ہیں؟ کیا ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ اپنے مفاد پر عوام (جمہور) کے مفاد کو ترجیح دیں گے؟ لہٰذا، جب یہ منتخب شدہ ممبر، جمہور کے نمائندے ہی نہیں تو اس انداز حکومت کو جمہوری (DEMOCRATIC) کہا کیسے جا سکتا ہے؟ لیکن جمہوری مشینری کا تقاضا ہے کہ اسے جمہوری نظام ہی کہا جائے۔

کہا جا سکتا ہے کہ ان کاشتکاروں، مزدوروں، غریبوں اور ناداروں کو کس نے کہا ہے کہ وہ خود اپنے میں سے امیدوار کھڑے نہ کریں، اور زمینداروں، کارخانہ داروں اور دولتمندوں کو اپنا نمائندہ منتخب کریں؟ کہنے کے لئے یہ بات ٹھیک ہے لیکن سوچئے کہ جب زمیندار کے مقابلہ میں کاشتکار کارخانے کے مالک کے مقابلہ میں مزدور، اور محلہ کے رئیس کے مقابلہ میں ایک غریب و نادار امیدوار کھڑا ہو گا تو ان غریبوں کو کامیاب کون ہونے دے گا؟ انتخاب میں کامیابی تو ایک طرف، ان کے لئے تو وہاں رہنا محال کر دیا جائے گا۔

کہہ دیا جائے گا کہ جب یہاں کے نوے فی صد عوام میں اتنا سیاسی شعور اور مفادِ خویش کے تحفظ کا احساس

نہیں تو انہیں شریک حکومت کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ بات واضح ہے۔ اگر انہیں شریک حکومت نہیں کیا جا سکتا تو پھر اس حکومت کو عوام کی جمہوری حکومت کیوں کہا جاتا ہے۔ اسے "خواص کی حکومت" (Oligarchy) کیوں نہیں کہا جاتا ہے؟ اور اگر حکومت جمہوری ہے تو پھر اس میں عوام کو شریک کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

اس فساد کا علاج (ایک بڑی حد تک) انتخابی مشینری کی اصلاح میں ہے اور وہ اصلاح یہ ہے کہ ملک کی سو نشستوں میں سے نوے نشستیں عوام کے لئے مخصوص ہونی چاہئیں اور دس خواص (امراء) کے لئے۔ عوام (غریبوں) کی نشستوں کے لئے صرف عوام (کاشتکار، مزدور، غریب) امیدوار کھڑے ہوں اور خواص کی نشستوں کے لئے خواص (زمیندار، کارخانہ دار، امراء)۔ نہ عوام ان خواص کو ووٹ دے سکیں اور نہ خواص ان عوام کی نشستوں میں داخل ہو سکیں۔ اس طرح اور صرف اس طرح حکومت میں عوام کی صحیح نمائندگی ہو سکے گی۔ اور اس حکومت کو جمہوری (عوام کی) حکومت کہا جا سکے گا۔ علم کی شرط ہر امیدوار کے لئے ضروری ہے۔

اگر دستور پاکستان میں، انتخابات کے لئے اس قسم کے قواعد رکھے گئے تو یہاں کی حکومت جمہوری کہلا سکے گی۔ ورنہ وہی "دیو استبداد" ہوگا جو جمہوری "قبا" میں مصروف ملک گیری رہے گا اور ہم (بظاہر) دنیا کو اور (درحقیقت) اپنے آپ کو فریب دیتے رہیں گے کہ یہ "آزادی کی نیلم پری" ہے۔

(ہم نے اس مقالہ میں جمہوری مشینری کے صرف ایک پُرزے سے بحث کی ہے۔ نہ خود جمہوریت کے متعلق کچھ کہا ہے اور نہ ہی اس مشینری کے دوسرے پُرزوں کے متعلق۔ ان امور پر طلوع اسلام میں اکثر لکھا جا چکا ہے، اور عند الضرورت لکھا جائے گا)

فتنۂ انکارِ حدیث

گذشتہ دو تین برس سے "فتنۂ انکارِ حدیث" کے الفاظ ملک کی فضا میں اس شدت و کثرت سے گونج رہے ہیں کہ شاید ہی کوئی کان ایسا ہو جس میں یہ الفاظ نہ پڑ چکے ہوں۔ مذہبی حلقوں میں تو ایسا نظر آتا ہے گویا ان حضرات کے سامنے اس کے سوا کوئی اور کام رہ ہی نہیں گیا کہ اٹھتے، بیٹھتے، سوتے جاگتے، ان الفاظ کو دہراتے چلے جائیں۔ کیا آپ نے کبھی اس پر سنجیدگی سے غور فرمایا ہے کہ بالآخر یہ فتنہ ہے کیا؟ چونکہ اس فتنہ کے طعن کا ہدف اولیں طلوع اسلام ہے اس لئے ہم نے قریب قریب ہر اس تحریر کو پڑھا ہے جو اس باب میں گذشتہ دو تین برس میں صفحۂ قرطاس پر آئی ہے اس لئے پڑھا ہے کہ ہم جاننا چاہتے تھے کہ وہ کونسا جرم ہے جس کا مرتکب طلوع اسلام ہو رہا ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ فی الواقعہ جرم ہے تو ہم اس سے خدا کے حضور تائب ہو کر اپنی اصلاح کر لیں۔ لیکن ہم بغیر کسی قسم کی منافرانہ جذبہ داری کے نہایت دیانتداری سے عرض کرتے ہیں کہ آج تک کوئی ایسا مضمون ہماری نظر سے نہیں گذرا جس میں متانت اور سنجیدگی سے، دینی اور علمی نقطۂ نظر سے یہ بتایا گیا ہو کہ "فتنۂ انکارِ حدیث" ہے کیا اور طلوع اسلام کا وہ کونسا جرم ہے جس کی پاداش میں اسے اس طرح مورد طعن و تشنیع بنایا جا رہا ہے؟ اگر آپ ہمارے اس قول کو باور نہ کریں تو ہم آپ سے گزارش کریں گے کہ آپ ہی ہمارے لئے کسی ایسے مقالہ کی نشاندہی کر دیجئے جس میں اس موضوع پر علمی اور دینی حیثیت سے گفتگو کی گئی ہو۔ ایسا کرتے وقت ذیل کی تصریحات کو اپنے زیر نظر رکھئے۔

انکارِ حدیث کے متعلق کہا یہ جاتا ہے کہ اس کا مطلب ہے "انکارِ حجیتِ حدیث"۔ لیکن یہ صرف دو لفظوں کی جگہ تین لفظوں کا استعمال ہے۔ بات تو اس سے بھی واضح نہیں ہوتی۔ جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں، حجت کے معنی ہوتے ہیں کہ جب کسی مختلف فیہ مسئلہ میں اس قول کو پیش کر دیا جائے تو اسے قولِ فیصل مان لیا جائے اور اس پر کسی قسم کی تنقید جائز نہ سمجھی جائے۔ مثلاً جب یہ سوال زیر غور ہو کہ اسلام میں لحم خنزیر کا کھا لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور کوئی شخص یہ کہہ دے کہ قرآن میں ہے کہ حرمت علیکم .... ولحم الخنزیر (تم پر سور کا گوشت حرام کیا گیا ہے) تو یہ آیت مسئلہ زیر نظر کے فیصلہ کے لئے قولِ فیصل کا حکم رکھے گی اور اس پر کسی تنقید کی گنجائش نہیں رہے گی۔ اسے دین میں حجت کہتے ہیں۔ قرآن کی ہر آیت، ہر مسلمان کے لئے حجتِ دینی ہے۔ جو مسلمان ان میں سے کسی ایک آیت کو بھی حجت نہیں مانتا وہ "منکرِ قرآن" ہے۔ اور اس کا مسلک "فتنۂ انکارِ قرآن"۔

سوال یہ ہے کہ کیا آج تمام روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا ہے۔ یا گذشتہ تیرہ سو سال میں کوئی مسلمان ایسا گذرا ہے جو ہر حدیث کو اسی طرح دین میں حجت مانتا ہو؟ حدیث کے معنی ہیں قول منسوب الی الرسول یعنی ایسی بات جسے رسول اللہؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہو۔ حدیثوں کی مقدار لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا "فتنۂ انکارِ حدیث" کے داعیوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا ہے جو ان لاکھوں حدیثوں میں سے ہر حدیث کو دین میں حجت مانتا ہو، جس طرح وہ قرآن کی ہزاروں آیتوں میں سے ہر آیت کو حجت مانتا ہے؟ مثلاً اہل شیعہ کے ہاں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی اور جانشین مقرر فرمایا تھا۔ سنیوں میں سے کوئی شخص بھی اس حدیث کو مسئلہ خلافت میں حجت نہیں مانتا۔ یا سنیوں کے ہاں حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے ترکہ کا وارث کوئی نہیں۔ لیکن شیعوں میں سے کوئی بھی اس حدیث کو باغ فدک کے معاملہ میں حجت نہیں مانتا۔ اسی طرح خود سنیوں کے مختلف فرقوں کا حال ہے۔ رفع یدین کے مسئلہ میں حنفی جس حدیث کو حجت مانتے ہیں، اہل حدیث اسے حجت نہیں مانتے اور جس حدیث کو اہل حدیث حجت قرار دیتے ہیں، حنفی اسے حجت نہیں سمجھتے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا الگ الگ وجود اسی بنیاد پر قائم ہے کہ جو احادیث ایک کے ہاں حجت ہیں وہ دوسروں کے ہاں حجت نہیں۔ لہٰذا (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) یہ حقیقت واضح ہے کہ اس تیرہ سو برس میں کوئی مسلمان ایسا نہیں گزرا اور نہ ہی آج کوئی مسلمان ایسا ہے جو لاکھوں حدیثوں میں سے ہر حدیث کو حجت دینی سمجھتا ہو۔

کہا یہ جاتا ہے کہ ہر حدیث کو حجت دینی سمجھنے کا مطالبہ نہیں۔ صرف صحیح حدیثوں کو حجت سمجھنے کا مطالبہ ہے۔ جو صحیح حدیث کو حجت نہیں سمجھتا وہ منکرِ حدیث ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ صحیح حدیث کہتے کسے ہیں؟ شیعہ حضرات اپنی حدیثوں کو صحیح قرار دیتے ہیں لیکن سنیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کسی حدیث کے سلسلۂ رواۃ میں ایک شیعہ راوی بھی آ جائے تو وہ حدیث صحیح نہیں قرار دی جا سکتی۔ یعنی سنی، شیعہ حضرات کی صحیح حدیثوں کو حجت نہیں مانتے، لیکن اس کے باوجود وہ منکرِ حدیث قرار نہیں پاتے۔ اسی طرح سنیوں کی صحیح حدیثوں کو شیعہ حجت دینی نہیں مانتے لیکن سنیوں کے نزدیک وہ بھی منکرِ حدیث نہیں قرار دیئے جاتے۔ خود سنیوں کے ہاں یہ کیفیت ہے کہ جن حدیثوں کو غیر مقلد حضرات صحیح قرار دیتے ہیں، ان میں سے کئی ایسی ہیں جنہیں مقلد حضرات دینی حجت نہیں مانتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ منکرِ حدیث نہیں قرار پاتے۔ اسی طرح کئی ایسی حدیثیں ہیں جنہیں مقلد حضرات صحیح قرار دیتے ہیں لیکن انہیں غیر مقلد حجت نہیں مانتے۔ لیکن انہیں بھی کوئی منکرِ حدیث نہیں کہتا۔

سنیوں کے ہاں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ بخاری شریف ایک ایسی کتاب ہے جس کی ہر حدیث صحیح ہے۔ لیکن سنیوں میں وہ حضرات موجود ہیں جو بخاری کی ہر حدیث کو بھی حجت دینی نہیں مانتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ بھی منکرِ حدیث قرار نہیں پاتے۔

یہ وہ حقائق ہیں جن سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ان کی روشنی میں یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ ہر فرقہ، بلکہ ہر فرد، صرف ان احادیث کو حجت شرعی سمجھتا ہے جنہیں وہ اپنے خیال میں صحیح خیال کرتا ہے، جنہیں وہ صحیح نہیں سمجھتا، انہیں وہ حجت نہیں مانتا اور اس کے اس انکار سے اسے منکرِ حدیث قرار نہیں دیا جاتا۔ مثلاً سو حدیثوں کے مجموعہ میں سے ایک شخص پہلی پچاس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اسے آپ منکرِ حدیث قرار نہیں دیں گے۔ دوسرا شخص آخری پچاس کو صحیح نہیں سمجھتا اسے بھی آپ منکرِ حدیث قرار نہیں دیں گے۔ اب اگر ایک تیسرا شخص ایسا ہو جو یہ کہے کہ مجھے تو ان سو حدیثوں میں سے ایک بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی، تو کیا اسے منکرِ حدیث قرار دیا جائے گا؟ اگر اسے ایسا قرار دیا جائے گا تو کیوں؟ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص فلاں مجموعۂ احادیث کو صحیح نہیں سمجھتا (جیسے شیعہ حضرات، سنیوں کی احادیث کو صحیح نہیں سمجھتے اور سنی حضرات شیعوں کی احادیث کو صحیح نہیں مانتے)

ممکن ہے یہ کہہ دیا جائے کہ اگر کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں حدیث فی الواقعہ رسول اللہ کی ہے، تو جو شخص اسے دینی حجت نہ سمجھے، اسے منکرِ حدیث کہا جائے گا۔ اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ثابت کس طرح کیا جا سکے گا کہ فلاں حدیث فی الواقعہ رسول اللہ کی ہے۔ آپ کہیں گے کہ اس کے لئے ائمہ حدیث نے اس کے اصول مقرر کر رکھے ہیں۔ لیکن انہی اصولوں کے مطابق تو شیعہ حضرات، سنیوں کی حدیثوں کو رد کرتے ہیں، اور سنی حضرات، شیعوں کی حدیثوں کو۔ ممکن ہے کہ

کہہ دیا جائے کہ سنیوں کے اصول الگ ہیں اور شیعوں کے الگ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیثوں کے پرکھنے کے الگ الگ اصول بنا لینے سے بھی کوئی فرقہ یا کوئی شخص، منکرِ حدیث قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ اصول انسانوں ہی کے بنائے ہوئے ہیں، بیکن آسمان سے ہی نہیں آئے تھے۔ مقلد اور غیر مقلد حضرات کے ہاں تو حدیثوں کے پرکھنے کے اصول ایک ہی ہیں، لیکن اس کے باوجود، ان کے ہاں بھی حدیثوں کے صحیح قرار دیئے جانے میں اختلاف ہے۔ لہٰذا یہ بھی غلط ہے کہ حدیثوں کے پرکھنے کے جو اصول مروّج ہیں ان کی رُو سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ فلاں قول فی الواقعہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے؟ اگر یہ ثابت کیا جا سکتا تو جو لوگ ان اصولوں کو مانتے ہیں کم از کم ان کے ہاں تو اس باب میں اختلاف نہ ہوتا کہ فلاں حدیث صحیح ہے یا نہیں۔ انہی اصولوں کے مطابق بخاری شریف، احادیث کی صحیح ترین کتاب قرار پائی تھی۔ لیکن اس کے متعلق بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کی ہر حدیث صحیح نہیں۔ اور ایسا کہنے والوں کو منکرِ حدیث نہیں کہا جاتا۔

یہ وہ سوالات ہیں جو انکارِ حدیث کے سلسلہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ جماعت اسلامی سے تو ہمارا تخاطب نہیں، اس لئے کہ وہ ہمارے نزدیک ایک سیاسی جماعت ہے جو اپنے مقصد کے حصول کے لئے جائز و ناجائز ہر حربہ کا استعمال عین ثواب سمجھتی ہے (ہم یہ الفاظ پوری ذمہ داری سے لکھ رہے ہیں) لیکن باقی حضرات سے، جنہیں دین کا علم، تقویٰ اور دیانت نصیب ہے، ہم باادب اور بہ اصرار گذارش کریں گے کہ وہ خالص علمی اور دینی حیثیت سے ان سوالات پر غور فرمائیں اور کسی قسم کی بحث میں الجھے بغیر ہمیں بتائیں کہ منکرِ حدیث کسے کہتے ہیں کونسی حدیث دین میں حجت قرار دی جا سکتی ہے اور اسے ایسا قرار دینے کی دلیل اور سند کیا ہے۔ اس کے لئے وہ اصطلاحات کے استعمال پر اکتفا نہ کریں بلکہ جس انداز کے ہم نے سوالات پیش کئے ہیں اسی انداز سے عملی مثالوں سے اپنے خیال کی وضاحت فرمائیں۔ اگر ان کی تکلیف فرمائی سے یہ اہم سوال صاف، اور طلوع اسلام پر اس کی غلطی واضح ہو جائے۔ تو اس کیلئے وہ ہمارے نزدیک مشکور اور خدا کے ہاں ماجور ہوں گے۔

محترم وزیر اعظم سے

ہم نے طلوع اسلام کی کسی سابقہ اشاعت میں لکھا تھا کہ حکومت کے مقصود و منتہیٰ کے متعلق تفصیلی گفتگو کی جائے تو اس کے لئے ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی لیکن اگر ان تفاصیل کو سمٹا کر مختصر کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ حکومت سے مقصود یہ ہے کہ ملک کے باشندے اطمینان اور خوش حالی کی زندگی بسر کر سکیں اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ ان آٹھ سال کے عرصہ میں پاکستان میں جتنی حکومتیں بھی قائم ہوئیں، سب اپنے مقصود میں ناکام رہی ہیں۔ ملک کے باشندوں کو نہ اطمینان نصیب ہوا نہ خوش حالی۔ بلکہ اس کے برعکس، ان کی بے اطمینانی اور بدحالی میں دن بہ دن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس افسوسناک صورتِ حالات کے وجوہ و اسباب متعدد ہیں لیکن اس کے بنیادی اسباب میں سے سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ حکومت کے دفاتر کی مشینری اس ڈھب سے چل رہی ہے کہ جو بدنصیب اس کے چکر میں پھنس جاتا ہے، وہ اپنی قسمت کو روتا ہے۔ وہاں قاعدہ اور قانون (ROLE OF THE LAW) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لوگوں کو تنگ اتنا کیا جاتا ہے کہ اچھے اچھے اصول پرست بھی ان کے تقاضوں کو پورا کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تاخیر کا یہ عالم ہے کہ اس نے پرانی دیسی ریاستوں کی مضحکہ انگیز کہانیوں کو مات کر دیا ہے۔ ان دفاتر کے ہاتھوں ایک دنیا چیخ رہی ہے، لیکن کوئی کسی کی سُنتا ہی نہیں۔ دفاتر ہی کا ایک شعبہ عدالتوں کو سمجھئے۔ ان میں کسی کو انصاف کی توقع نہیں رہی۔ ہر طرف دھاندلی ہے اور رشوت۔ اس کا نتیجہ یہی نہیں کہ لوگ بے اطمینان اور بدحال ہو رہے ہیں بلکہ اُن کے دل سے قانون کا احترام اور حکومت کا وقار اٹھ گیا ہے۔

آپ کے برسرِ اقتدار آنے سے یہ امید قائم ہوئی تھی کہ چونکہ آپ کی ساری عمر دفتروں میں گزری ہے اور آپ ان کے نشیب و فراز اور پیچ و خم سے اچھی طرح واقف ہیں، اس لئے آپ اس مشینری کو ڈھب پر لے آئیں گے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ دوسرے کاموں میں اس قدر مصروف ہیں کہ آپ کو اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ جن کاموں میں آپ مصروف ہیں، ان کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں، لیکن ایسا کہنے میں کچھ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اگر وہ سب کام ٹھکانے بھی لگ جائیں لیکن دفاتری اور عدالتی نظم و نسق بد سے بدتر ہوتا جائے تو ایسی حکومت کبھی کامیاب حکومت نہیں کہلا سکے گی۔ ہماری آپ سے باادب گزارش ہے کہ آپ دیگر امورِ حکومت کو اس طرح بانٹ دیجئے کہ آپ کو اس اہم شعبہ کی دیکھ بھال کے لئے کافی وقت مل سکے۔ اگر آپ کے زمانۂ حکومت میں دفتری اور عدالتی مشینری صحیح خطوط پر چل پڑی تو سمجھیئے کہ آپ نے استحکامِ پاکستان اور فلاح و بہبودِ عوام کے لئے ایک نمایاں خدمت سرانجام دیدی۔ آپ کے حسنِ تدبر کا یہی تقاضا ہے۔

کشمیر

ادھر پاکستان میں آل پارٹیز کشمیر کانفرنس منعقد ہوئی اور ملک کی متفرق پارٹیوں اور افراد نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا، اُدھر بین الاقوامی سیاست میں ایک زلزلہ آ گیا اور روس، سرتاپا مسلح روس، کشمیر میں آ دھمکا اور پوری ڈھٹائی سے یہ اعلان کر دیا کہ کشمیر ہندوستان کا حصہ ہے اور اس کے باشندوں نے اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ روسی قائدین کے لئے اس قسم کی علانیہ جانبداری کا کوئی موقع نہیں تھا۔ کشمیر کا مسئلہ پاکستان اور ہندوستان کے مابین متنازعہ فیہ ہے اور جب تک اس کا فیصلہ نہیں ہو جاتا کسی ملک کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے کسی ایک ملک کا حصہ قرار دے۔ روس کے تعلقات ہندوستان سے ہیں تو پاکستان سے بھی ہیں۔ اس لئے ڈپلومیٹک آداب کا تقاضا ہے کہ اس کے دل میں کچھ بھی ہو وہ بات غیر ذمہ داری سے نہ کرے۔ نیز کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کے پیشِ نظر بھی ہے، اور روس اس ادارے کا رکن ہونے کی حیثیت سے مجبور ہے کہ ایسی واضح جانبداری کا مرتکب نہ ہو۔ لیکن روس نے نہ پاکستان سے ڈپلومیٹک تعلقات کا لحاظ کیا نہ اقوام متحدہ کی رُکنیت کی ذمہ داری کو محسوس کیا۔ ان حدود کا احترام تو ایک طرف وہ بالکل آپے سے باہر ہو گیا اور پاکستان کی تخلیق پر ہی معترض ہو گیا۔ مہذب ممالک اس قسم کے اعلانات ضروری بھی سمجھیں تو اس وقت کرتے ہیں جب وہ برسرِ پیکار ہوتے ہیں۔ لیکن روس کے رنگ نیارے ہیں۔ وہ قاعدے کے مطابق پاکستان کا دوست ہے۔ رجب تک دونوں ممالک کے مابین سفارتی تعلقات قائم ہیں انہیں ایک دوسرے کا دشمن نہیں کہا جا سکتا، لیکن وہ اس کی اساس تک پر اعتراض سے نہیں چوکا۔ اگر پاکستان کو روس اس نظر سے دیکھتا ہے تو اسے تعلقات منقطع کرکے اپنے آپ کو یاوہ گوئی کے لئے آزاد کر لینا چاہیئے۔

پاکستان روس کے مقابلے میں معمولی سا ملک ہے لیکن روسی قائدین کے اعلانات سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان اتنا حقیر نہیں جتنا اُسے سمجھا، یا سمجھایا جاتا ہے۔ وہ اپنے لئے جو شاہراہ عمل تیار کر رہا ہے اس کے پیشِ نظر وہ روس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکنا شروع ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ روس بے قابو ہو کر اس کی کھلم کھلا مخالفت پر اتر آیا ہے۔ ذرا بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو پتہ چل جائے گا کہ روس نے پاکستان کی مخالفت ایک تو اس لئے کی ہے کہ پاکستان اشتراکیت کا ربقۂ غلامی اپنے گلے میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں، دوسرے روس ہندوستان کو اپنے حلقہ میں لینے کے لئے آخری بازی لگا رہا ہے۔ مارشل بلگانن اور کروشیف نے اپنے دورۂ ہند میں جو کچھ کیا اور اس کے جو مضمرات ہیں ان کا تفصیلی جائزہ آئندہ اشاعت میں لیا جائے گا۔ جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے ان کے دورے میں شاید یہ علاقہ شامل نہیں تھا۔ ہندوستان نے آ جانے کے بعد ان کے دورے کی مدت میں اضافہ کیا گیا اور انہیں کشمیر تک لیجایا گیا۔ گویا ہندوستان نے روس کو جان بوجھ کر اس قضیہ میں لانے کی کوشش کی تاکہ اس میں ایک اور پیچیدگی پیدا ہو جائے۔ روس نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا۔ چنانچہ اس نے اعلان کر دیا کہ کشمیر ہندوستان کا حصہ ہے وہ شیخ ہی کو بھی اپنے ہاں بلا رہا ہے تاکہ اس کا دماغ اور پھر جائے اور کشمیر پوری طرح اشتراکی مرکز بن جائے۔

اس سے کشمیر کے متعلق عجیب صورت پیدا ہو گئی ہے۔ ان حالات میں نہ ہندوستان سے براہ راست مذاکرات کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے اور نہ اس قضیہ کو اقوام متحدہ میں لیجانے کا کچھ فائدہ نظر آتا ہے۔ ضمناً اس کا یہ مطلب نہیں کہ کشمیر کی آزادی کی راہیں مسدود ہو گئی ہیں۔ زندہ قوموں کی زندگی میں اس قسم کے سنگین مقامات نئی راہوں کی کشود کی

ہتیہ بن جاتے ہیں۔ لہذا ہم کشمیر کے مستقبل سے مایوس نہیں بلکہ اور پُر امید ہو گئے ہیں کیونکہ صاف نظر آ رہا ہے کہ حالات کا تقاضا کشمیر کو آزاد کرانے کی طرف ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روس کے اس صریح اعلان کے بعد امریکہ کی پوزیشن کیا رہ جاتی ہے؟ یہ سوال اس لئے نہیں پیدا ہوتا کہ ہم کشمیر کی قسمت امریکہ کے ہاتھ میں سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ ہم پر روسی عتاب کا نزول اس لئے ہو رہا ہے کہ ہم امریکہ کے حلیف ہیں۔ اگر ہمیں امریکہ سے حلیفانہ تعلقات قائم کرنے کی یہ سزا مل سکتی ہے تو ہم امریکہ سے یہ توقع کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ وہ بھی صاف صاف بتائے کہ ہمیں وہ کیا مقام دینے کے لئے تیار ہے۔ آگے بڑھنے سے پیشتر گوا کی مثال دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ روسی قائدین نے گوا کے بارے میں بھی صاف طور پر ہندوستانی مؤقف کی تائید کی۔ یہ تائید بھی اسی طرح بے محل تھی جیسی کشمیر کے بارے میں انہوں نے کی لیکن اس پر امریکہ نے فوراً اپنی پالیسی کا اعلان کر دیا اور سیکرٹری آف اسٹیٹ مسٹر ڈلیز نے غیر مبہم طریق سے کہہ دیا کہ گوا پرتگال کا ایک صوبہ ہے۔ اس پر ہندوستان سیخ پا ہو گیا لیکن امریکہ اپنے اعلان پر قائم ہے۔ اگر گوا کے بارے میں یہ اعلان کیا جا سکتا ہے تو کشمیر کے بارے میں ایسی صراحت کیوں نہیں کی جا سکتی؟ یہ وقت ہے کہ امریکہ اس کی وضاحت کرے اور پاکستان کو اپنی دوستی کا یقین دلائے۔ اگر اس نے اس وقت پر یقین نہ دلایا اور صاف طور پر پاکستانی مؤقف کی حمایت نہ کی تو پاکستان اپنے لئے جداگانہ راستہ تراشنے پر مجبور ہو جائے گا۔ امریکہ اگر یہ چاہتا ہے کہ پاکستان اس کا ساتھ دے تو اسے چاہیئے کہ وہ یہ موقع نہ پیدا ہونے دے کہ پاکستان اضطراراً کچھ کر بیٹھے۔ ہمیں انتظار ہے گا کہ امریکی حکومت ذمہ داری سے کشمیر کے متعلق بلگانن اور کروشیف کے اعلان کا کیا جواب دیتی ہے۔ اس جواب پر پاکستان کی آئندہ پالیسی کا دار و مدار ہو گا۔ امریکہ اس کا کچھ بھی جواب دے پاکستانی حکومت اور پاکستانی عوام کو یہ راز سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ کشمیر بڑی شدت سے ہمارے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے۔ کشمیر مظہر بن گیا ہے ان مخالفانہ سازشوں کا جن کا جال ہندوستان اور روس بچھاتے جا رہے ہیں۔ لہذا کشمیر ہماری قومی جد و جہد کا فیصلہ کن معرکہ ہو گا۔ اسے سر کرنے کے لئے کامل اتحاد و یکجہتی کی ضرورت ہے۔ جو افراد احزاب کشمیر کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اگر ان کی شرکت واقعی مبنی بر خلوص تھی اور وہ کشمیر کے حصول کے لئے دیانتدارانہ تڑپ رکھتے ہیں تو اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اس مقصد کے لئے یک زبان، یک نگاہ اور یک جان ہو جائیں کہ

یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

اس وقت جو آواز بھی اس کے خلاف اٹھے گی اسے غداری پر محمول کیا جائے گا کیونکہ پاکستان کی بقا دیگر تمام تحفظات پر مقدم ہے۔

نذر برہمن

ہم نے سابقہ اشاعتوں میں شاہ سعود کے دورۂ ہند پر تبصرہ کرتے ہوئے جن خدشات کا اظہار کیا تھا۔ ہمیں بصد دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ صحیح ثابت ہوئے۔ ۱۱ر دسمبر کو آپ نے بمبئی میں جو تقریر ارشاد فرمائی۔ وہ ہمارے لئے ہی نہیں مسلمانانِ عالم کے لئے روح فرسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان آنے سے پہلے ان کے دل میں جو دو سوالات خصوصیت سے ابھر رہے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ مسلمانوں سے وہاں کیا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

> اب میں دورے کے خاتمے پر مسلمانانِ عالم کو پورے اطمینان سے بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمانانِ ہند کی قسمت محفوظ ہاتھوں میں ہے . . . میں محافظ مقاماتِ مقدسہ کی حیثیت سے اپنا اور مسلمانانِ ہند کا پنڈت نہرو جیسے بڑے لیڈر اور ان کے ان رفقا کا جو شہریوں سے مساوات اور انصاف کا سلوک کر رہے ہیں، شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یہ اعلان کرب انگیز ہی نہیں بے محل بھی ہے۔ شاہ سعود چند روزہ سرکاری دورے میں یقیناً مسلمانانِ ہند کی حالت زار کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے۔ اس لئے بھی کہ یہ مدت ناکافی تھی۔ اور اس لئے بھی کہ اس دوران میں انھیں ان مسلمانوں سے براہ راست ملنے دیا گیا جو ہندو مظالم کا تختہ مشق ہیں نہ ان نمائندوں سے جو آپ کو صحیح حالات سے باخبر کرتے۔ ان سے جو مسلمان ملے۔ وہ بیشتر وہی تھے جو ہندو کے آلۂ کار ہیں۔ اور ہندو انھیں ایسے موقعوں پر نمائش کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اتفاق سے بار پا بھی گیا ہو جو ان حالات سے آپ کو مطلع کر سکتا تھا تو سرکاری ماحول میں اس کا ئے موقع ہی کہاں میسر آ سکتا تھا۔ ان دنوں حالات شاہ سعود کا ہندوستان کو یہ سرٹیفکیٹ دینا بے معنی اور نہایت خطرناک ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ ہندوستان کے دورے پر تشریف لائے تھے۔ تو آپ کے دل میں کچھ بھی خیالات کیوں نہ ہوں۔ آپ اس پر یقیناً مکلف یا مامور نہیں تھے کہ آپ ہندوستان کو یہ سرٹیفکیٹ دے کر جاتے۔ پنڈت نہرو کی مہمان نوازی کی آپ تعریف کر سکتے تھے۔ اور اس کے لئے ان کا شکریہ بھی ادا کر سکتے تھے۔ لیکن بغیر مکمل معلومات کے اس قسم کی مدح سرائی قطعاً بے محل تھی۔ قیامت تو یہ ہے کہ آپ نے یہ اعلان "محافظ مقاماتِ مقدسہ" کی حیثیت سے کیا ہے۔ باقی رہے مسلمانانِ ہندوستان تو جن دنوں محافظ مقاماتِ مقدسہ یہ محافظ نہرو کے لئے یہ سارٹیفکیٹ مرتب فرما رہے تھے۔ عین انہی دنوں امین الدولہ پارک (لکھنؤ) میں ان سوختہ بخت مسلمانوں کو شدھ کیا جا رہا تھا! کیا شاہ سعود کے کانوں تک یہ خبر بھی نہیں پہونچ سکی تھی! اس حیثیت کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ اور اس کا تقاضا اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ پاکستان سے استصواب نہ کر لیا جاتا۔ کیونکہ پاکستان ہی تصویر کا دوسرا رخ پیش کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ شاہ سعود نے مقبوضہ کشمیر جانے کا خیال ترک کر دیا تھا یہ اعتراف تھا اس حقیقت کا کہ پاکستان کا مقدمہ کشمیر کے بارے میں یونہی رد نہیں کیا جا سکتا۔ اور پاکستان کے مقدمے کا غالب پہلو یہ ہے کہ مسلمانانِ کشمیر پر ہندوستان نے عرصۂ عافیت تنگ کر رکھا ہے۔ جب تک پاکستان کا یہ الزام باقی ہے شاہ سعود کا سرٹیفکیٹ قطعی نہیں ہو سکتا۔ اقبال نے تو یہ کہا تھا کہ "پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے"۔ لیکن شاہ موصوف کے بیان کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے کہ "پاسبانِ کعبہ بھی نذرِ برہمن ہو گئے"!

جاہلی عصبیت

خان عبد الغفار خاں کی ذہنیت اور اس ذہنیت سے پرورش پذیر والی سیاست مزید تبصرے کی محتاج نہیں اس پر طلوع اسلام میں لگی لپٹی رکھے بغیر تفصیل سے لکھا جا چکا ہے لیکن انھوں نے جو تازہ مثال پیش کی ہے۔ وہ جاہلی عصبیت کی بدترین صورت ہے۔ آپ ان دنوں "اپنے بڑے بھائی" یعنی مشرقی پاکستان کے مہمان ہیں۔ لیکن یہ دو بھائی بھی خوب ہیں کہ ان کی زبان بھی مشترک نہیں۔ چنانچہ جب آپ ڈھاکہ میں عوامی لیگ کے ایک جلسہ کو خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ کو یہ مشکل پیش آئی کہ "بڑے بھائی" یا اس کی اولاد سے کس زبان میں گفتگو کریں۔ بنگلہ وہ خود جانتے نہیں تھے اور پشتو ان کے سامعین نہیں جانتے تھے۔ لہذا انھیں اردو کا سہارا لینا پڑا۔ واضح رہے کہ آپ سرحد سے باہر اردو میں ہی تقریریں کرنے کے عادی ہیں۔ ہندوؤں کے دور میں وہ ہر اسٹیج پر اردو میں ہی بات کرتے تھے۔ حالانکہ ہندوؤں میں اردو کے خلاف جذبات پیدا کر دیئے گئے تھے۔ اور اس زبان کی بجائے ہندی کو رائج کیا جا رہا تھا۔ پاکستان میں آکر آپ کی نگاہوں میں اردو کی حیثیت بالکل اور ہو گئی ہے ڈھاکہ میں آپ کو اردو میں خیالات کا اظہار کرنے سے پیشتر یہ معذرت کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ ایک ایسی زبان میں بول رہے ہیں جو نہ ان کی اپنی زبان ہے نہ سامعین کی۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ کے لئے اردو زبان میں بولنا اتنا ہی معیوب ہے کہ اس کے لئے معذرت کی ضرورت محسوس ہوئی ہے تو آپ نے پشتو ہی میں کیوں نہ تقریر کی؟ آخر وہ ان کی اپنی زبان تو تھی۔ چند ماہ پیشتر آپ نے کراچی میں اس کی نظیر بھی قائم کر دی تھی۔ آپ نے یہاں ایک پریس کانفرنس طلب کی تو ہر چند اصحاب پریس میں پشتو بولنے والے نہیں تھے۔ آپ نے ان سے پشتو میں ہی خطاب کیا اور ایک صاحب سے پشتو کا ترجمہ اردو میں کرایا۔ آپ نے اس پر ڈھاکہ میں کیوں عمل نہ کیا؟ وہاں بھی پشتو کا ترجمہ بنگلہ میں ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہاں پشتو استعمال کر کے کچھ اثر پیدا نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ آپ نے اپنی مادری زبان کو بھی چھٹی دیدی۔ اسی ڈھاکہ میں جہاں قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو اور صرف اردو ہے۔ اور جو اس کے خلاف ہے وہ پاکستان کا دشمن ہے۔ آج اسی ڈھاکہ میں اردو

اسلام کی سرگزشت

عربوں کی عقلیت جاہلیہ اور عقلیت اسلامیہ کے باہمی فرق کو واضح کرنے کے بعد دونوں عقلیتوں کے تزاحم و تصادم سے جو نتائج برآمد ہوئے ان کو بیان کیا جارہا تھا اور بتایا گیا تھا کہ یہ سمجھنا قطعاً غلط ہے کہ اسلامی عقلیت نے جاہلی عقلیت کو بالکلیہ ختم کر دیا تھا اور اس کا کوئی اثر عربوں کی زندگی پر باقی نہیں رہا تھا۔ آج کی فرصت میں بھی یہی گفتگو جاری ہے۔

اغانی نے بیان کیا ہے کہ طویس (گویا) ان اشعار کا بڑا ہی گرویدہ تھا جو اوس اور خزرج نے اپنی باہمی جنگوں کے بارہ میں کہے تھے۔ اس کا مقصد غالباً ان اشعار کو گانے سے ان قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا ہوتا تھا۔ چنانچہ بہت کم کوئی ایسی مجلس ہوتی تھی جس میں دونوں قبیلے جمع ہوں اور وہاں طویس کو گانے کا موقع مل جائے، اور کوئی فتنہ وہاں پیدا نہ ہو...... طویس کا گانا دلوں کی دبی ہوئی باتوں کو ابھار کر دیتا اور چھپے ہوئے کینوں کو باہر نکال دیتا تھا[۱]۔ اگر ہم شرح و بسط سے مختلف قبائل کے درمیان ان جنگوں کو بیان کرنا شروع کریں جن کی بنیاد عصبیت جاہلیہ تھی تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔

بنو امیہ کے دور میں شعراء پر نظر ڈالتے جاؤ تو یہ چیز تمہیں ان میں بہت ہی واضح اور نمایاں نظر آئے گی۔ یہ شعراء مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ اپنے قبیلوں کی تعریفیں کرتے تھے اور دوسروں کی مذمت اور ہجو کہتے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے جاہلیت کے شعراء کیا کرتے تھے۔ اس کا بہترین نمونہ وہ ہجویہ اشعار ہو سکتے ہیں جو جریر، فرزدق اور اخطل نے کہے ہیں۔

تنہا عصبیت کا پہلو ہی نہیں تھا جو زمانہ اسلام میں جاہلی رجحانات کو ہمارے سامنے نمایاں کر دیتا ہو۔ بلکہ اس کے علاوہ کچھ دوسرے رجحانات بھی تھے جو وضاحت میں اس سے کم نہیں تھے۔

ارتداد کی جنگیں بھی اسی ضمن میں آجاتی ہیں۔ کیونکہ عرب کے بہت سے قبائل خلیفہ کو زکوٰۃ ادا کرنے کو اپنے اوپر ایک قسم کا ٹیکس اور ذلت کی بات سمجھتے تھے وہ اسے اسی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر مسلط ہو گیا ہے اور وہ ان پر کچھ ٹیکس یا تاوان عائد کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے موقعہ کو انہوں نے غنیمت سمجھا اور اپنے اس جاہلی شعور کی تعبیر انہوں نے یہ کی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو زکوٰۃ ادا کرنے سے منع انکار کر دیا۔ قرہ بن ہبیرہ نے اس بارہ میں حضرت عمرو بن العاص سے کہا تھا۔ "اے عمرو! عرب لوگ خوشی سے یہ ٹیکس نہیں دے سکتے۔ اگر تم انہیں اس سے معاف کر دو اور ان کے مال ان سے نہ لو تو وہ تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر تم نے یہ نہ مانا تو عرب لوگ تمہارے جھنڈے کے نیچے کبھی جمع نہیں ہو سکتے"۔ ان کی عقل میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ زکوٰۃ کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ یہ تو مال کا وہ حصہ ہے جو مصالح عامہ خرچ کرنے کے لئے تمام مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ اور اسلام کا منشا اس سے اتنا ہی ہے۔

اس پر اتنا اضافہ اور کر لو کہ بعض مسلمان۔ خصوصیت کے ساتھ دیہات کے باشندے — اپنی اجتماعی زندگی میں جاہلی رجحانات کے ماتحت ہی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دوسرے کی ہجو کرنا، حمیت و عصبیت، اور شراب وغیرہ ان کا روزانہ کا معمول تھا۔

روایات میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حطیئہ شاعر کو محض اس لئے قید کر دیا تھا کہ وہ اشعار میں بیہودہ باتیں کہا کرتا تھا، لوگوں کی مدح اور ہجو میں ایسی ایسی باتیں کہہ جاتا تھا جو واقعتہً ان میں نہیں ہوتی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمرؓ نے اسے رہا کر دیا۔ جب وہ جانے لگا تو حضرت عمرؓ نے اسے پھر آواز دی۔ وہ واپس آیا تو فرمانے لگے۔ "حطیئہ! مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ تم پھر کسی قریشی نوجوان کے پاس بیٹھے ہوگے جس نے تمہارے بیٹھنے کے لئے گدا بچھا رکھا ہوگا اور وہ کہہ رہا ہوگا — حطیئہ! ہمیں کچھ گانا سناؤ۔ اور تو پھر لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلنا شروع کر دے گا"۔ زیدبن اسلم کا بیان ہے کہ ایک عرصہ کے بعد میں نے خود حطیئہ کو عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھا دیکھا جنہوں نے اس کے بیٹھنے کے لئے ایک گدا بچھا رکھا تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ اس سے کہہ رہے تھے "حطیئہ! ہمیں کوئی گانا تو سناؤ"۔ اور وہ انہیں گانا سنا رہا تھا۔ میں نے حطیئہ سے کہا۔ حطیئہ! تمہیں حضرت عمرؓ کی بات یاد نہیں تو وہ کچھ گھبرا سا گیا اور کہنے لگا۔ خدا حضرت عمرؓ پر رحم فرمائے۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو ہم یہ کچھ نہ کر سکتے"۔

بنو امیہ کے اکثر اور بنو ہاشم کے بعض نوجوان جس قسم کی زندگی بسر کرتے تھے اسے جاہلیت سے تو قریب تر کہا جا سکتا ہے۔ مگر اسلام سے قریب تر نہیں کہا جا سکتا۔ شراب، شکار، عورتوں کی عشقیہ باتوں سے متعلق اشعار ان کا شغل تھا۔ مثلاً یزید بن معاویہ اور اس کے ساتھی۔ مسعودی کا بیان ہے کہ "یزید عیش و طرب کا دلدادہ اور شکار کے لئے شکاری جانور اور کتے پالتا تھا اور شراب پیتا تھا۔ اس کے زمانہ میں مکہ اور مدینہ میں گانے کا بہت رواج ہو گیا تھا اور کھیل کود کی چیزیں عام طور پر استعمال ہونے لگی تھیں اور لوگ علانیہ شرابیں پینے لگے تھے۔ یزید کے ساتھیوں اور اس کے گورنروں اور حکام پر بھی اس کے کردار کا اثر نمایاں تھا[۲]۔

ولید بن عقبہ اموی کی سیرت کا مطالعہ کیجئے جو حضرت عثمان بن عفانؓ کا اخیافی بھائی ہوتا تھا۔ یہ ایک شاعر بہادر اور نہایت سخی قریشی نوجوان تھا۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے کوفہ کا گورنر بھی رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کی زندگی میں اسلام نے کچھ زیادہ اثر نہیں کیا تھا۔ یہ شراب پیتا تھا اور اس کا مکان عراق کے اوباشوں کا ملجا و ماویٰ بنا رہتا تھا۔ اس میں زمانہ جاہلیت والی سخاوت اور جاہلی عصبیت بہت نمایاں تھی[۳]۔

اغانی کا بیان ہے کہ حارث بن خالد مخزومی جسے عبدالملک بن مروان نے مکہ کا گورنر مقرر کیا تھا حضرت طلحہؓ کی صاحبزادی بی بی عائشہ سے محبت کرتا تھا۔ عائشہ طواف کے لئے مسجد حرام میں آئیں اور حارث بن خالد کو کہلا بھیجا کہ ذرا نماز کو مؤخر کر دینا تاکہ میں طواف سے فارغ ہو جاؤں۔ حارث بن خالد نے مسجد کے مؤذنوں کو تاکید کر دی چنانچہ انہوں نے نماز میں کچھ دیر کر دی حتیٰ کہ عائشہ طواف سے فارغ ہو گئیں۔ حاجیوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ناگواری ظاہر کی اور زبردست احتجاج کیا جس پر عبدالملک بن مروان نے حارث بن خالد کو مکہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔

طلوع اسلام

دسمبر کے آخر تک ہفتہ وار شائع ہوگا اور اس کے بعد یکم فروری کو ماہنامہ کا پہلا پرچہ آپ تک پہنچے گا۔

(۲) ہفتہ وار خریداران کا حساب ماہنامہ کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔

(۳) جن احباب نے ہفتہ وار طلوع اسلام کے لئے ہمیں کوئی مالی امداد دی تھی (خواہ وہ پانچ روپے ہی کیوں نہ تھی) ہم نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ

تا حین حیات طلوع اسلام اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا رہیگا۔

ہمارا یہ وعدہ بدستور قائم ہے۔ اُن کی خدمت میں ماہنامہ بھی بلاقیمت پہنچتا رہے گا۔ وبیدہ التوفیق۔

---

[۱] اغانی صفحہ ۱۷۵ ج ۵ [۲] یزید ابن معاویہ کے خلاف یہ روایات محل نظر ہیں۔ روایات موافق و مخالف دونوں طرح کی پائی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ موافقت و مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا ہے

[۳] کتاب الاغانی جلد چہارم اور کتاب الاصابہ ابن حجر جلد ششم میں اس کی سیرت پڑھئے۔ اس کے علاوہ غیر اموی لوگوں میں سے اغانی کی گیارھویں جلد میں شبیب (ابن البرصاء) کی سیرت کا بھی مطالعہ کیجئے۔

درسِ بخاری

(۵)

بسلسلۂ سابقہ صحیح بخاری کی منتخب احادیث بلا تبصرہ پیش کی جا رہی ہیں۔ احادیث کا ترجمہ مرزا حیرت صاحب دہلوی کا کیا ہوا ہے۔ حوالہ کے لئے اوپر صفحہ کا نمبر دے دیا گیا ہے۔ اور نیچے حدیث کا نمبر ہے۔

رسول اللہ صلعم (معاذ اللہ) اپنے دشمنوں کو دھوکہ سے قتل کرادیا کرتے تھے

(۳۰۹/۱۱۹۷) عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے جابر بن عبداللہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کے (قتل کا) کون ذمہ لیتا ہے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بڑی ایذا دی ہے محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر کہا کیا آپ کو پسند ہے کہ اسے مار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں کچھ بات بناؤں آپ نے فرمایا تجھے اختیار ہے محمد بن مسلمہ اس کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا اس شخص نے (یعنی محمدؐ نے) ہم سے صدقہ مانگا ہے۔ اور ہمیں ستا رکھا ہے۔ میں تجھ سے کچھ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف بولا (ابھی کیا ہے) ابھی تو تم اس سے رنج اٹھاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ خیر اب تو اس کا اتباع کر لیا۔ ابھی ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ جب تک ہم نہ دیکھ لیں آگے اس کا کیا رنگ ڈھنگ ہے۔ بھائی ہم تیرے پاس ایک وسق یا دو وسق (راوی کا شک ہے) قرض لینے آئے ہیں۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ میرے پاس کچھ رہن رکھ دو۔ انہوں نے کہا کہ تم کس کو گرو رکھنا چاہتے ہو۔ کعب نے کہا تم میرے پاس اپنی عورتوں کو رہن کر دو۔ انہوں نے جواب دیا ہم تیرے پاس عورتوں کو کیسے رکھدیں۔ کیونکہ تو عربوں میں خوبصورت بے انتہا ہے۔ کعب بولا۔ اپنے بیٹوں کو میرے پاس رہن کر دو۔ وہ بولے بھلا ہم انہیں کیونکر رہن رکھدیں۔ آئندہ جو ان سے لڑے گا یہ طعن کرے گا کہ تو تو ایک وسق یا دو وسق پر رہن رکھا گیا تھا۔ اور یہ ہم پر عار ہے۔ لیکن ہم تیرے پاس ہتھیار رکھدیں گے۔ محمد بن مسلمہ نے کعب سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا۔ اور رات کے وقت کعب کے پاس آئے۔ اور محمد بن مسلمہ کے ہمراہ ابونائلہ کعب کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ کعب نے انہیں قلعہ میں بلالیا اور خود ان کے پاس آنے لگا۔ اس کی بی بی بولی تو اس وقت کہاں جاتا ہے۔ کعب نے جواب دیا یہ صرف محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ کچھ ڈر کی بات نہیں ہے۔ عورت بولی میں ایسی آواز سنتی ہوں کہ اس میں سے خون ٹپکتا ہے۔ کعب نے کہا کہ یہ صرف میرا بھائی محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے۔ اور سخی تو اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بلایا جائے تو فوراً منظور کر لے۔ پھر کعب بولا محمد بن مسلمہ اور ابونائلہ دو اور آدمیوں کے ساتھ اندر چلے آئیں۔ محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو لے کر گئے اور ان سے کہہ دیا کہ جب کعب بن اشرف آئے گا۔ تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تم دیکھو گے میں نے اس کے سر کو مضبوط پکڑ لیا تم جلدی سے مارنے لگنا۔ جب کعب ان کے پاس چادر سے سر لپیٹے ہوئے آیا۔ اور خوشبو کی مہک اس میں پھیل رہی تھی۔ تب محمد بن مسلمہ نے کہا کہ میں نے آج کی خوشبو سے اچھی کبھی کوئی خوشبو نہیں دیکھی۔ کعب نے جواب دیا میرے پاس عورت عرب کی سادات عرب کی خوشبودار ترین اور کامل ترین ہے۔ عمرو نے کہا محمد بن مسلمہ نے پوچھا تو مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس نے کہا ہاں محمد بن مسلمہ نے سونگھا اور اپنے یاروں کو سنگھایا۔ پھر محمد بن مسلمہ نے کہا پھر مجھے دوبارہ سونگھنے کی اجازت دو۔ اس نے کہا ہاں۔ جب محمد بن مسلمہ نے اسے مضبوط پکڑ لیا۔ تب اس نے کہا مارو۔ اس کے ساتھیوں نے کعب بن اشرف کو مار ڈالا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مارنے کی خوشخبری سنائی۔

(۳۱۰/۱۱۹۹) براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابی رافع یہودی کے پاس بھیجا اور ان پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ ابورافع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا دیتا تھا۔ اور آپ کے نقصان پر امداد کرتا تھا اور وہ اپنے اس قلعہ میں جو زمین حجاز میں تھا رہتا تھا۔ جب یہ لوگ اس کے قریب پہنچے۔ اس وقت سورج چھپ چکا تھا۔ اور لوگ اپنے مویشیوں کو شام کے وقت واپس لا چکے تھے۔ عبداللہ بن عتیک نے اپنے یاروں سے کہا کہ تم اپنی جگہ بیٹھو میں جاتا ہوں۔ دربان سے (کوئی) لطیف حیلہ کروں گا شاید میں اندر چلا جاؤں۔ پھر قلعہ کی طرف راہی ہوا۔ یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اپنے کپڑے میں اپنے آپ کو اس طرح چھپایا جیسے کوئی پاخانہ پھرتا ہے۔ قلعہ والے اندر جا چکے تھے۔ دربان نے عبداللہ کو بخیال اس کے کہ قلعہ کا آدمی ہے، آواز دی اے بندے اللہ کے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ کیونکہ میں دروازہ بند کرتا ہوں۔ میں اندر چلا گیا۔ جب سب آ چکے دربان نے دروازہ بند کر کے کنجیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے کنجیاں لینے کا ارادہ کیا۔ پھر انہیں لے کر دروازہ کھولا (ابورافع کے پاس کہانیاں ہوا کرتی تھیں۔ اور وہ اپنے بالاخانے پر رہتا تھا جب اس کے پاس سے کہانی والے چلے گئے) میں اس کی طرف چڑھا۔ جب کوئی دروازہ کھولتا۔ اندر کی جانب سے بند کر لیتا اور دل میں کہتا تھا اگر لوگ مجھ سے واقف بھی ہو جائیں گے تو مجھ تک ابورافع کے مارنے سے پہلے نہ آسکیں گے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں۔ وہ ایک اندھیرے مکان میں اپنے بچوں میں (سو رہا ہے) مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کس جگہ گھر میں ہے۔ میں نے ابورافع کہہ کر آواز دی۔ اس نے جواب دیا کون ہے۔ میں آواز کی طرف چلا۔ میں نے اس پر ڈرتے ڈرتے تلوار کا وار کیا۔ مگر وہ خالی گیا۔ اور وہ چلانے لگا۔ میں مکان سے نکل کر تھوڑی دیر بعد پھر اندر گیا۔ اور میں نے کہا اے ابورافع یہ کیسی آواز تھی۔ اس نے کہا تیری ماں پر مصیبت پڑے کسی نے میرے ابھی تلوار ماری تھی۔ عبداللہ کہتے تھے پھر میں نے ایک بڑا وار کیا۔ اور وہ بھی خالی گیا۔ پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی۔ وہ اس کی پیٹھ میں نکل گئی۔ تب میں نے جانا کہ میں نے اسے مار دیا۔ پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا زینہ تک پہنچ گیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ میں زمین پر آ گیا پاؤں رکھا۔ چاندنی رات میں (وہم سے) نیچے گر پڑا۔ اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں اسے اپنے عمامہ سے پٹی باندھ کے نکلا۔ اور دروازہ پر یہ کہہ کر بیٹھ گیا میں آج رات نہ نکلوں گا۔ جب تک میں یہ نہ جان لوں کہ میں نے اسے مار دیا ہے۔ جس وقت مرغ بولا۔ ناعی (موت کی خبر سنانے والا) دیوار پر کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ میں ابورافع اہل حجاز کے سوداگر کے مرنے کی خبر سناتا ہوں۔ پھر میں نے اپنے یاروں سے آکر کہا جلد چلو۔ اللہ نے ابورافع کو قتل کر دیا پھر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے اپنا پیر پھیلایا۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور وہ ایسا ہو گیا جیسے مجھے کبھی اس کی شکایت ہی نہ تھی۔

مطبوعات طلوع اسلام کی
شرائط ایجنسی
شرح کمیشن
معراج انسانیت ____ ۲۵ فی صدی
دیگر مطبوعات ____ ۳۰ فی صدی
۱- قیمت بعد وضع کمیشن بذریعہ وی پی وصول کی جائے گی۔
۲- غیر فروخت شدہ کتب واپس نہیں لی جائیں گی۔
۳- پہلی فرمائش پچاس روپے (بعد وضع کمیشن) سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔
۴- ہر آرڈر کے ہمراہ کم سے کم چوتھائی رقم پیشگی آنی چاہیئے ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی۔
نوٹ:- کراچی کے ایجنٹ صاحبان دفتر طلوع اسلام سے معاملہ طے کریں۔
ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۵۳۱۳ کراچی

مجلس اقبال

مثنوی اسرار خودی

باب ششم

حکایت دریں معنے کہ مسئلہ نفی خودی از مخترعات اقوام مغلوبہ
بنی نوع انسان است کہ بایں طریق مخفی اخلاق اقوام غالبہ
را ضعیف می سازند۔

گذشتہ ابواب میں علامہ اقبال نے اس حقیقت پر زور دیا ہے کہ شرف انسانیت کا راز اثبات و استحکام خودی میں مضمر ہے۔ اور جب انسان کی خودی کمزور ہو جاتی ہے تو وہ انسانیت کی بلند خصوصیات سے عاری ہو جاتا ہے۔ زیر نظر باب میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ نفی خودی کا جو مسلک عرصہ دراز سے انسانوں کی مختلف اقوام اور مذاہب میں پایا جاتا ہے وہ درحقیقت کمزور اور مغلوب اقوام کی اختراع ہے جسے انہوں نے اس لئے وضع کیا تھا کہ غالب اقوام اپنے جوہر مردانگی سے محروم ہو جائیں۔ نفی خودی کے تصور کی ابتداء مشہور یونانی حکیم افلاطون سے ہوتی ہے۔ اس تصور نے یونان میں خاص مذہب کی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ تصور آگے بڑھا تو اس پر عیسائیت کے مسلک خانقاہیت کی پوری عمارت قائم ہو گئی۔ دوسری طرف یہ ایران میں پہنچا تو اسے مجوسیت نے اپنا لیا اور ایران کے آتشکدے اس کی آماجگاہ بن گئے۔ اسلام اسی مسلک کے خلاف ایک قوی اور پُر زور صدائے احتجاج تھا۔ اس نے اس کا پوری طرح استیصال کیا اور اس کی جگہ انسانی ذات کی نشو و نما اور استحکام کا تصور پیش کیا۔ لیکن بدقسمتی کہ تھوڑی دور آگے جا کر یہ تصور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور اس کی جگہ اس افلاطونی تصور نے لی جو عیسائیوں کی خانقاہیت، ایران کی مجوسیت، اور ہندوؤں کی ویدانت کی شکل میں ہر جگہ پھیلا ہوا تھا۔ اس کا نام تصوف رکھا گیا اور اس کے حامل صوفی کہلائے۔ اور رفتہ رفتہ یہ تصور اس قدر عام ہو گیا کہ یہی دین کا مغز قرار پا گیا اور نفی ذات، انسانی زندگی کا منتہاء مقصود سمجھا جانے لگا۔ تصوف کی اصطلاح میں اس کا نام وحدت الوجود ہے جسے شیخ محی الدین ابن عربی نے ایک مستقل فلسفہ کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ ابن عربی کا یہ فلسفہ صدیوں سے مسلمانوں کے معاشرہ پر چھایا ہوا ہے جس کی وجہ سے ان کا جیتا جاگتا اور زندگی بخش دین، افلاطونی تصور کے گورستان میں مدفون ہو کر رہ گیا ہے۔

علامہ اقبال نے زیر نظر باب میں اسی باطل تصور کی تمہید لکھی ہے اور اگلے باب میں براہ راست بتایا ہے کہ اس کا ذمہ دار افلاطون تھا۔ اس باب میں انہوں نے حقیقت کو ایک حکایت کے رنگ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ

آں شنیدستی کہ در عہد قدیم
گوسفنداں در علف زارے مقیم

تم نے وہ حکایت سنی ہوگی کہ کسی قدیم زمانہ میں ایک چراگاہ میں بہت سی بھیڑیں رہتی تھیں۔

از وفور کاہ نسل افزا بدند
فارغ از اندیشۂ اعدا بدند

چراگاہ میں گھاس کی افراط تھی جس کی وجہ سے ان کی نسل دن بدن بڑھتی چلی جا رہی تھی اور ان کے گرد و پیش کوئی دشمن نہ تھا جس کا انہیں خطرہ ہوتا۔

آخر از ناسازی تقدیر میش
گشت از تیر بلائے سینہ ریش

آخر بھیڑوں کی تقدیر نے جو پلٹا کھایا تو غیب سے ایک ایسا تیر نکلا جس نے ان کے سینہ کو چھلنی کر دیا۔ وہ تیر بلا کیا تھا۔

شیرہا از بیشہ سر بیروں زدند
بر علف زار بزاں شبخوں زدند

کسی جنگل کے شیر ادھر آ نکلے اور انہوں نے بھیڑوں کے اس گلہ پر شبخون مارنا شروع کر دیا۔

جذب و استیلا شعار قوت است
فتح راز آشکار قوت است

شیروں میں قوت تھی اور قوت کا شعار یہ ہے کہ وہ کمزوروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان پر غلبہ پا لیتی ہے۔ اس طرح کی کامیابی قوت کا کھلا ہوا راز ہے۔ قوت جہاں بھی ہوگی کمزور کو مغلوب کرے گی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ

شیر نر کوس شہنشاہی نواخت
میش را از حریت محروم ساخت

اس جنگل میں شیر کی حکومت ثبت ہو گئی اور بھیڑیں بیچاری آزادی سے محروم ہو گئیں۔

بسکہ از شیراں نیاید جز شکار
سرخ شد از خون میش آں مرغزار

چونکہ شیروں کا کام شکار کرنا ہے اس لئے آہستہ آہستہ وہ سارا جنگل بھیڑوں کے خون سے لالہ زار بن گیا۔

گوسفندے، زیرکے فہمیدۂ
کہنہ سالے گرگ باراں دیدۂ
تنگ دل از روزگار قوم خویش
از ستم ہائے ہزبر سینہ ریش

ان بھیڑوں میں ایک بھیڑ نہایت دانا اور فہمیدہ، کہنہ سال اور بڑی تجربہ کار تھی۔ اس نے جب اپنی قوم کی یہ مظلومیت دیکھی تو شیروں کے ظلم و ستم سے اس کا سینہ زخمی ہو گیا اور اس نے سوچا کہ اس کا علاج کیا کرنا چاہیئے۔

شکوہا از گردش تقدیر کرد
کار خود را محکم از تدبیر کرد

اس نے بھیڑوں کی تقدیر کا شکوہ کیا لیکن تقدیر کے ہاتھوں بے بس ہو کر نہیں بیٹھ گئی بلکہ ایک تدبیر بھی سوچی اور اس طرح جو کچھ تقدیر نے بگاڑا تھا اسے تدبیر کے ہاتھوں سنوارنے کی کوشش کی۔

اس کے بعد اقبال کہتا ہے کہ کمزور انسان جو قوت بازو سے دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ ہمیشہ تدبیری حیلے سوچتا ہے۔

بہر حفظ خویش مرد ناتواں
حیلہ ہا جوید ز عقل کارداں
در غلامی از پئے دفع ضرر
قوت تدبیر گردد تیز تر

غلام قومیں چونکہ قوت سے محروم ہوتی ہیں اس لئے ان کا دار و مدار عقل کی حیلہ گری پر رہ جاتا ہے وہ ہمیشہ یہ سوچتی ہیں کہ کس طرح مکر و فن کے ذریعہ قوم غالب کو شکست دی جائے۔

پختہ چوں گردد جنون انتقام
فتنہ اندیشی کند عقل غلام

مغلوب قوم غالب سے اپنی شکست کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ انتقام کا جذبہ آہستہ آہستہ ایسی شدت اختیار کر لیتا ہے کہ وہ جنون کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس جنون کے عالم میں وہ غلام یہ سوچتا ہے کہ میں کون سا فتنہ پیدا کروں جس سے قوم غالب بلا تیر و تفنگ شکست کھا جائے۔

اقبال اور قرآن
قیمت دو روپے

عورت کا قرآن

(۳۳)

(۴) آنحضرت صلعم کے سامنے سینکڑوں نہیں ہزاروں مصلحتیں تھیں انہوں نے ۲۵ برس کی عمر میں چالیس سال کی عورت سے بھی نکاح کیا تھا۔ انہوں نے ۵۵ برس کی عمر میں ۵۰ سال کی عورت سے بھی عقد کیا تھا۔ انہوں نے بجز ایک کے، سب بیواؤں سے ہی نکاح کیا تھا، مگر آج مسلمان ایسا کرتے ہیں؟

(۵) حضرت عائشہؓ کی عمر سے متعلق تاریخی روایات کی اگر چھان بین کی جائے اور ان روایات سے ان کی عمر کا حساب کیا جائے تو نکاح کے وقت ان کی عمر چھ سال کسی طرح صحیح نہیں بیٹھتی بلکہ کم سے کم اُن کی عمر چودہ سال ہوتی ہے جو ایک جوان لڑکی کی عمر ہے۔ لہٰذا حضرت عائشہؓ کے نکاح سے صغر سنی کی شادی کے جواز پر دلیل لانا جبکہ وہ منشائے قرآنی کے بھی خلاف ہو کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

(۶) حضرت عائشہ کے نکاح کے سلسلہ میں جو روایت ہے وہ بجائے خود حد درجہ مشکوک ہے۔ اور روایت کی تاریخی صحت بہرحال "قرآن" کی الہامی صحت کے مقابلہ میں مسلم نہیں۔ روایت یہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد، تنہائی کے سبب رسول اللہ، پریشاں خاطر اور مغموم و ملول رہنے لگے تھے کہ ایک دن حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی خولہ آنحضرتؐ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ: میں خدیجہ کی وفات سے آپ کو بہت ملول پاتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ایسا ہی ہے تو خولہ نے کہا کہ پھر میں آپ کا نکاح کیوں نہ کرادوں؟ آپ نے فرمایا کس سے کروں؟ خولہ نے عرض کیا۔

"کنواری اور بیوہ، دونوں طرح کی عورتیں موجود ہیں۔ سودہ بنت زمعہ بیوہ ہیں اور عائشہ بنت ابی بکر کنواری۔ جس کی نسبت فرمایئے، سلسلہ جنبانی کی جائے۔

چنانچہ اُسی سال یعنی سنہ نبوی میں تھوڑے ہی دن آگے پیچھے پہلے حضرت سودہ سے اور اس کے بعد حضرت عائشہ سے آپ کا نکاح ہو گیا۔

غور کیجئے "نکاح" کا مشورہ اس وقت دیا گیا ہے جب آنحضرت صلعم اپنی عزیز ترین شریک حیات کے جدا ہو جانے سے تنہائی محسوس کر کے غمگین و افسردہ ہیں۔ مقصود نکاح یہ ہے کہ کوئی بیوی آ کے دل بہلائے گی۔ اور رسول اللہ کا غم تنہائی دور ہو جائیگا اس کے لئے دونوں طرح کی عورتوں کا نام لیا جاتا ہے۔ "کنواری" کا بھی اور "بیوہ" کا بھی کیونکہ منکوحہ کی یہی دو حیثیت ہو سکتی ہے اگر حضرت عائشہ واقعی اُس وقت چھ سال کی ایک محض معصوم کمسن بچی تھیں تو سودہ جوان بیوہ عورت کے مقابلہ میں خولہ نے ان کو کس طرح پیش کیا؟ کیا حضرت عائشہؓ کے علاوہ اب مکہ میں کوئی ایسی کنواری عورت اس وقت موجود نہ تھی جس کو رسول اللہ شرف زوجیت بخشتے؟ کیا چھ سال کی بچی حضرت عائشہ سے نکاح کر کے رسول اللہ کی غمگینی و تنہائی دور ہو سکتی تھی؟ اور جب ہو بھی گیا تو کیا دور ہو سکی۔ کیا ایک "چھ سال کی بچی" سے ایک "پچاس سالہ مرد" کا غم غلط ہو سکتا ہے یا اس مرد کو سکون مل سکتا ہے؟ مقصود کو سامنے رکھ کر بلکہ بیان کر کے خولہ کا دو نام ساتھ ساتھ پیش کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ حضرت عائشہ اس وقت پوری بالغ تھیں۔ ایک جوان عورت کے ساتھ ایک چھ سال کی محض کمسن بچی کا کوئی جوڑ نہیں۔ ایک پچاس سالہ مرد کے سامنے بالخصوص، جبکہ اس کو بیوی کی ضرورت اس لئے ہے کہ غم تنہائی، دور ہو سکے۔ ایک چھ سال کی بچی کا نام، ایک جوان بیوہ کے دوش بدوش، کوئی صحیح الدماغ شخص تو نہیں پیش کر سکتا۔ ہم اس واقعہ کو سمجھنے سے قطعاً قاصر ہیں کہ کس طرح غم مفارقت دُور کرنے کے لئے ایک چھ سال کی انتہائی کم سن بچی کا نام خولہ نے، رسول اللہ کے سامنے پیش کر دیا؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک ادھیڑ مرد کے سامنے شادی کے لئے دو عورتوں کا نام برابر پیش کیا جائے۔ مگر ان میں ایک چھ سال کی کم سن بچی ہو؟ بہرحال یہ روایت حد درجہ مشکوک ہے بلکہ میں صاف صاف کہتی ہوں کہ غلط ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ اس روایت کو جس میں شک کی اس قدر گنجائش ہے، خدا کے صاف و صریح حکم پر فائق اور حاکم قرار دے کر اس سے نابالغ لڑکی کے نکاح کا جواز ثابت کیا جائے۔

غرض کسی اعتبار سے بھی، حضرت عائشہ کی شادی کو نابالغ عورت کی شادی کے جواز میں پیش کر کے، نابالغیت کی شادی کا ثبوت نہیں بہم پہنچایا جا سکتا۔ اسلام صرف بالغ مرد و عورت سے نکاح کا حکم دیتا ہے اور اس خصوصیت سے کہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر اور پسند کر کے نکاح کریں تاکہ وہ رشتہ مضبوط، استوار اور مستحکم رہے۔

متعہ

"نکاح" کیا ہے؟ اس کو رسالہ "طلوع اسلام" کی زبان سے یوں سمجھئے:-

(۱) تراضی باہمی سے دو مرد و عورت کا ایک ایسا معاہدہ جو صرف موت یا زیادہ سے زیادہ طلاق اور خلع سے فسخ ہو سکتا ہے۔

(۲) ایک ایسا قول و قرار اور ایک ایسا اتحاد و اتصال جس کا مقصد افزائش نسل، عائلی زندگی، بین "من تو شدم تو من شدی" کی کیفیت۔ باہمی مودت و محبت۔ ایک دوسرے کی رفاقت۔ باعث سکون و طمانیت اور اس طرح ایک چھوٹی سی وحدت (Unit) میں قرآنی نظام کو مرتسم کرنا۔

(۳) ایک ایسا عہد و پیمان جس میں اللہ کی نئی مخلوق (اولاد) کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لی جاتی ہیں۔

(۴) ایک ایسا میثاق و حلف، جس کو موت بھی توڑ اور ختم نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ مرنے والے کے ترکہ تک میں، زندہ حصہ دار ہو جائے۔

لیکن اگر ان خدائی حدود کو توڑ دیا جائے یا ان کا پورا پورا لحاظ نہ کر کے دو مرد و عورت باہم مل جائیں تو اسے "زنا" کہا جاتا ہے۔

(۱) جس کو خدا نے حرام کیا ہے۔
(۲) جس کو رسول نے کبھی نہ کیا۔
(۳) جس کو دنیا کے ہر ملک، ہر سوسائٹی اور ہر طبقہ میں بے شرمی، بے حیائی اور باعث رسوائی سمجھا جاتا ہے۔
(۴) جس میں خدائی حکومت میں سو کوڑے لگائے جاتے ہیں اور انسانی فرمانروائی میں قید خانہ کی سزا ملتی ہے۔
(۵) جس کے سبب انسان خود اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے۔

قرآن مجید نے ان دونوں قسم کے تعلقات کو دو لفظوں میں بیان کیا ہے اور اس حسن و خوبی اور جامعیت کے ساتھ کہ جس کا جواب نہیں۔ قرآن نے بتایا ہے کہ "عورت" اور "مرد" کے تعلقات مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ہونے چاہئیں۔

(۱) مُحْصِنِيْنَ — قانون خداوندی کی مقرر کی ہوئی حدود و قیود کے اندر تعلقات۔

(۲) مُسَافِحِيْنَ — وہ تعلق جس سے مقصود صرف شہوت رانی ہو۔

اسلامی معاشرت
از پرویز
قیمت دو روپے

بھارت اور سوویٹ روس کا قدیم ثقافتی رشتہ

[روس کے نمائندوں کی ہندوستانی سیاحت سے جو وہاں نئی فضا پیدا ہو رہی ہے اس کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ وہاں یہ خیالات ابھرنے شروع ہو گئے ہیں (یا ابھارنے شروع کر دیئے گئے ہیں) کہ روس اور ہندوستان میں زمانہ قدیم سے گہرے تعلقات چلے آ رہے ہیں۔ اس ضمن میں ذیل کا مقالہ جو اخبار مدینہ کی ۲۰ر دسمبر کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ طلوع اسلام]

بھارت اور سوویٹ روس کے پردھان منتری نے ۲۳ر جون ۱۹۵۵ء کو جس مشترکہ بیان پر ماسکو میں دستخط کئے تھے۔ اس میں ایک جگہ لکھا ہے۔

"دونوں پردھان منتری یقین رکھتے ہیں کہ اس بیان میں جن پانچ اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے تحت دونوں ملکوں کے مابین، ثقافتی، اقتصادی اور ٹیکنیکل تعاون کو فروغ دینے کی کافی گنجائش موجود ہے۔ دونوں ملک اپنے اپنے ہاں ایسے نظام پر کاربند ہیں جو انہوں نے اپنے اپنے خصائل روایات اور ماحول کے مطابق وضع کیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی ان کے مابین مذکورہ تعاون کے لئے مانع نہیں ہے۔"

بھارت اور روس کے مابین صدیوں سے تجارتی سیاسی اور ثقافتی تعلقات چلے آتے ہیں۔ بھارت کی اشیاء خاص کر کپڑے روس کی منڈیوں میں بکتے تھے۔ اور شہد، موم وغیرہ اشیاء روس سے بھارت آتی تھیں۔ دونوں ملکوں کے مابین سیاسی تعلقات قائم کرنے کی بھی کوششیں ہوتی رہیں۔ بھارت کے پردھان منتری اپنی کتاب "ڈسکوری آف انڈیا" میں بھارت اور روس کے ان تعلقات کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

"۱۵۳۲ء میں شہنشاہ بابر کا ایک ایلچی جس کا نام خواجہ حسین تھا۔ دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کا معاہدہ طے کرنے کے لئے ماسکو گیا تھا۔ زار مائیکل فیڈرووچ کے دور حکومت (۱۶۱۳ء-۴۵) میں بھارتی تاجر والگا کے کنارے آباد ہو گئے تھے۔ ۱۶۲۵ء میں فوجی گورنر کے حکم سے استرخاں میں ایک ہندوستانی سرائے تعمیر کی گئی تھی۔ ہندوستانی دستکاروں خاص کر جولاہوں کو ماسکو آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ ۱۶۹۵ء میں سیمیں سلنکی نامی روس کا ایک تجارتی ایجنٹ اورنگزیب کے زمانے میں دہلی آیا تھا۔ ۱۷۲۲ء میں زار روس پیٹر اعظم نے استرخاں کا دورہ کیا تھا۔ وہاں انہوں نے بھارتی تاجروں سے ملاقات کی تھی۔ ۱۷۳۳ء میں ہندوستانی سادھوؤں کی ایک جماعت گوشہ نشینوں کی حیثیت سے استرخاں گئی تھی۔ ان میں سے دو سادھو روس ہی میں رہ گئے اور روسی شہری بن گئے۔

ان تعلقات نے ہی روسیوں کو بھارت کے رسم و رواج، زبانوں، ادبی تصانیف اور اس کے لوگوں کی ثقافت کا مطالعہ کرنے اور اسے سمجھنے پر مائل کیا۔ افانسی نکیتن دوسرا یورپی باشندہ تھا۔ جو تجارت کی غرض سے ٹائیر سے بھارت آیا تھا۔

(۱۴۶۶-۷۲) شاید اسکیل کالیبن کہلاتا ہے۔ وہ بہت ہوشمند اور متجسس آدمی تھا۔ اس نے حتی الامکان بھارت کی بول چال کے بہت سے الفاظ سیکھنے اور ان کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اس کی رائے تھی کہ جن لوگوں سے اسے ملنے جلنے کا موقعہ ملتا ہے، ان کی زندگی، خیالات اور جذبات کا زیادہ قریب سے مطالعہ کا یہی ایک یقینی طریقہ ہے۔ نکیتن نے جو شمع روشن کی تھی اسے اٹھارویں صدی میں زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اس عرصہ میں فلپ ایفرموف، اتاناسوف برادران راڈیل ڈولی بکوش وت چاگنی اور لیبڈوف بھارت آئے لیبڈوف نے سب سے پہلے بھارت میں ڈرامہ گاہ کھولی تھی۔ اس نے ۱۷۹۵ء میں بڑی کامیابی سے دو مشہور انگریزی ڈراموں کو بنگالی میں پیش کیا تھا۔ ان ڈراموں کے ترجمے ہندوستانی عالموں نے کئے تھے۔ لیبڈوف نے ایک ہندوستانی گرامر لکھی جسے اس نے ۱۸۰۱ء میں لندن میں چھپوایا۔ بعد ازاں اس کو حکومت کی طرف سے ایک رقم بطور امداد دی گئی۔ تاکہ سینٹ پیٹرز برگ میں ایک سنسکرت کا چھاپہ خانہ کھولے۔ دش چاگنی جو ایک مشہور مصور تھا انیسویں صدی کے آخری حصے میں بھارت آیا تھا۔ اس نے بھارت کے تاریخی واقعات قدیم عمارتوں اور دلکش مناظر کی تصویریں بنائی ہیں۔ اس کی ایک تصویر جو دائمی کشش اور دلچسپی کا موجب بنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے متعلق ہے اس تصویر میں برطانوی توپوں کو بھارت کے کچھ فوجیوں کی پیٹھ پر تانے دکھایا گیا ہے۔

بھارت کی بہت سی قدیم اور جدید تصانیف کے روسی زبان میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے ۱۷۸۸ء میں بھگوت گیتا کا ترجمہ روس میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد کالیداس کی تصانیف شکنتلا (۱۷۹۰ء) رگھو ونش اور میگھ دوت (۱۸۱۰ء) کا ترجمہ سنسکرت نظموں کے عنوان سے شائع ہوا کالیداس کے تین ڈراموں کا ترجمہ ۱۹۱۶ء میں میں شائع کیا گیا۔

اس کے علاوہ نل دمینتی۔ رامائن، للولال جی کا پریم ساگر۔ اور دور جدید کی تصانیف میں سے ٹیگور، نہرو، پریم چند (۱۹۲۷ء) اور دیگر مصنفوں کی بہترین کتابوں کے روسی زبان میں ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں کریم رودن نامی مشہور روسی مصنف، مورخ اور پبلیشر نے اپنے شکنتلا کے ترجمے کے دیباچے میں کالیداس کے بارے میں لکھا ہے: "میری نظر میں کالیداس کی وہی عظمت ہے جو ہومر کی ہے۔ دونوں نے قدرت سے فیضان حاصل کر کے قدرت نگاری کی ہے۔ پروفیسر چوباسکی نے اپنی کتاب "بدھ مت کے نروان کا نظریہ" میں لکھا ہے کہ ناگر جونا کو عظیم انسانی فلاسفروں میں شمار کیا جانا چاہیئے۔

۱۹۱۷ء کے بعد سے روس میں بھارت کی زبانوں اور لٹریچر کے مطالعہ سے دلچسپی زیادہ بڑھتی گئی۔ بہت سی یونیورسٹی اور تعلیمی و سائنسی اداروں میں الگ سیکشن قائم کئے جا چکے ہیں۔ جن میں جدید بھارتی زبانیں مثلاً ہندی اردو، بنگالی، مراٹھی، پنجابی، تامل اور تیلگو پڑھائی جاتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے ان زبانوں کی روسی کتب اور لغات روس میں شائع کی گئی ہیں۔ ایک اردو روسی لغت ۱۹۵۱ء میں اور ایک ہندی روسی لغت ۱۹۵۳ء میں شائع کی گئی تھی۔

حکومت اور عوام دونوں ہی بھارت کے فنون اور ثقافت کے مطالعہ کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کرتے ہیں مختلف حلقوں میں کام کرنے والے بھارتی آرٹسٹوں کے شاہکار روس میں وسیع دلچسپی اور توجہ کا باعث بنے ہیں۔ بہت سے روسی عالموں اور آرٹسٹوں نے بھارتی آرٹ اور کلچر کے بارے میں اپنے شاہپاروں کے باعث بہت ناموری اور شہرت حاصل کی ہے۔ اس زمرہ میں دش چاگنی کے علاوہ لے گرایموف واصلی الیناذف اور سیمیون چینکوف خاص شہرت رکھتے ہیں۔

ماہنامہ طلوع اسلام کے
پرانے پرچے

ماہنامہ طلوع اسلام کے جو پرانے پرچے دفتر میں موجود ہیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۹۴۹ء	اگست۔ ستمبر۔ نومبر۔ دسمبر
۱۹۵۱ء	جون، ستمبر، اکتوبر، نومبر
۱۹۵۲ء	اگست تا نومبر
۱۹۵۳ء	جنوری و اکتوبر کے علاوہ سب
۱۹۵۴ء	پورے سال کے

یہ پرچے بزم ہائے طلوع اسلام کو چوتھائی قیمت پر اور دیگر اصحاب کو آدھی قیمت پر دیدیئے جائیں گے۔ خواہشمند حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں۔ ورنہ ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔

ناظم ادارۂ طلوع اسلام۔ کراچی

حقائق و عبر

منہ طرف قبلہ شریف کے
ہندوستان کی اسٹار ایجنسی کی وساطت

سے وہاں کے اخبارات میں ایک خبر چھپی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ سعودیہ عربیہ کے بادشاہ، شاہ سعود جو آجکل ہندوستان کی سیاحت فرما رہے ہیں اپنے سفر کے دوران میں اپنا منہ ہمیشہ کعبہ کی طرف رکھیں گے۔ کیونکہ اسلامی احکام کا یہی تقاضا ہے۔ اس مقصد کے لئے ان کے ٹرین کے ڈبے میں ان کی مسند کو اس انداز کا مقناطیسی بنایا گیا ہے کہ گاڑی کسی سمت کو جا رہی ہو ان کا رخ ہمیشہ کعبہ کی طرف رہے۔ اسی طرح ان کے ہوائی جہاز میں بھی ان کے لئے ایک مقناطیسی نشست بنائی گئی ہے جس سے وہ ہر حالت میں قبلہ رو رہ سکیں۔

چونکہ شاہ سعود، مکہ اور مدینہ کے فرمانروا ہیں اس لئے وہ شریعت کے احکام کو بہتر سمجھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک ہم عامیوں کا تعلق ہے۔ ہمارے علم میں کوئی ایسا حکم شریعت نہیں جس کی رو سے یہ فرض کر دیا گیا ہو کہ ایک مسلمان کا رخ نماز کے علاوہ ہر حال میں کعبہ کی سمت رہنا چاہیئے۔ قرآن کا یہ ارشاد کہ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (۲/۱۴۴) یعنی جہاں کہیں تم ہو اپنے منہ کو کعبہ کی طرف پھیر دو۔ نماز کے متعلق ہے نہ کہ سفر و حضر کی ہر حالت کے لئے۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان کو اس قسم کے خصوصی انتظامات شاہ سعود کے ایماء اور ہدایت ہی پر کرنے پڑے ہوں گے اور انہی نے انہیں یہ بتایا ہوگا کہ یہ اسلام کا حکم ہے جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ اس کے بعد یقیناً ہندو (اور اس خبر کے شائع ہونے کے بعد دنیا کے باقی لوگ بھی) یہ سوچتے ہونگے کہ یہ عجیب قسم کا مذہب ہے جس میں انسان کو ہر وقت اپنا رخ کعبہ کی طرف رکھنا پڑتا ہے۔ لیکن ہمیں اس سے حیرت ہے کہ شاہ سعود نے اس قسم کی شرط صرف ہندوستان کے سفر کے لئے کیوں عائد کی ہے۔ وہ پاکستان میں بھی تشریف لائے تھے۔ اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے ان کے لئے اس قسم کے کوئی خصوصی انتظامات نہیں کئے گئے تھے۔

اسلام نے جب کعبہ کو تمام ملت اسلامیہ کا مرکز قرار دیا تھا۔ تو اس سے مقصود یہ تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک نظام کے تابع زندگی بسر کریں۔ اور اس نظام کا مرکز کعبہ ہو۔ اور اسی کے لئے انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں بھی ہوں اپنی توجہات کا رخ ہمیشہ اپنے نظام کے مرکز کی طرف رکھیں۔ جہاں سے انہیں احکام خداوندی ملتے چلے جائیں (نماز میں رو بقبلہ ہونے سے مقصود بھی اسی وحدت ملت اور وحدت اطاعت کے بلند اصول کو مرئی شکل میں سامنے لانا تھا) یہی وہ حقیقت ہے جسے اقبال نے اس حسین انداز میں بیان کیا ہے کہ ملت اسلامیہ وہ ہے کہ

پرورد وسعت گردوں یگانہ
نگاہ او دست بر سرے آشیانہ

لیکن جب اصل وغایت نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو پھر اسی قسم کی رسم پرستی باقی رہ جاتی ہے کہ ہم کسی ٹرین میں بیٹھیں یا کسی ہوائی جہاز میں۔ ہمارا منہ ہمیشہ اور ہر وقت کعبہ کی طرف رہنا چاہیئے۔

یہ اہتمام ہیں.....
پاکستان کو دریائے ستلج کے پانی سے محروم رکھنے

کے لئے، بھارت کی حکومت، بھاکڑا کے مقام پر جو بند بنا رہی ہے۔ اس کی کچھ تفاصیل (ہماری آواز کا نپور کی ۳ر دسمبر کی اشاعت میں) شائع ہوئی ہے۔ جو درج ذیل ہیں

بھاکڑا بند چھ سو اسی فٹ بلند ہوگا۔ یہ دنیا بھر میں عمودی بلندی کا سب سے زیادہ اونچا بند ہوگا۔ اس کی تعمیر پر اکاون لاکھ مکعب گز کنکریٹ استعمال ہوگا۔ اگر کلکتہ سے نیویارک تک بیس فٹ چوڑی اور تین فٹ اونچی پختہ سڑک تعمیر کی جائے۔ تو کنکریٹ کی یہ مقدار اس کے لئے کافی ہوگی

بھاکڑا بند کی تعمیر کے لئے آٹھ لاکھ ٹن سیمنٹ کا استعمال ہوگا جس کو اگر ریل گاڑی کے چھکڑوں میں بھر دیا جائے اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر کھڑا کیا جائے تو لکھنؤ سے جنگل تک راستہ ان چھکڑوں سے بھر جائے گا۔

بھاکڑا بند میں پچاس ہزار ٹن فولاد صرف ہوگا۔ اگر اس فولاد کو ۷۵ پونڈ کی ریلیں بنانے کے لئے استعمال کیا جائے تو تین سو میل لمبی ریلوے لائن بچھانے کے لئے کافی ریلیں تیار ہو جائیں گی۔

ریت اور مٹی وغیرہ کل مسالہ گڑھوں سے کھود کر ایک بیلٹ کنوئیر کے ذریعہ بھاکڑا بند کے موقع پر ساڑھے سات سو ٹن فی گھنٹہ کی رفتار سے پہنچایا جائے گا۔ وزن ایک ۲۰ ڈبوں کی بھری ہوئی ریل گاڑی کے پورے بوجھ کے برابر ہوگا۔ یعنی فی گھنٹہ ریت وغیرہ سے بھری ہوئی ایک پوری گاڑی بند کے موقع پر الٹ دی جائے گی۔

بھاکڑا بند کے موقع پر کل کھدائی کا کام چوہتر لاکھ مکعب گز یعنی انیس اعشاریہ چھ کروڑ مکعب فٹ ہوگا۔ جو اٹھائیس مہینوں میں ختم کیا جائے گا۔ ماہوار اوسط دو لاکھ چونسٹھ ہزار مکعب گز ہوگی۔ اس قدر عظیم کام تو غیر ملکوں میں بھی قبل ازیں کبھی نہیں ہوا ہے۔ ریت وغیرہ کی مجموعی مقدار

کیا آپ نے یہ کتابیں دیکھی ہیں؟

مزاج شناس رسول — یہ کون بتائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناس رسول! مزاج شناس کون ہیں؟ اس کی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۰۰ صفحات — قیمت چار روپے

مقام حدیث — حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یکجا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں ہر جلد کے قریباً چار سو صفحات۔ اور قیمت فی جلد — چار روپے

فردوس گم گشتہ — (از پرویز) ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیمیافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطہ نگاہ سے۔ اردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔ ۴۰۶ صفحات — قیمت چھ روپے

نوادرات — (از علامہ اسلم جیراجپوری) علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات — قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت — (از پرویز) مسلمان کے عادات و خلاق کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر پہلو قرآنی آئینہ میں صفحات ۱۹۲ — قیمت دو روپے

نظام ربوبیت — (از پرویز) انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور ذاتی ملکیت کا قرآنی تصور دور حاضرہ کی عظیم کتاب ضخامت تین سو صفحے

قیمت قسم اول، — چھ روپے
قسم دوم) غیر مجلد — چار روپے

اقبال اور قرآن — (از پرویز) علامہ اقبال کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے انقلاب آفریں مقالات کا مجموعہ
ڈسٹ کور کے ساتھ — صفحات دو سو چھپن (۲۵۶) — قیمت دو روپے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۳۱۳۔ کراچی

سات سو فٹ بلند قطرکے بنیادی دائرہ ڈلی اور ڈیڑھ ہزار فٹ اونچی پہاڑی تیار کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

دریا کے پانی کو بند کے محل وقوع سے ہٹا کر گذارنے کے لئے دو بڑی سرنگیں بنائی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ کنکریٹ لے جانے کے لئے اور طوفانی پانی کی نکاسی کے لئے کئی امدادی سرنگیں تعمیر کی گئی ہیں۔ صرف ان سرنگوں کی لمبائی قریباً دو میل ہو جائے گی۔

بھاکڑا بند اور اس کی بنیادوں کے اندر داخل ہونے والے راستے مہیا کرنے کے لئے چودہ ہزار فٹ سے زیادہ لمبی گیلریاں اور بنیادوں کی سرنگیں بنائی گئی ہیں۔

طلوع اسلام:-

یہ اہتمام ہیں اور ایک مشت پر کے لئے

اسرافِ شاہانہ

پہلے خبر آئی تھی کہ شملہ میں شاہ سعود کے کسی ساتھی کی موٹر کے نیچے ایک بڑھیا کی مرغی آگئی تو آپ نے اس بڑھیا کو دو سو روپے عطا فرما دیئے۔ ایک بچی کے ماتھے پر چوٹ آگئی تو اس کے والدین کو ہزاروں روپے مرحمت فرمائے۔ اب یہ خبر چھپی ہے کہ میسور کے قریب ایک چائے والے نے ایک پیالہ چائے خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ تو اس کے صلہ میں اسے دو ہزار روپیہ دیا گیا۔ اس آخری عطیہ کے ضمن میں بھارتی وزیر ڈاکٹر سید محمود نے احتجاج کیا۔ اور شاہ سعود سے عرض کیا کہ وہ اتنی اتنی سی بات پر اس قدر گراں بہا عطیات مرحمت نہ فرمایا کریں۔

(ڈان - ۸ دسمبر)

کیا اچھا ہوتا کہ یہ مکہ اور مدینہ کے شاہنشاہ الف لیلہ کے خلفائے عباسیہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنے کے بجائے حضرت عمرؓ کی اتباع کرتے۔ جنہوں نے حضرت خالد کے خلاف یہ الزام بھی عاید کیا تھا کہ انھوں نے ایک شاعر کو ایک گراں قدر رقم انعام میں دی تھی۔ اور قرآن کا حکم سامنے رکھتے کہ اسراف وتبذیر کی ممانعت بادشاہوں کے لئے بھی ایسی ہی ہے جیسی عوام کے لئے۔ یہ وہ حضرات ہیں جنھیں ہمارے علمائے کرام محی سنت رسول اللہ کہہ کر ان کی شان میں حمد وستائش کے قصیدے پڑھا کرتے ہیں۔

ملوکیت، ملوکیت ہی ہے، خواہ اس کا دار السلطنت مکہ ہی کیوں نہ ہو۔

اے کاش!

دہلی کے اخبار الجمعیۃ (بابت ۲ر دسمبر ۱۹۵۵ء) میں ہندوستان کے متعلق حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے۔

"معلوم ہوا ہے کہ دوسرے پانچ سالہ پلان میں تعلیم یافتہ اشخاص کی بے روزگاری کا مسئلہ حل کرنے کے لئے پندرہ کروڑ روپے کی رقم مخصوص کر دی گئی ہے۔ ہر ایک میٹریکولیٹ اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ بشرطیکہ وہ اشاعت تعلیم کے لئے دیہات میں جانے کے لئے تیار ہو۔ قیام وطعام کی ان سہولتوں کے علاوہ جو دیہات کے لوگ مہیا

کریں ایسے نوجوانوں کو مرکزی حکومت کی طرف سے پینتالیس روپیہ ماہانہ دیئے جائیں گے۔ اور اس اسکیم سے براہ راست حکومت کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں بے روزگاری کس حد تک ہے۔ جو تعلیم یافتہ نوجوان بے روزگار ہیں۔ وہ اس اسکیم سے اور فائدہ اٹھائیں گے"

طلوع اسلام اے کاش! ایسی کوئی خبر کراچی سے بھی شائع ہوتی!

فلیوری ٹی کمپنی

ہم نے سلہٹ اور چاٹگانگ کے باغیچوں سے عمدہ اور خوشبودار چائے کے منگوانے کا خاص بندوبست کیا ہے۔

ضرورتمند اصحاب مندرجہ ذیل پتہ پر رجوع ہوں

فلیوری ٹی کمپنی

محمد فیروز اسٹریٹ — جوڑیا بازار — کراچی

ٹیلیگرام: KASHMIRTEA
فون نمبر ۳۲۸۱۹

تحفہ دینا
اچھی بات ہے
بی پی
کی مٹھائیاں
تحفہ میں
دیجئے

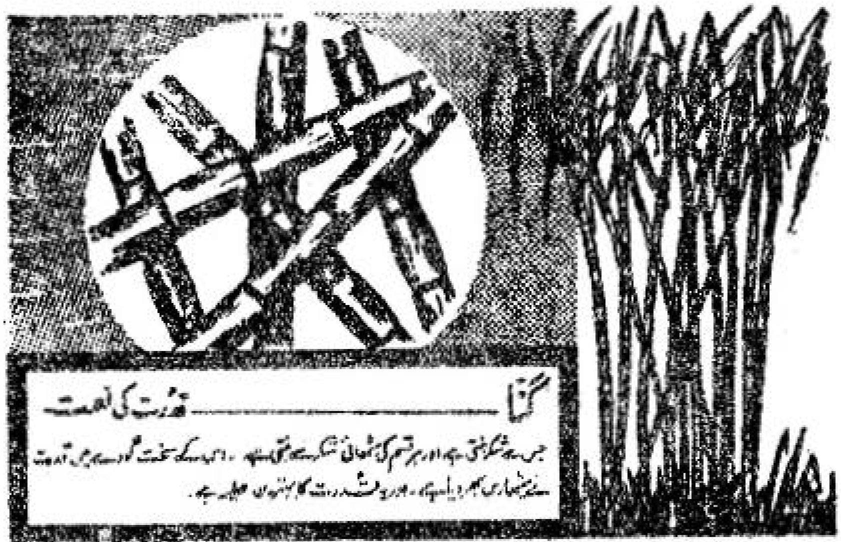

کیا آپ اسے کھا سکتے ہیں؟

اگر نہیں تو یقیناً آپ کے دانت کمزور ہیں اور آپ دانتوں کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے اس لئے ضروری ہے کہ آپ ہر روز اپنے دانت اچھی طرح صاف کریں۔

مسواک ٹوتھ برش
برسوں سے آپ کی خدمت کر رہے ہیں

اندرونِ ہند

(۳)

(بسلسلۂ گذشتہ)

مسلمانوں کے قبرستان منہدم

روزنامہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۲ر نومبر ۱۹۵۵ء رقم طراز ہے:-

"مولانا حفظ الرحمٰن صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند نے مسلمانانِ اجین کی فوری توجہ دلانے پر وزیر اعلیٰ مدھیہ بھارت کے نام اس مضمون کا ایک تار ارسال کیا ہے کہ اجین میونسپلٹی مسلمانوں کے قبرستان کو منہدم کر رہی ہے۔ درخواست ہے کہ اس کارروائی کو فوراً رکوایا جائے۔" افسوس کی بات ہے کہ اجین میونسپلٹی مسلمانوں کے قبرستان کو ہتھیانے اور اسے مسمار کرنے کی کوشش کرے۔ مقامی ادارے نیم سرکاری حیثیت رکھتے ہیں، جن کا غیر متعصب اور غیر جانبدار ہونا ضروری ہے۔ اگر یہی ادارے اقلیتوں کی املاک پر ناجائز قبضہ کرنا شروع کر دیں، تو دوسرے فرقہ پرست جو کچھ بھی کریں کم ہے۔ کیا اجین میونسپلٹی کی اس مسلم آزار کارروائی سے فرقہ پرستوں کو شہ نہیں ملے گی؟ اور کیا اس کی اس غاصبانہ مداخلت سے حکومت کی سیکولرازم پر حرف نہ آئے گا؟ جمیعۃ علماء کے اجلاس مراد آباد میں بھی ایک قرارداد میں یہ شکایت کی گئی تھی کہ مقامی میونسپلٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ مسلمانوں کے قبرستانوں کو منہدم اور وقف شدہ زمینوں پر قبضہ کر رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ حکومت مدھیہ بھارت کو اجین میونسپلٹی کے خلاف فوری اور مؤثر اقدام کرنا چاہیئے۔"

پیغمبرِ اسلام کی شان میں ہرزہ سرائیاں

روزنامہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۳ر نومبر ۱۹۵۵ء یوپی گورنمنٹ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"ہم سمجھتے ہیں کہ آخر کہاں تک لکھیں اور کن الفاظ میں حکومت سے احتجاج کریں! کیا حکومت کی سی آئی ڈی ان مفسدوں کی رپورٹیں حکومت تک نہیں پہنچاتی جو انتہائی دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی کے ساتھ اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان اقدس میں بہتان طرازیاں کرتے ہیں یا حکومت ہی ایسی ہے کہ مسلمانوں کے جذبات کا کوئی پاس نہیں کرتی؟

۱۴ر نومبر کو غازی پور میں آریہ سماج نے اپنا جلوس نکالا جس میں پیغمبر اسلام کی شان میں وہ وہ ہرزہ سرائیاں کیں کہ اگر دوسرا دور ہوتا تو سینکڑوں کا خون ہو جاتا۔ ہمارے مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ اس موقعہ پر مسلمانوں نے بے انتہا صبر وضبط کا ثبوت دیا۔ اگر مجبوری کا نام شکر ہے تو ہم مقامی مسلمانوں کے صبر کو صبر کا نام نہیں دے سکتے۔ وہ موجودہ حالات میں سخت مجبور ہیں۔ اور رسول علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے والوں کو برداشت کر رہے ہیں اگر انہیں اپنی مجبوری کا احساس نہ ہوتا تو وہ دریدہ دہنوں کو ہرگز معاف نہ کرتے۔ مگر ہمیں یوپی گورنمنٹ سے شکوہ ہے کہ وہ ایسے مفسدوں کو جلوس نکالنے کی اجازت کیوں دیتی ہے! اور ایسے ہرزہ سراؤں سے بازپرس کیوں نہیں کرتی؟ ہم ہر مصیبت کا تصور کر سکتے تھے۔ مگر اس کا خیال تک نہ تھا کہ آزاد ہندوستان میں آریہ سماج کو پیغمبر اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی اس درجہ آزادی مل جائے گی کہ اس سے کوئی بازپرس تک نہ کر سکے گا! اترپردیش کے وزیر اعلےٰ بتائیں کہ وہ عالم اسلام کی دل آزاری کرنے والوں کے خلاف کیا اقدام کرنا چاہتے ہیں۔؟"

بہار میں مسلمانوں پر مظالم

روزنامہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۸ر نومبر ۱۹۵۵ء ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھتا ہے کہ

"بہار اسمبلی میں وزیر اعلےٰ سے سوال کیا گیا کہ اس سال بقرعید کے موقعہ پر ضلع پورنیہ کی ایک عورت مساۃ لطیفن کو پولیس نے اس قدر مارا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ اور پھر بعد میں پولیس اور مجسٹریٹ نے اس کے رشتہ داروں سے زبردستی یہ بیان لکھا لیا کہ مساۃ کی موت پرانے مرض کے باعث واقع ہوئی۔ حکومت نے اس سلسلہ میں کیا کارروائی کی ہے اس کے جواب میں وزیر اعلیٰ کی طرف سے وزیر خزانہ نے جواب دیا کہ اس واقعہ کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ جانچ کے بعد متعلقہ حکام کو سزا دینے کے بارے میں غور کیا جائے گا! واضح ہے کہ گزشتہ عیدالاضحےٰ کے موقعہ پر مسلمانان بہار پر پولیس کی طرف سے جو مظالم ڈھائے گئے۔ اس کے بارے میں وزیر اعلیٰ بہار کو مسلمانان بہار کی طرف سے ایک میمورنڈم پیش کیا گیا تھا۔ یہ مطبوعہ میمورنڈم ہمیں موصول ہو گیا ہے۔ مگر اسے شائع کرنے کی جرأت ذرا مشکل ہی سے ہو سکتی ہے۔ وزیر اعلیٰ کو میمورنڈم کے ذریعہ مسلمانوں کی بپتا ضرور معلوم ہو گئی ہوگی ناممکن ہے کہ موصوف نے واقعات سنے ہوں اور ان کا کوئی اثر نہ لیا ہو۔ اور ساتھ ہی تحقیقات کی ضرورت محسوس نہ کی ہو۔"

عیسائیوں اور مسلمانوں کی شدھی

معاصر الجمعیۃ دہلی مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء کی اطلاع ہے کہ

"لکھنؤ شہر میں ۳ر دسمبر کی صبح سے ہندو مہاسبھا کے زیر اہتمام شدھی مہم کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں صبح ایک جلوس بھی نکلا۔ جس نے شہر کے مختلف حصوں میں گشت کیا۔ شام کو ۵ بجے امین الدولہ پارک میں ۳۴ عیسائیوں اور ۴ مسلمانوں کو شدھی کیا گیا۔ ایک عیسائی نوجوان خاتون مس دکٹوریہ کا نام بدل کر پریم کماری رکھا گیا۔ ہندو مہاسبھا کے صدر نے ایک کروڑ غیر ہندوؤں کو ہندو بنانے کا اعلان کیا ہے۔ امین آباد پارک میں جہاں کہ شدھی اندولن کا پنڈال بنایا گیا تھا۔ کچھ قابل اعتراض نوٹس بھی لگائے گئے تھے۔"

درندگی اور بربریت کی انتہا

روزنامہ پاسبان ڈھاکہ مورخہ ۳ر نومبر ۱۹۵۵ء کی اطلاع ہے کہ۔

"بہار کے ضلع پورنیہ سب ڈویژن اور یا تھانہ یونی کے مقام انگار دملہ جگا کے ایک مسلمان سلطان خاں کے کھیت میں کچھ ہندو گوالے بھینسیں چرا رہے تھے۔ سلطان خاں نے جب اپنے کھیت میں لگی ہوئی فصل کا یہ حال دیکھا تو گوالوں کو کھیت میں بھینسیں چرانے سے منع کیا۔ اس پر گوالے چراغ پا ہو گئے۔ ساتھ ہی دوسرے فرقہ پرست ہندو بھی کثیر تعداد میں جمع ہو گئے۔ اور سبھوں نے مل کر سلطان خاں کو اس قدر مارا کہ وہ ادھ موا ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد فرقہ پرستوں

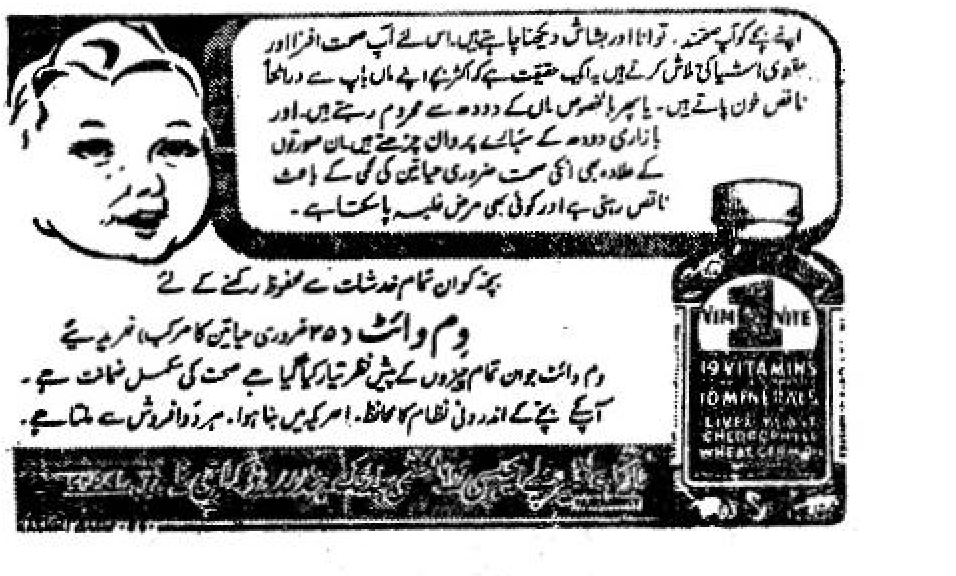

نے سلطان خاں کی دوکان کو نذر آتش کر دیا۔ پھر اس کے مکان پر دھاوا بول دیا۔ اس کی بیوی کو مارا اور درندگی کی انتہا اس وقت ہو گئی جب سلطان خاں کے ایک شیرخوار بچے کو جس کی عمر محض سات دنوں کی تھی۔ ظالموں نے پیروں تلے روند کر ہلاک کر ڈالا۔ لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بانکا پہنچا دی گئی ہے۔ اس گاؤں میں جو دس بارہ گھر مسلمان ہیں۔ وہ اس واقعہ سے سخت خائف ہیں۔ پولیس بھی انھیں اس سلسلے میں تحقیقات کے بہانے تلاش کر رہی ہے۔

عیسائیوں کی شدھی

معاصر روزنامہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۵ء کی اطلاع ہے کہ

دارداہ تعلقہ کے تارہولی گاؤں کے سترہ عیسائیوں کو اس گاؤں کے پٹیل پانڈوانگ کی صدارت میں ہندو بنا لیا گیا۔ ان عیسائیوں کو ہندو بنانے میں آر۔ ایس۔ ایس کے خاص کارکن دکھل راؤ دیشپانڈے نے نمایاں حصہ لیا۔

دس ہزار عیسائیوں کی شدھی

ریاستی ہندو مہاسبھا کے جنرل سکریٹری نے شدھی مہایگیہ کے منتظم کی حیثیت سے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ اب تک دس ہزار عیسائیوں کو ہندو بنایا جا چکا ہے اور تین دسمبر کو لکھنؤ میں جو شدھی مہایگیہ ہونے والا ہے۔ اس میں سینکڑوں افراد کو شدھ کیا جائے گا۔

اس قسم کا اعلان ایک مہاسبھائی ہی کر سکتا ہے کسی مسلمان یا عیسائی کی کیا مجال کہ وہ کسی خاص تقریب میں سینکڑوں افراد کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کا اعلان کرے اور دار و گیر سے بچ جائے! یہ بیک وقت سینکڑوں افراد کی شدھی اور اس کا اعلان مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے یہ اعلان ہم نے بھی سنا اور حکومت بھی سن رہی ہے۔ اور ریاستی حکومت اس کا مطلب بھی سمجھتی ہے۔ مگر اس کی طرف سے صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے! اگر اسی قسم کا اعلان مسلمانوں کی طرف سے بھی ہو جائے تو اس کے نتائج کا تصور کرنے کی ہمت بھی ذرا مشکل ہی سے ہو سکے گی۔

مسجدیں نیلام

روزنامہ پاسبان ڈھاکہ مورخہ ۳۰ نومبر کی اطلاع ہے کہ

معلوم ہوا ہے کہ دوسرے علاقوں میں نظام کی صرف خاص کی جائیدادیں فروخت کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس میں متعدد مساجد بھی شامل ہیں۔ عام طور سے جو لوگ خریداروں میں نظر آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر ہندو ہی شامل ہیں۔ مسلمان اگرچہ کھلم کھلا اس کی مخالفت تو نہیں کرتے ہیں۔ لیکن مسلم اوقاف بورڈ نے اس فیصلہ پر شدید نکتہ چینی کی گئی ہے۔ اور مطالبہ کیا گیا ہے کہ جائداد کی فروخت کے دوران مساجد اور متبرک مقامات کو علیحدہ رکھا جائے کیونکہ ان مقامات کے غیر مسلموں کے ہاتھ میں جانے سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو سخت ٹھیس پہنچے گی۔

دن دہاڑے قتل

معاصر مدینہ بجنور مورخہ ۱۰ نومبر کی خبر ہے کہ

موضع سیدھا سلطان پور ضلع اعظم گڈھ میں ایک مسلمان محمد سعید خاں کو دن دہاڑے نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ محمد سعید خاں اپنے کھیت میں بیج ڈالنے کے لئے گئے تھے۔ انھیں پہلے بیج ڈالنے سے روکا۔ نہ ماننے پر حملہ اور بھالا اور بلم لے کر ٹوٹ پڑے۔ اور چند منٹ میں ان کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ سے پہلے موضع مذکور کے کچھ لوگوں نے کئی بار مسلمانوں کو دھمکیاں دی تھیں کہ تم اپنے کھیتوں سے دستبردار ہو جاؤ۔ اور پاکستان چلے جاؤ۔ کچھ مسلمانوں کے کھیتوں پر غاصبانہ قبضہ بھی کر لیا گیا ہے۔ محمد سعید خاں کے قتل سے آس پاس کے مواضعات کے مسلمانوں پر خوف و ہراس کا عالم طاری ہو گیا ہے۔ حکام ضلع کو توجہ کرنی چاہیئے۔

اقلیتوں پر تشدد کے خلاف مسیحی لیڈروں کا احتجاج

معاصر نوائے پاکستان لاہور مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۵۵ء رقمطراز ہے کہ

بھارت کے مسیحی لیڈروں نے ملک میں اقلیتوں پر تشدد اور ان کے خلاف جارحانہ رویہ پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مسیحی رہنماؤں کی ایک دو روزہ کانفرنس کی مجلس قائمہ نے قرارداد بھی منظور کی ہے۔ اس قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ہم حیران و ششدر ہیں کہ فرقہ پرست عناصر ہر قسم کی سزا کے خوف سے بے نیاز ہو کر اقلیتوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ حکومت سے ان کے خلاف جو بھی اپیل کی جاتی ہے۔ وہ بے سود ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ عناصر اور بھی دلیر ہو گئے ہیں۔ اور بسا اوقات سرکاری افسروں کی مدد بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ قرارداد میں ایک کیتھولک اجتماع پر حملہ اور مسیحی رہنماؤں کی بے عزتی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مسیحی رہنماؤں نے حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ تشدد کے ان مظاہروں کو روکنے کے لئے ضروری اقدام کرے۔ مسیحی رہنماؤں نے حکومت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی ہے کہ وہ صرف وہی حقوق چاہتے ہیں۔ جو اقوام متحدہ کے منشور اور بھارت کے آئین کے مطابق ہیں۔

خانہ برباد میوؤں کا محضرنامہ

معاصر روزنامہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۵۵ء اپنے ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھتا ہے کہ

الور اور بھرت پور کے میوؤں نے نائب وزیر بحالیات کو ایک محضرنامہ پیش کیا ہے۔ جس میں شکایت کی گئی ہے کہ میوؤں کی تکالیف دور نہیں کی گئیں بلکہ انھیں نئی نئی تکالیف میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ سرکاری سرکلر کے مطابق ضلع گوڑگاؤں کے مسلمانوں کو بے خانماں قرار دیا گیا تھا۔ مگر وزیر بحالیات راجستھان غریب میوؤں کی بحالی کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ معمولی دلچسپی بھی نہیں لیتے۔ حیرت ہے کہ جن مسلمانوں کو زمینیں دی

اسکول جانے والے بچے ہمیشہ دماغ پر بوجھ رہنے سے اور ہر لحظہ نئی باتوں کے سامنے آنے اور یاد رکھنے کی پابندی کی وجہ سے ضعف دماغ و اعصاب میں جلد مبتلا ہو جاتے ہیں۔

شاہی بہترین مقوی دماغ و اعصاب ہے
شاہی کے استعمال سے معدہ اور جگر کی اصلاح ہو کر کافی طور پر شفاف خون پیدا ہوتا ہے۔

شاہی کسل و ماندگی دفع کر کے از سر نو تازگی بخشتی ہے۔

شاہی کا ہر استعمال کرنے والا اس کے بہترین فوائد کا مداح ہے۔

تیار کردہ:- **طبّی دواخانہ یونانی** نیپیر روڈ کراچی ۲

اسلامی نظام — اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ اور اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں پرویز اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ ۱۸۰ صفحات۔ قیمت دو روپے

سلیم کے نام — از پرویز دین نوجوانوں کے دل میں اسلام سے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں ان کا شگفتہ مدلل اور اچھوتا جواب بڑے سائز کے ۴۰۰ صفحات —— قیمت چھ روپے

قرآنی فیصلے — روزمرہ کی زندگی کے اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث ۴۰۰ صفحات —— قیمت چار روپے

ناظم ادارہ طلوع اسلام پوسٹ بکس نمبر ۳۱۲ ، کراچی ۳

گئیں ان سے پھر واپس لے کر ...... ہریجنوں کو دی جارہی ہیں۔ اور بحالیات کے افسروں کے نام خفیہ ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ کسی میو کو زمین یا مکان واپس نہ کیا جائے اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سابق مسجدوں کی جگہ منڈیاں اور مکانات بن رہے ہیں۔ اور مسجدوں کی توڑ پھوڑ کا سلسلہ بھی بدستور جاری ہے۔ سینکڑوں درخواستیں وزیر بحالیات راجستھان کو دی گئیں۔ مگر کوئی نتیجہ نہیں

الور اور بھرت پور میں بیس ہزار میو اور دس ہزار غیر میو مسلمان آباد ہیں۔ جن کو ان کی زمینیں واپس نہیں کی گئیں سو بیگہ اراضی کے مالک کو اگر پانچ بیگہ زمین دے دی بھی گئی تو وہ صفر کے برابر ہے۔ زمین اور مکانات کا واپس نہ ملنا اور جو مل چکی ہیں انھیں پھر چھین لینا اپنی جگہ جو کچھ ہے وہ ہے ہی مگر مسجدوں اور قبروں کی مسماری یا مسجدوں پر منڈیوں اور مکانوں کی تعمیر ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ پورے ملک کے لئے بڑا المیہ ہے۔ ان حالات میں اگر مظلوم مسلمانوں کو یقین دلایا جائے کہ ملک کا نظام سیکولر غیر مذہبی اور غیر فرقہ وارہے تو وہ اس کا الٹا اثر لیں گے۔ مگر دو حرفی بات یہ ہے کہ اگر ملک کی اقلیتوں کو مطمئن نہ کیا گیا۔ اور انھیں پریشان کرنے کی نت نئی راہیں پیدا کی گئیں۔ تو ہندوستان کی قومی زنجیر میں کبھی پائیداری پیدا نہ ہو گی۔

ہم وزیر بحالیات حکومت ہند سے درخواست کریں گے کہ وہ میوؤں کے اس محضرنامہ پر توجہ دیں۔ اور ان کی شکایات کے ازالہ کی کوئی صورت پیدا کریں۔

طلوع اسلام کثیر تعداد میں شائع ہو کر پاکستان ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں ہر طبقہ کے لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ اس میں چھپنے والے اشتہارات ہزاروں خریداروں کی نظروں سے گزرتے ہیں۔ نرخنامہ اشتہارات و تفصیلات ناظم ادارہ شعبۂ اشتہارات سے حاصل کیجئے

ناظم ادارۂ طلوع اسلام
پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ — کراچی

باب المراسلات

ایک اہم اخلاقی نکتہ

ہمیں اکثر اس مضمون کے خطوط موصول ہوتے رہتے ہیں (جن میں بیشتر گمنام ہوتے ہیں) کہ آپ فلاں صاحب کو جھوٹا اور بددیانت کہتے ہیں۔ لیکن اس سے ان لوگوں کی دل شکنی ہوتی ہے جو اسے اچھا سمجھتے ہیں۔ اس لئے "اخلاق کا تقاضا" یہ ہے کہ آپ ایسی باتیں نہ لکھا کریں۔

اس سے ایک اہم اخلاقی سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہم ایک شخص کو اپنے ذاتی تجربہ اور دلائل و شواہد کی بنا پر جھوٹا اور بددیانت پاتے ہیں۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت یقین رکھتے ہیں کہ وہ ایسا ہی ہے۔ ہم اسے دل میں ایسا سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ہم ایسے شخص کا ذکر کریں تو کیا اسے جھوٹا اور بددیانت کہیں یا سچا اور نہایت ایماندار؟ ہمارے نزدیک یہ انتہائی بددیانتی اور منافقت ہے کہ جس شخص کو ہم جھوٹا اور بے ایمان (بددیانت) سمجھتے ہیں۔ اسے محض اس لئے سچا اور ایماندار کہیں کہ اسے جھوٹا کہنے سے اس کے مداحین برا مانیں گے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ آج جھوٹ اور بددیانتی کو جو اس قدر فروغ ہو رہا ہے تو اس لئے کہ لوگ جھوٹے کو جھوٹا کہنے کی جرأت نہیں کرتے۔ بلکہ ایسا کہنے کو خلاف تہذیب قرار دیتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے اسی نکتہ کی وضاحت کے لئے کہا تھا کہ

مثنوی کو برا مت کہو ترغیب ہے یہ
میں کس سے کہوں نفس کی تخریب ہے یہ
شیطان کو رجیم کہہ دیا تھا اک دن
اک شور اٹھا: خلاف تہذیب ہے یہ

یاد رکھیے! یہ کھلی ہوئی مداہنت ہے۔ اور جس تہذیب یا "ضابطۂ اخلاق" میں اسے مستحسن قرار دیا جاتا ہے وہ ابلیسی تہذیب اور شیطان کا وضع کردہ ضابطۂ اخلاق ہے۔ تہذیب حاضر میں اسے مستحسن اس لئے قرار دیا جاتا ہے کہ اب جھوٹ عام ہو رہا ہے۔ اور کوئی جھوٹا یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اسے جھوٹا کہیں طلوع اسلام جھوٹے کو جھوٹا۔ اور بددیانت کو بددیانت کہنے کی جرأت رکھتا ہے۔ اور اسی کو صحیح تہذیب اور اخلاق کا تقاضا سمجھتا ہے۔ اگر کسی کو یہ بات ناگوار گذرتی ہے تو اسے اپنے نفس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ طلوع اسلام ان کی خوشنودی مزاج کی خاطر منافقت اور مداہنت اختیار نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم نے سورہ المنافقون میں، اس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ جب اس نے کہا کہ اے رسول! یہ منافق تجھے اپنے دل میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ لیکن زبان سے کہتے ہیں کہ تو سچا رسول ہے۔ یہ اپنے قول میں جھوٹے ہیں اور منافق ہیں۔ یعنی یہ منافقت ہے کہ جسے آپ دل میں جھوٹا سمجھیں اسے زبان سے سچا کہیں۔ طلوع اسلام کے نزدیک یہی ضابطۂ اخلاق واجب التسلیم ہے جسے قرآن نے پیش کیا ہے اس ضابطہ کی رو سے جسے آپ دل میں جھوٹا سمجھتے ہیں اسے زبان سے جھوٹا کہنا کوئی بری بات نہیں۔ البتہ اگر آپ کسی کو دل سے جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن اسے محض بدنام کرنے کی غرض سے جھوٹا کہتے ہیں تو یہ انتہائی معیوب چیز ہے۔ خدا کا احسان ہے کہ طلوع اسلام اس کا کبھی مرتکب نہیں ہوا۔ کہا جا سکتا ہے کہ جسے آپ جھوٹا کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ فی الواقعہ جھوٹا نہ ہو۔ سو واضح رہے کہ طلوع اسلام جسے جھوٹا کہتا ہے اس کے پاس اسے جھوٹا سمجھنے کے دلائل ہوتے ہیں اور وہ ان دلائل کو ہر وقت پیش کرنے کیلئے تیار ہوتا ہے۔ طلوع اسلام جو کچھ کہتا ہے پوری ذمہ داری سے دلائل شواہد کی بنا پر کہتا ہے یہ کبھی نہیں کہ کسی کے خلاف اتہام تراشے اور جب اس کا ثبوت مانگا جائے تو اول تو اس کا جواب ہی نہ دے اور جواب دے تو صرف اتنا کہ اس کا فیصلہ قیامت کے دن ہو گا۔

ہنسا چھالیا

ڈوکڑے — صاف خشک — پرانے

(پیکٹوں میں خریدیئے)

تیار کردہ: محمد اصغر محمد یونس — چھالیا والے — جونا مارکیٹ — کراچی نمبر ۲

عالمِ اسلامی

عالم اسلامی پر اس وقت روس کا سایہ پڑ رہا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ بیشتر اسی کا شاخسانہ ہے۔ برطانیہ نے یہودیوں اور عربوں میں مفاہمت کی جو طرح ڈالی تھی اس پر اندر اندر مذاکرات ہو رہے ہیں۔ عربوں کا مطالبہ یہ ہے کہ فلسطین کا جو حصہ اقوام متحدہ نے یہودیوں کے لئے متعین کیا تھا، یہودی اپنی حدود تک واپس ہو جائیں اور عرب مہاجرین کو واپس لے لیں اور اگر وہ واپس نہ جانا چاہیں تو انہیں معاوضہ ادا کریں۔ معاوضہ کا معاملہ چنداں مشکل نظر نہیں آتا تھا کیونکہ امریکہ اس کے لئے مطلوبہ رقم بطور امداد دینے کے لئے تیار تھا۔ لیکن یہودی نمایندوں نے امریکہ کے نمایندوں سے جو مذاکرات کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مساعیٔ مفاہمت کو حدود مسئلہ پر ہی ختم کر دیں گے۔ انہوں نے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ اقوام متحدہ کی مقرر کردہ حدود تک سمٹنے کے لئے تیار نہیں۔ اگر وہ اس ضد پر قائم رہے تو عرب ان سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے اور برطانیہ کی مساعیٔ مفاہمت بے نتیجہ ثابت ہوں گی۔ یہ مساعی جاری تھیں کہ روس نے ہل چل مچا دی۔ اس کا دروازہ مصر نے کھولا۔ روس کو جب ممالک مسلمہ میں آنے کا راستہ مل گیا تو اس کے حربے عجیب و غریب ہو گئے۔ اس نے دیکھا کہ پاکستان اس کے راستے میں حائل ہے کیونکہ پاکستان مسلمان ممالک کو متحد بھی کر رہا ہے اور روس سے ملنے میں مانع بھی آ رہا ہے۔ چنانچہ اس نے افغانستان پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ افغانستان میں پہلے ہی ہندوستان نے کافی فضا تیار کر رکھی تھی وہ اندھا دھند پاکستان کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔ شاید ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہو جب افغانی کارندوں کی گرفتاری کی خبر نہ ملتی ہو۔ یہ کارندے جگہ بہ جگہ تخریبی کاموں میں مصروف ہیں۔ اب مارشل بلگانن اور مسٹر کروشیف ہندوستان کے دورے سے فارغ ہو کر افغانستان جا پہنچے ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں جس قسم کی اوچھی حرکات کیں اور جو فتنہ انگیز باتیں کیں اس کے پیش نظر وہ افغانستان میں جو کچھ کریں گے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ افغانستان ان کی ریشہ دوانیوں کے لئے اور ممالک کے مقابلے میں زیادہ تیار شکار ہے کیونکہ وہاں نا اہل مگر جابر قسم کی ملوکیت برسر اقتدار ہے۔ عوام پسماندہ اور تباہ حال ہیں۔ وہ عام سیاسی معنوں میں کسی قسم کی انقلابی تحریک تو نہیں چلا سکتے البتہ وہاں کافی بے چینی پائی جاتی ہے جس کی بہت حد تک وجہ معاشی ہے۔ بعض خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں ملوکیت کے خلاف بعض عناصر مصروف جد و جہد ہیں۔ ان کی گرفتاریاں بھی عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ اپنی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد عارف کو بھی معزول کر دیا گیا، کیونکہ وہ شاہ محمد داؤد، وزیر اعظم، کی حکمت عملی سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ اس بڑھتی ہوئی بے چینی میں حکمران طبقہ کو ہندوستان اور روس سے عمدہ سہارے میسر آ سکتے ہیں۔ وہ پوری طرح ان کا فائدہ اٹھائیں گے اور زیادہ سے زیادہ ان کی طرف جھکیں گے۔ کیونکہ ان کے بچاؤ کی بظاہر صورت یہی ہے۔ گو یہ سہارے آخر کار عارضی ثابت ہوں گے تاہم اس کے علاوہ اور کوئی سہارا نظر نہیں آتا۔ گویا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ بلگانن اور کروشیف کے دورے کے بعد افغانستان بہت حد تک روس کا حلقہ بگوش ہو جائے گا۔ اس طرح اشتراکیت دنیائے اسلام کی شہ رگ سے اور زیادہ قریب ہو جائے گی۔

اس سلسلہ کی دوسری کڑی سعودی عربیہ مہیا کر رہا ہے۔ شاہ سعود چند دنوں سے ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں دورے کے خاتمہ پر آپ نے ہندوستان کے "پنچ شیلا" کو تسلیم کر لیا ہے۔ سعودی عرب کا ان اصول خمسہ کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر جانبداری میں پختہ تر ہو جائے گا اور روس کی طرف ایک اور قدم اٹھا لے گا۔ مصر کے بعد شاہ موصوف نے بھی ہندوستان کی وساطت سے روس کی طرف دیکھنا شروع کر دیا تو عالم اسلامی کے لئے ایک سنگین مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ چونکہ مصر اور سعودی عرب اپنے سیاست کے عواقب سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں اس لئے یہ مسئلہ پیدا ہو کے رہے گا۔ اس کا حل کیا ہے؟ یہ ذمہ داری معاہدین بغداد کی ہوتی جا رہی ہے

مراکش میں بالآخر کابینہ مرتب ہو گئی ہے۔ یہ کام بکائی ہی نے سر انجام دیا ہے اور وہی وزیر اعظم ہیں۔ انہوں نے پارٹیوں کے درمیان وزارتوں کی تقسیم یوں کی ہے کہ سب سے بڑی پارٹی، استقلال، کے ۹ وزراء ہیں، آزاد جمہوری پارٹی کے چھ۔ چھ آزاد امیدوار ہیں۔ اس طرح اکیس ارکان کی کابینہ مرتب ہوئی ہے۔ یہ کابینہ اب فرانس سے مراکش کے مستقبل سے متعلق مذاکرات شروع کرے گی۔ مراکش کا مسئلہ اقوام متحدہ میں بھی پیش ہونا تھا لیکن اسے خارج کرا دیا گیا ہے کیونکہ فرانس نے بطور احتجاج جنرل اسمبلی کا مقاطعہ کر دیا تھا۔ اسے راضی کرنے

تفسیر بیان القرآن

قرآن پاک کا متن مع اردو ترجمہ بین السطور از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

حاشیہ پر

تفسیر بیان القرآن و مسائل السلوک

عکسی بلاکوں کے ساتھ بارہ جلدوں میں چھپ رہی ہے۔ چند جلدیں تیار ہو گئی ہیں۔ نمونہ کے صفحے مفت طلب فرمائیے

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی

کپڑے کی خوش نما اور پختہ چھپائی کے لئے

ہماری خدمات حاصل کیجئے

اشرف ٹکسٹائل پرنٹنگ فیکٹری

۴/۱۲ لیاقت روڈ ——— خداداد کالونی

کراچی

فون ۴۰۹۲۷

کپڑے، رنگ، ادویات اور تیل ہر قسم

واجبی نرخ پر ہم سے خریدیئے

نبی بخش اشرف چھیپا

(سجن گڑھ والا)

ایکسپورٹر وامپورٹر نمبر ۲۴ رامپارٹ روڈ بمبئی بازار۔ نزد اچھی قبر۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۵۳ کراچی ۲

فون ۳۴۷۴۷

کپڑے کی ہول سیل

خریداری کے لئے ہماری

دکان پر تشریف لایئے

حاجی اشرف عبداللہ چھیپا

۳۔ نیو کلاتھ مارکیٹ

کراچی

فون ۳۱۸۵۸

بین الاقوامی جائزہ

جنیوا کی روح کا تار و پود بکھر چکا ہے۔ اور جو امیدیں امن کی قائم ہوئی تھیں۔ وہ ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ وزرائے خارجہ کی جو کانفرنس جنیوا میں شروع ہوئی تھی۔ وہ بے نتیجہ ختم ہو گئی تو مذاکرات مفاہمت کا مرکز جنرل اسمبلی بن گیا۔ لیکن وہاں بھی بات آگے نہیں بڑھ سکی۔ بلکہ ہر مسئلہ سے متعلق تعطل پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ تحدید اسلحہ کا جو مسئلہ برسوں سے چل رہا ہے۔ اور جس کے متعلق یہ خیال پڑ چلا تھا کہ چوٹی کی کانفرنس کے بعد اس پر مفاہمت کی شکل پیدا ہو جائے گی وہ پھر اقوام متحدہ میں پیش ہوا۔ صدر آئزن ہاور نے جنگی مراکز کے ہوائی معائنہ کی جو تجویز پیش کی تھی۔ اس پر بحث و تمحیص ہوئی۔ لیکن روس نے اس پر کہیں اتفاق نہیں کیا اس سے متعلق تو تصفیہ نہیں ہو سکا۔ البتہ جنرل اسمبلی نے فیصلہ کیا ہے کہ ایٹمی توانائی کے پر امن استعمال کے لئے ایک بین الاقوامی ادارہ قائم کیا جائے۔ تعجب ہے کہ اتنا اتفاق بھی ہو گیا۔ لیکن یہ اتفاق محض کاغذی ہے ایک تو اس لئے کہ اس سے تحدید اسلحہ کا مسئلہ جوں کا توں رہتا ہے دوسرے اس لئے کہ اس کی جزئیات پر بھی بات ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔ آئندہ مہینے میں ممالک متعلقہ مجوزہ ادارے کا دستور مرتب کریں گے۔ قیاس غالب یہی ہے کہ اس پر تعطل پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ اتفاق بے کار ثابت ہوگا۔

ایک حد تک اقوام متحدہ کے نئے ارکان کے سلسلہ میں مفاہمت کا امکان پیدا ہوا تھا۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ معاملہ بھی طے ہو جائے گا۔ گو اس کے امکانات متقابلۃً روشن نظر آتے ہیں اس وقت اٹھارہ ممالک ایسے ہیں جن کی رکنیت کے لئے درخواستیں ایک عرصہ سے معرض التوا میں پڑی ہیں۔ ان میں بارہ ایسے ممالک ہیں۔ جنہیں اقوام مغرب کی تائید حاصل ہے۔ ایک اسپین ہے اور پانچ اشتراکی ہیں۔ اب تک اقوام مغرب نے اشتراکیوں کی رکنیت کو روکے رکھا۔ اور روس نے اقوام مغرب کے حامیوں کو اس کے تصفیہ کی یہ شکل نکالی گئی ہے کہ اٹھارہ ممالک کو یک لخت رکن بنا لیا جائے۔ ان میں سے سترہ پر تو سب کا اتفاق از روئے مصلحت ہو گیا ہے۔ لیکن اٹھارہویں یعنی بیرونی منگولیا سے متعلق اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اسے چین کا حصہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی حیثیت آزاد ملک کی نہیں۔ روس مصر ہے کہ اسے ضرور رکن بنایا جائے۔ اگر اسے نہ بنایا گیا تو روس سب کی درخواستیں مسترد کر دے گا۔ بیرونی منگولیا پر اقوام مغرب کو تو اعتراض تھا۔ لیکن باقی سترہ کی خاطر وہ اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ اسے بھی چلنے دیں لیکن عجیب صورت ہے کہ نیشنلسٹ چین جو اقوام متحدہ کا مستقل رکن ہے۔ وہ بیرونی منگولیا کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ مصر ہے کہ وہ اس کی درخواست کو مسترد کر دے گا امریکہ اس کوشش میں ہے کہ وہ ضد نہ کرے اور مخالفت ترک کر دے۔ وہ پوری طرح آمادہ نہیں گو ہو سکتا ہے کہ آخر کار مخالفت سے دستبردار ہو جائے۔ بہر حال یہ معاملہ اقوام متحدہ میں ہوا تو ہر چند سلامتی کونسل نے اسے منظور کر لیا۔ جنرل اسمبلی میں اس پر بحث ملتوی ہو گئی ہے۔ جب تک اس پر اتفاق ہو نہیں جاتا۔ اس وقت تک وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا اگر یہ نئے رکن منظور ہو گئے۔ تو اقوام متحدہ کے ارکان کی تعداد موجودہ ساٹھ سے بڑھ کر اٹھتر تک پہونچ جائے گی اس طرح چونکہ پانچ اشتراکی ممالک اور آ جائیں گے اس لئے اختلافات اور بڑھ جائیں گے۔ کیونکہ اشتراکیوں کا پلڑا مقابلۃً بھاری ہو جائے گا۔

روسی قائدین نے ہندوستانی اسٹیج کو جس بے تکلفی سے استعمال کیا ہے۔ اس کے پیش نظر امریکہ اور ہندوستان کے تعلقات کشیدہ سے ہو گئے ہیں چنانچہ گوا کے معاملہ میں امریکہ نے پرتگال کے موقف کی حمایت کر دی ہے، برطانیہ پر بھی اس کا کافی اثر ہوا ہے۔ بلگانن اور کرو شیف کو پہلے دورے کے مطابق اپریل، مئی میں، انگلستان جانا ہے۔ لیکن انگلستان میں یہ کہا جانے لگا ہے کہ روسی مخالفت کا یہی عالم رہا تو اس دورے کو منسوخ کر دینا ہوگا۔ کیونکہ اس ذہنیت کے ہوتے ہوئے دورے سے مفید نتائج بر آمد نہ ہو سکیں گے۔ گویا شرق و مغرب کی سرد جنگ پھر سے شروع ہو گئی ہے۔ آئندہ بین الاقوامی سیاست کا نقطہ ماسکہ یہی ہوگا۔

جاہلی عصبیت

(صفحہ ۶ سے آگے)

کو اجنبی اور غیر ملکی زبان کہا جاتا ہے۔ یہ کچھ کہنے والے کی ذہنیت جو ہے سو ہے غضب ہے سننے والا مجمع وہ ہے جس کو اردو کے قومی زبان ہونے پر کوئی اعتراض نہیں، وہ اردو کے ساتھ بنگلہ کو بھی قومی زبان بنانا چاہتا ہے، اس جلسہ میں آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وحدت مغرب کی بھی مخالفت کی۔ ہمیں وحدت مغرب کی مخالفت پر اعتراض نہیں۔ مگر اس مخالفت کی حد ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک اب مخالفت کا وقت گذر چکا ہے۔ کیونکہ وحدت کا منصوبہ متشکل ہو چکا ہے۔ اب نتائج بتائیں گے کہ یہ اقدام مفید ہے یا مضر بہرحال اگر کوئی صاحب ایمانداری سے اس میں قباحت دیکھتے ہیں تو انہیں حق حاصل ہے کہ وہ اپنے دلائل و براہین قوم کے سامنے پیش کریں۔ لیکن خان عبدالغفار خان کو دلائل و براہین سے کوئی سروکار نہیں۔ انہیں تو خلاف پاکستان ذہنیت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اور اس زہر کو پھیلانا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کے خلاف باتیں کی کہ وحدانی طرز حکومت اس لئے قبول نہیں کیا جا رہا کہ بنگالی اکثریت گوارا نہیں کیا جاتا۔ اگر پنجابی بنگالیوں کا غلبہ گوارا نہیں کرتے تو ہم پنجابیوں کا غلبہ گوارا نہیں کرتے"۔ دیکھئے کس طرح ایک ہی سانس میں ایک طرف مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان میں اور دوسری طرف خود مغربی پاکستان کے علاقوں میں منافرت پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ایسے وقت کیا جا رہا ہے جب دنیا کی دو بڑی طاقتوں میں سے ایک یعنی روس کھلم کھلا پاکستان کا مخالف ہو گیا ہے۔ اور اس کے گرد گھیرا ڈالنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ یہ موقع موہوم اختلافات کو ابھارنے کا نہیں بلکہ حقیقی اختلافات بھی ہوں تو ان کو بالائے طاق رکھ کر ملک کی سالمیت کے لئے متحد ہو جانے کا ہے۔ اس موقع پر جو شخص بھی خواہ وہ کوئی ہو منافرت پھیلاتا ہے۔ وہ وطن دشمن ہے۔ اور کسی رعایت کا مستحق نہیں۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان زبانوں کو لگام دے۔

اسبابِ زوالِ امت

از:- پرویز

مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے۔ اور علاج کیا؟

ضخامت
۱۵۰ صفحات

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

شنا سویں نانوے

اشخاص ریاح باسوری تبخیر معدہ (معدہ میں گیس پیدا ہونا) کے مریض ہیں۔ پاخانہ صاف نہ ہونا۔ تمام جسم میں درد، سر کا چکر، بھوک غائب، ہاضمہ خراب، طبیعت میں بے چینی، سینے میں جلن، خون میں کمی، نزلہ رہنا اس مرض کی عام شکایات ہیں اس مرض کا حب باسوری اور جوہر ہاضم (مکمل کورس) سے زیادہ زود اثر کوئی دوسرا علاج نہیں۔ یہ تمام شکایات کو دور کر کے تندرستی و توانائی بخشتا ہے قیمت مکمل کورس تین روپے آٹھ آنے طبی دلچسپ ماہنامہ دردمند کراچی سالانہ چندہ ایک روپیہ بھیجکر خریدار بنئے۔

دردمند دواخانہ۔ فریر روڈ۔ کراچی　فون نمبر ۳۵۴۲۱

Continued from Title page 2.

(iii) *Conquered Land.* The Prophet distributed conquered lands among soldiers. Hazrat Omar disagreed with it and after prolonged consideration decided that since the coming generations also had the right to benefit by the conquered lands, they should not be distributed among soldiers but should remain in the charge of the State.

(iv) *Maintenance Allowance.* The Prophet gave the allowance at a uniform rate. Hazrat Abu Bakr continued the practice. But Hazrat Omar decided that the amount of the allowance shall vary with the services rendered by the recipient.

(v) *Taaleefi Qoloob.* The Prophet gave financial assistance out of state funds. Hazrat Omar stopped it and went so far as to withdraw the lands which had been given out earlier to certian tribal chiefs.

(vi) *Wine.* The Prophet did not specify the punishment for a drunkard. Hazrat Abu Bakr fixed it at 40 lashes and Hazrat Omar increased it to 80 lashes.

(vii) *Tax on agricultural produce.* The Prophet did not prescribe separate rates for individual articles. Hazrat Omar did it.

(viii) *Zakat.* The Prophet did not recover Zakat on horses for sale and sea produce. Hazrat Omar did it.

(ix) *Call to prayer.* In Prophet's time there was only one call for Friday prayer, Hazrat Osman made it two.

(x) *People of the Book.* Quran permits Muslims to marry the female folk of the people of the Book. The permission was utilized up to the time of Hazrat Osman, but sensing disruption Hazrat Ali suspended it.

III

The following are some instances in which the first four Caliphs have differed from one another :-

(i) *Divorce.* Hazrat Omer decided that if a man on sick bed divorces his wife she will have a share in inheritance provided the man dies within the period of Iddat. Hazrat Osman did away with the proviso and allowed the widow a share automatically.

(ii) *Iddat.* Hazrat Omar held that the Iddat of a pregnant woman ended with delivery, but Hazrat Ali decided that her Iddat will be until delivery or 4 months and 10 days whichever is longer.

(iii) *Inheritance.* Hazrat Abu Bakr did not allow a share to the brothers of the deceased if his grand father was alive. Hazrat Omar gave a share to the brothers.

IV

Instances of this kind can be multiplied easily and it stands to reason that had the Khilafat continued to function the process of amending and revising the provisions of Shariat would have gone on *ad infinitum.* But Khilafat soon changed into kingship wherein the king's word became supreme and the system of legislation underwent a marked change. In political matters the King's will became the law and the personal matters became the concern of individual jurists. They brought about FIQH by working on the same old lines of legislation, namely rationally determining details suited to existing conditions in the light of the fundamentals of the Quran and the traditions of the Prophet and his contemporaries. The canclusions of FIQH differ from the earlier decisions in several respects. In explaining the difference Imam Abu Hanifa has given one reason to be that the Prophet arrived at his decisions after consultation with his companions. Many a time he accepted the views of the others in preference to his own. Had Abu Hanifa been present at the time it is quite possible that the Prophet might have accepted his (Abu Hanifa's) view in preference to all the other views expressed before him.

V

The considerations set out above lead to the following conclusions :-

(a) Allah has left out from the Quran matters of detail without overlooking anything.

(b) The Prophet determind details but did not codify them for the Millat. No one dare say that non-codification was accidental. It was deliberate since the Prophet knew that the details he determined were not to prevail unchanged for all time to come.

(c) The immediate successors of the Prophet - the Khulafai Rashidin - affected changes in his decisions as well as in the decisions of one another.

(d) The sponsors of FIQH carried out amendments in the decisions of the Prophet and his companions as is evident from those provisions of FIQH which go contrary to TRADITIONS.

(e) It follows therefore that the *Islamic Government of every age has the right to frame its own laws to meet the current requirements by keeping well within the four corners of the Fundamentals given by the Quran.* In framing the laws due attention will be paid to what has preceded but the precedants will not be followed *ipso facto.* They will serve as a guide and will continue undisturbed until a change becomes necessary,

★ ★ ★

انسان نے کیا سوچا

What Man Has Thought

There are numerous questions which have puzzled human mind ever since the dawn of consciousness—What are Matter, Life, and Consciousness? How did Universe come into being and how did Life and Consciousness emerge out of inorganic Matter? Is there any Reality behind Universe? Has Creation any purpose? What is the Destiny of Man? Are Good and Evil absolute? Are there any Permanent Values? What are Religion, Reality and God? Is there any suprasensous source of knowledge?

What is the place of Politics in human affairs and the type of Governmental machinery most suited to them?

In more recent times fresh problems cropped up—the State and its various forms, the part Economics plays in shaping Man's Destiny, the standard for the Distribution of Wealth, the control of the Means of Production, the institution of Private Property *vis a vis* human economy, the problem of Needs *vs.* Talents in relation to Communism, and so on.

Finally, what is western civilisation, what are its achievements and what its future is going to be?

From the Greek philosophers of over two thousand years ago down to the present day thinkers Man has striven hard to find an answer to all these problems. The story of this stupendous effort is fascinating and has been told lucidly in "What Man Has Thought" انسان نے کیا سوچا

The book is a scholarly exposition at a plane appropriate to its lofty theme and only a limited number of copies have been printed. It will be on sale shortly. Be quick to register your copy.

NAZIM IDARA-E-TOLU-E-ISLAM
P. B. No. 7313, KARACHI.

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi. Editor: KHURSHID ALAM

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار طلوع اسلام کراچی

جلد نمبر ۸ شمارہ ۵۲ — کراچی : ہفتہ - ۲۴ دسمبر ۱۹۵۵ء — قیمت چھ آنہ، سالانہ پندرہ رو

قرآن نے کیا کہا؟

کشمکش میں قوت کا مقابلہ قوت سے ہوتا ہے - جس کے پاس زیادہ قوت ہوگی وہ کامیاب ہو جائیگا - فتح اور شکست کا عام اصول بھی ہے - لیکن قرآن کہتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی ایک اور عنصر بھی ہے جو شکست اور فتح کے معاملہ میں بڑا گہرا اثر رکھتا ہے - وہ عنصر یہ ہے کہ تم کس قسم کے اصول اور نظام کی خاطر لڑ رہے ہو؟ اگر تم اس صحیح نظام کی خاطر مصروف جد و جہد ہو جو تمام نوع انسانی کی بھلائی کی خاطر قائم کیا جا رہا ہے تو اس اصول کی قوت بھی تمہارے ساتھ ہوگی اور تمہاری اپنی قوت کی تھوڑی بہت کمی اس اصول کی قوت سے پوری ہو جائیگی اور مخالفین تم پر کبھی غالب نہیں آسکینگے - اگر یہ مخالفین سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے غلط اصول اور باطل نظام کے زور پر قانون خداوندی کو شکست دیدینگے تو یہ ان کی بھول ہے - ام حسب الذین یعملون السیات ان یسبقونا ساء مایحکمون (۲۹/۴) - جو لوگ معاشی ناہمواریوں کا نظام قائم کرتے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے قانون سے آگے نکل جائینگے؟ کسقدر ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہے یہ فیصلہ جو یہ لوگ کئے بیٹھے ہیں - ایسا کبھی نہیں ہوگا - جب دو اصولوں کی جنگ ہوگی تو جو اصول برسر حق ہوگا وہ یقیناً کامیاب ہوگا - وله الکبریاء فی السموات والارض (۴۵/۳۷) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں غلبہ و تسلط بلندی اور کبریائی صرف خدا کے قانون کو حاصل ہے -

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ....

1. تنہا عقلِ انسانی زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہ نمائی کیلئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔
2. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اس لئے نوعِ انسانی قرآن کے بغیر اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔
3. حق اور باطل کا معیار قرآن ہے۔ جو روایت قرآن کے مطابق ہو صحیح ہے جو اس کے خلاف ہو غلط ہے۔
4. حضور نبی اکرمؐ انسانی سیرت و کردار کے بلندترین مقام پر فائز تھے لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں ایسی چیزیں شامل کر دی ہیں جن سے حضورؐ کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ حضورؐ کی سیرت کا ایک مستند ماخذ خود قرآن کریم ہے۔
5. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی عملی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔
6. اسلامی نظامِ زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں (انہیں قانون شریعت کہا جاتا ہے)۔ یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔
7. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فرد و معاشرہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہتا۔ اسے ربوبیتِ عامہ یعنی تمام نوعِ انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
8. ربوبیتِ عامہ کے مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے (قرآن کی رو سے) ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں اور رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہوتی رہے۔ اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ اسے قرآنی "نظامِ ربوبیت" کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ....

اسلامی پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں قرآنی نظامِ ربوبیت نافذ ہو جائے جس سے صفاتِ خداوندی کی روشنی میں ہر انسان کی مضمر صلاحیتیں کامل نشوونما پاسکیں اور "سطحِ زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے"۔

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ مرکز ★ مظلوم ہندی مسلمان ★ صدر مملکت پاکستان ★ نہ بن تنہا دریں میخانہ مستم ★ طلوع اسلام کا مستقبل ★ مشورہ طلب
★ پختونستان ★ کشمیر، روس، امریکہ ★ دور جدید کے صالحین ★ روسی ہندی بھائی بھائی ★ درس بخاری
★ حقائق و عبر ★ باب المراسلات ★ مجلس اقبال ★ بین الاقوامی جائزہ ★ عالم اسلامی

ISLAMIC CONSTITUTION

(LETTER No. 3.)

Dear Brother,

I have had the pleasure and privilege of writing to you twice during recent months about the shape of constitution of the Islamic State of Pakistan. The first letter gave the Basic Provisions of an Islamic Constitution; the second letter brought out essential points bearing on the framing of the constitution. The Constitution of Pakistan is, in my view, to be a happy blending of Permanence and Change. The Holy Quran has given permanent and immutable principles for all time to come and all places; the Traditions of the Holy Prophet and his companions and the Fiqh of the later jurists contain instructions subsidiary to the Quranic principles, which are liable to change with changed conditions and localities.

The late Dr. Sir Mohammad Iqbal conceived and originated the idea of Pakistan, and was best fitted to guide your efforts in giving a constitution for the State. But he is gone. Fortunately his writings contain hints which are most illuminating. Here is an extract from his "Reconstruction of Religious Thought in Islam", page 163-4 (Oxford Edition) :—

> " For our present purposes, however, we must distinguish traditions of a purely legal import from those which are of a non-legal character. With regard to the former, there arises a very important question as to how far they embody the pre-Islamic usages of Arabia which were in some cases left intact, and in others modified by the Prophet. It is difficult to make this discovery, for our early writers do not always refer to pre-Islamic usages. Nor is it possible to discover that the usages, left intact by express or tacit approval of the Prophet, were intended to be universal in their application. Shah Wali Ullah has a very illuminating discussion on the point. I reproduce here the substance of his view. The prophe tic method of teaching, according to Shah Wali Ullah, is that, generally speaking, the law revealed by a prophet takes especial notice of the habits, ways, and peculiarities of the people to whom he is specifically sent. The prophet who aims at all-embracing principles, however, can neither reveal different principles for different peoples, nor leaves them to work out their own rules of conduct. His method is to train one particular people, and to use them as a nucleus for the building up of a universal Shari'at. In doing so he accentuates the principles underlying the social life of all mankind, and applies them to concrete cases in the light of the specific habits of the people immediately before him. The Shari'at values (Ahkam) resulting from this application (e.g. rules relating to penalties for crimes) are in a sense specific to that people; and since their observance is not an end in itself they cannot be strictly enforced in the case of future generations. It was perhaps in view of this

Continued on Title page 3.

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفت روزہ

طلوعِ اسلام

جلد ۸ | ۲۴ر دسمبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۴۷

مرکز

(کمزور یا طاقتور)

دستورِ پاکستان کی تدوین کے سلسلہ میں سب سے اہم نقطہ مرکز سے متعلق ہے۔ یعنی یہ سوال کہ مرکز مضبوط ہو یا کمزور۔ یہ چیز تو اصولاً طے ہو چکی ہے کہ پاکستان کے مشرقی اور مغربی دونوں خطوں کو مرکز کے اندر رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ حقِ خود اختیاری دیا جائے۔ مرکز ان دونوں خطوں کے درمیان ربط اتحاد اور تعاون کا ذریعہ ہوگا۔ اس لئے اس مسئلہ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ مرکز کس قسم کا ہونا چاہیئے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ طلوعِ اسلام نے دستور کے متعلق جو تجاویز سب سے پہلے پیش کی تھیں ان میں زیادہ زور اسی پر دیا گیا تھا کہ پاکستان کی حکومت وحدانی (UNITARY) انداز کی ہونی چاہیئے۔ یہ بات تشکیل پاکستان کے ابتدائی دور کی تھی جب یہ سمجھا جاتا تھا کہ پاکستان کے مختلف حصوں میں رہنے والے تمام مسلمان اشتراکِ دین کے احساس کی بنا پر ایک قوم بن چکے ہیں اور مشرق و مغرب کی تمیز یا مختلف صوبوں کے غیر فطری خطوط و حدود ذہنوں سے محو ہو چکے ہیں۔ اسی خیال کے ماتحت ہم نے کل پاکستان کیلئے وحدانی انداز حکومت تجویز کی تھی۔ اگرچہ یہ حدیث بڑی دل خراش ہے لیکن جب یہ حقیقت بن کر سامنے آ چکی ہے تو اس کے تسلیم اور بیان کرنے میں اب کوئی جھجک اور تامّل نہیں ہونا چاہیئے کہ ان سات آٹھ سال کے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خیال غلط تھا۔ اہلِ پاکستان کا یہ دعوےٰ کہ وہ بربنائے مذہب ایک قوم کے افراد ہیں اور ان میں نسلی، لسانی، جغرافیائی، صوبائی امتیازات ختم ہو چکے ہیں، محض زبانوں تک محدود تھا۔ دل کی گہرائیوں میں وہ اس کے خلاف محسوس کرتے اور سوچتے تھے۔ اگر ہم اپنے قلب اور زبان میں یہ اختلاف پیدا نہ کرتے اور جو کچھ ہمارے دلوں کے اندر تھا اسے پہلے ہی زبان پر لے آتے تو ہمیں ان مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا جو اس سات آٹھ سال کے عرصہ میں اس نوزائیدہ مملکت کے لئے وجہ ہزار دردِ سر بنی ہی ہیں لیکن حقیقت اس طرح سے چھپائے کہیں چھپ سکتی ہے؟ واقعات آہستہ آہستہ ہمارے عزائم کو بے نقاب کرتے چلے گئے تا آنکہ یہ راز کھل کر سامنے آ گیا کہ بربنائے مذہب ایک قوم بن جانے کا ہمارا دعویٰ محض الفاظ تک محدود تھا۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم بھی اپنی پہلی تجویز کو بدل دینے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہم نے یہ تجویز پیش کی کہ بحالات موجودہ ہمارے سامنے کشود کار کی یہی صورت ہے کہ مشرق اور مغرب دونوں خطوں کو داخلی آزادی دیدی جائے۔

ظاہر ہے کہ اگر مشرق اور مغرب میں وہ بُعد نہ ہوتا جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے تو نہ ان دونوں بازوؤں میں داخلی خود اختیاری کا سوال پیدا ہوتا اور نہ ہی اس کے بعد یہ مسئلہ سامنے آتا کہ مرکز کو مضبوط ہونا چاہیئے، یا کمزور۔ لیکن جب ہم، ان ناخوش آیند حالات کی بنا پر جو ہم سب کے سامنے ہیں، دونوں خطوں میں داخلی خود اختیاری تک آ چکے ہیں تو اس کے بعد مرکز کے مسئلہ پر بھی غور کرنا ہی ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس اہم مسئلہ کا فیصلہ خالص حقائق کی بنا پر کریں اور اپنے جذبات کو اس میں دخیل انداز نہ ہونے دیں۔

مضبوط مرکز کے معنی یہ ہیں کہ زیادہ سے زیادہ امورِ مملکت مرکز کی تحویل میں رہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مشرق اور مغرب کے بہت سے مفاد مشترک ہوں گے۔ لیکن یہ حقیقت یادنیٰ تعمق نکھر کر سامنے آ جائے گی کہ یہ اشتراکِ مفاد ہی تھا جس نے ہی آٹھ سال کے عرصہ میں مشرق اور مغرب کی خلیج کو اس قدر وسیع اور گہرا کر دیا۔ ہمارے نزدیک اس خلیج کا اولین ذمہ دار وہ تخیل تھا جس کے ذہن میں یہ تجویز آئی تھی کہ ملازمتوں اور دیگر شعبوں میں ملک کے مختلف خطوں اور صوبوں کی متناسب نمائندگی ہونی چاہیئے۔ اس صوبائی تناسب کے اصول نے مختلف خطوں کے باشندوں کے دل میں باہمی رقابت کا جذبہ ابھارا جو آہستہ آہستہ نفرت اور بعد میں، ہماری انتہائی بدقسمتی سے، بیگانگی تک میں تبدیل ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ مشرق اور مغرب کے جس قدر مفاد مشترک ہوں گے اسی قدر ان کی باہمی رقابت زیادہ ہوگی۔ ان حالات کے پیشِ نظر یہ کہا جائے گا کہ مرکز کو بہت کمزور رکھنا چاہیئے۔

ہمیں ان اسباب سے بھی اتفاق ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور اس نتیجہ سے بھی جو ان اسباب سے لازمی طور پر مستنبط ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کا بھی احساس ہے کہ کمزور مرکز، مملکت کی سالمیت کے لئے بڑا مخدوش ثابت ہوگا۔ مرکز وہ سِنْدمن ہے جس سے جھاڑو کے مختلف تنکے ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں۔ جس قدر یہ بندھن مضبوط ہوگا ان تنکوں کی وابستگی بھی مستحکم ہوگی۔ اگر بغور دیکھا جائے تو پاکستان سے مفہوم ان دونوں خطوں کا الگ الگ وجود نہیں بلکہ وہ مرکز ہے جو ان خطوں کی جامعیت کا باعث بنتا ہے۔ خود بیرونی ممالک میں بھی پاکستان کا وقار اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ مرکز، زیادہ سے زیادہ معاملات میں دیگر اقوام سے معاملہ کرنے میں آزاد اور مستحکم واقع ہو۔ اگر ایسا ہو کہ مرکز کسی بات میں کسی بیرونی سلطنت سے کوئی معاملہ کرے اور اس کے دونوں بازوؤں میں سے کوئی ایک بازو، اپنی داخلی خود اختیاری کی بنا پر، اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دے یا اس کی عملی تنفیذ میں پس و پیش، یا کم دستی کرے، تو اس کی ساری بدنامی مرکز یعنی مملکت پاکستان کے سر آئے گی۔ ان حالات میں ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے استحکام اور پورے ملک کی مرفہ الحالی اور سرفرازی کے لئے ضروری ہے کہ مرکز، زیادہ سے زیادہ مضبوط رکھا جائے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور اہم حقیقت بھی ہے جسے ہم اسی وقت سامنے لانا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ مرکز نے اس آٹھ سال میں کوئی ایسا مخصوص قدم نہیں اٹھایا جس سے مشرق اور مغرب کا بُعد کم ہوتا اور مسلمانانِ پاکستان دین کے اشتراک کی بنا پر ایک قوم بننے کی طرف زیادہ سے زیادہ مائل ہوتے۔ اس کے برعکس مرکز نے بدقسمتی سے جیسا کہ شروع میں لکھا گیا ہے، صوبائی تناسب کے فیصلے سے اس بُعد کو وسیع سے وسیع تر کر دیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مشرق اور مغرب میں اس انداز کی تعلیم رائج کریں جس سے ہمارے بچوں کے دل میں یہ حقیقت اچھی طرح سے جاگزیں ہو جائے کہ ملکوں اور خطوں کی نسبت سے الگ الگ گروہوں کا تصور قرآن کی رُو سے شرک ہے اور مختلف خطوں میں بسنے والے مسلمان دین کی وحدت کی بنا پر ایک قوم کے افراد ہیں۔ اگر ہم نے اپنی تعلیم میں یہ بنیادی تبدیلی پیدا کر دی اور مشرق و مغرب کے اختلاط کے لئے دیگر مناسب ذرائع بھی اختیار کرلئے

تو موجودہ خلیج کو پاٹ کر ان دونوں خطوں کے مسلمانوں کو ملت واحدہ کے قالب میں ڈھال لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا۔

مختصر الفاظ میں ہمارے نزدیک مضبوط مرکز اور مشرق اور مغرب میں احساس وحدت کو زیادہ سے زیادہ بیدار کرنے کے لئے عملی ذرائع ہی میں پاکستان کا استحکام اور اہل پاکستان کے مستقبل کی تابناکی کا راز پوشیدہ ہے۔

مظلوم ہندی مسلمان

ہندوستان کی سکولر مملکت میں مسلم کشی کی جو آتش خاموش اندر ہی اندر سلگ رہی تھی بالآخر اس کے شعلے ابھر کر سامنے آنے شروع ہوگئے ہیں۔ اب اخبارات میں خبریں آ رہی ہیں کہ وہاں کے ہندوؤں نے مسلمانوں کو علانیہ شدھی کرنا شروع کر دیا ہے۔ شدھی کی یہ ملعون تقریبات بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہیں۔ جلسے ہوتے ہیں تقریریں کی جاتی ہیں۔ جلوس نکالے جاتے ہیں۔ اور ایسا کرنے والوں کو ملک کے تمام گوشوں سے تبریک اور تہنیت کے پیغام موصول ہوتے ہیں۔ اسی تحریک کا دوسرا حصہ یا جزو لازم یہ ہے کہ مختلف دیہات میں ہندو مسلم فسادات کے نقاب میں، ہندو اکثریت مسلم اقلیت پر حملے کرتی ہے اور ان کے جان و مال کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ اس قتل و غارت گری سے بچنے کا علاج ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ انہیں چاہیئے کہ وہ پھر سے اپنے آباء اجداد کا مذہب (ہندومت) قبول کر کے ملک کی حکمران قوم کا جزو بن جائیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ "مہاتما" گاندھی نے تقسیم ہند کے وقت ہندوؤں سے بڑی لجاجت سے کہا تھا کہ وہ شہروں میں بسنے والے مسلمانوں کا خیال تو چھوڑ دیں کہ وہ اپنے متعلق جو فیصلہ چاہیں کریں لیکن دیہات میں بسنے والے مسلمانوں سے اس قسم کا سلوک ہرگز ہرگز نہ کریں کہ وہ ان کے ہاتھوں تنگ آکر ترک وطن پر آمادہ اور پاکستان کی طرف جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ انہوں نے ہندوؤں سے پرزور الفاظ میں کہا تھا کہ انہیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ مسلمان دیہات ہی میں رہیں۔ "مہاتمائیت" کے اس بظاہر ہمدردانہ نقاب کے پیچھے جو مصلحت کوشیاں کام کر رہی تھیں ارباب نظر نے انہیں اسی زمانہ میں بھانپ لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ شہروں میں بسنے والے مسلمان پھر بھی کسی نہ کسی حد تک سیاسی اور ملی شعور رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ہندو جاتی میں مدغم کر لینا آسان نہیں۔ نیز شہروں میں جو کچھ کیا جائے اس کا چرچا بہت جلد عام ہو جاتا ہے اور زیادتی کرنے والی قومیں بین الاقوامی حلقوں میں بدنام ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس دیہات میں بسنے والے مسلمان جاہل بھی ہیں اور بے حد غریب بھی۔ وسائل رسل و رسائل کی کمی کی وجہ سے ایک جگہ کے رہنے والوں کا دوسری جگہ کے مسلمانوں سے باہمی ربط بھی نہیں۔ پھر وہ اس گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں کہ وہاں جو کچھ کیا جائے اس کی خبر باہر بمشکل آتی ہے۔ لہذا دیہات میں بسنے والے مسلمانوں کو پھر سے ہندو بنا دینا چنداں دشوار نہیں ہوگا۔ یہ تھا وہ "مقصد" مقصد جس کے لئے مہاتمائیت کا جذبۂ ہمدردی انسانیت اس طرح ابھرا تھا اور انہوں نے ہندوؤں کو تلقین کی تھی کہ دیہات میں بسنے والے مسلمانوں سے اس قسم کا سلوک ہرگز نہ کیا جائے کہ وہ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلے جائیں۔ اگر وہ پاکستان چلے گئے تو پھر ہم ہندو کسے بنائیں گے؟ اس پالیسی کے مطابق وہاں کے ہندوؤں نے کچھ وقت کے لئے ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ دیہات میں بسنے والے مسلمانوں نے اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس قسم کے حربے شروع کر دیئے گئے جن سے دیہات کے مسلمان ہندومت اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ وہ منظم سازش تھی جو اب عالمگیر شدھی کی تحریک کے لباس میں ہندوستان میں منظر عام پر آ رہی ہے۔

ہندوستان کا مسلمان بے کس اور بے بس۔ مجبور و مقہور۔ اور غریب و لاچار ہے۔ سوال یہ ہے کہ انہیں ہندوؤں کے دست تطاول سے بچانے کے لئے کیا کیا جائے؟ تحریک پاکستان کے دوران میں جب یہ سوال اٹھتا تھا کہ اگر اکثریت کے علاقوں کے مسلمانوں نے اپنی آزاد مملکت قائم کر لی تو اقلیت کے صوبوں میں بسنے والے مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا تو اس کا جواب یہ دیا جاتا تھا کہ پاکستان کی قوت، ہندوستان کے صوبوں میں بسنے والے مسلمانوں کے تحفظ کی ضامن ہوگی۔ یہ جواب کسی سیاسی حربے کے طور پر نہیں دیا جاتا تھا بلکہ بالکل خلوص پر مبنی تھا۔ لیکن افسوس کہ تشکیل پاکستان کے بعد، جہاں ہماری کئی اور مبارک اور حسین آرزوئیں اب تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکیں وہاں ہم اپنے اس جواب کو بھی، جو اس مسئلہ کے متعلق اس زمانے میں دیا جاتا تھا ایک عملی حقیقت نہیں بنا سکے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اپنی آنکھوں سے قتل و غارت گری یا اس کے بدلے میں مجبورانہ تبدیلی مذہب کا تماشا خاموش بیٹھ کر دیکھتے رہیں۔ اور اس عذر کی بناء پر کچھ نہ کریں کہ ہمارے پاس اتنی قوت نہیں جس سے ہندوؤں کی ان جیرہ دستیوں کا جواب دیا جا سکے۔ یہ مسئلہ محض ہندوستان اور پاکستان کا نہیں بلکہ بین الاقوامی ذمہ داریوں اور ضمانتوں کا مسئلہ ہے۔ مجلس اقوام متحدہ نے جہاں انسانی حقوق کا بار بار اعلان کیا ہے (اور جنہیں ابھی پچھلے ہفتہ پھر ساری دنیا میں دہرایا گیا ہے) ان میں مذہب کی آزادی ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان کو چاہیئے کہ ہندی مسلمانوں کے اس جبری تبدیلیٔ مذہب کے مسئلہ کو اقوام متحدہ کے سامنے پیش کرے اور اس مسئلہ کا حل یہ بتائے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ ترک وطن کر کے مستقل طور پر پاکستان میں آ بسیں۔ ان کا یہ انتقال وطن متحدہ اقوام کی زیر نگرانی اور زیر حفاظت ہونا چاہیئے۔ اور جس قدر نفوس وہاں سے پاکستان کی طرف آئیں ان کے رہنے کے لئے حصہ رسدی علاقہ ہندوستان کی مملکت سے نکال کر پاکستان میں شامل کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ علاقہ پاکستان کی موجودہ حدود سے ملحق ہوگا۔ بالفاظ دیگر، پاکستان کی موجودہ حدود کو ہندوستان کی طرف اس طرح پھیلا دیا جائے کہ ہندوستان کے جو مسلمان مستقل طور پر ادھر آنا چاہیں وہ اس علاقہ میں آباد ہو سکیں۔ یہ وہ تجویز ہے جسے طلوع اسلام نے اس سے بہت پہلے پیش کیا تھا اور اسے کئی بار دہرایا بھی تھا۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ارباب بست و کشاد نے اس اہم مسئلہ پر کوئی توجہ نہ دی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں کھلم کھلا مسلمانوں کو ہندو بنایا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا ہم پر دوہرا حق ہے۔ ایک تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے اور دوسرے اس حیثیت سے کہ حصول پاکستان میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ لہذا ہم پر بھی ان کی طرف سے دوہرا فریضہ عائد ہوتا ہے۔ اگر ہم نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں کچھ بھی تساہل برتا تو ہم دنیا میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ اور خدا کے حضور خاسر و شرمسار۔

ہم اپنے ارباب حکومت سے پرزور الفاظ میں درخواست کریں گے کہ وہ غیرت اسلامی اور ناموس انسانیت کی خاطر اس اہم ترین سوال کی طرف فوری توجہ منعطف کریں۔ ملک کے ارباب فکر و نظر سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس مسئلہ کو اپنی فوری توجہ کا مرکز بنائیں اور اس کے اس حل کے لئے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے، ملک میں عام بیداری پیدا کریں۔ ہندوستان کا مسلمان ملت اسلامیہ کی بڑی قیمتی متاع ہے اور اس کا تحفظ ہمارا انسانی اور دینی فریضہ۔ وہاں کا مظلوم مسلمان، خاموش نگاہوں سے پاکستان کی طرف تک رہا ہے، اور بار بار بے صوت صداؤں سے پوچھتا ہے کہ تمہاری مدد کب تک پہنچے گی؟

دیکھیں یہاں سے مظلوموں کی اس پکار کا جواب کب ملتا ہے۔؟

صدر مملکت پاکستان

متحدہ محاذ کے لیڈر، محترم فضل الحق صاحب نے اپنے ایک حالیہ بیان میں ارشاد فرمایا ہے کہ کراچی کے ایک اخبار نے میری طرف غلط بات منسوب کی ہے کہ میں نے کہا ہے کہ مملکت پاکستان کا صدر ایک ہندو بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی:

اتنا پڑھ کر یہی اطمینان ہوا کہ غنیمت ہے کہ محترم فضل الحق صاحب نے ایسی بات نہیں کہی لیکن ان کے بیان کا اگلا فقرہ یہ ہے کہ میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ دستور پاکستان میں متعین طور پر یہ نہیں لکھنا چاہیئے کہ صدر مملکت کسی خاص ملت کا فرد ہو سکے گا:

آپ سوچئے کہ کیا اس کا مطلب وہی نہیں جس کی تردید فضل الحق صاحب اپنے بیان کے پہلے فقرے میں فرما رہے ہیں؟ جب دستور پاکستان میں متعین طور پر یہ نہیں لکھا جائے گا کہ صدر مملکت مسلم ہی ہوگا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس دستور کی رو سے ہر مذہب و ملت کا فرد صدر مملکت ہو سکے گا!

فضل الحق صاحب کے اس ابتدائی خود تخالف کے بعد آگے بڑھئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے ایسا کہنے کی وجوہات یہ ہیں کہ پاکستان میں ہندو اقلیت میں ہیں۔ مشرقی پاکستان میں ان کی آبادی پندرہ فی صدی ہے اور کل پاکستان میں قریب سات فی صدی۔ اس لئے عملاً یہ ناممکن ہے کہ کوئی ہندو صدر مملکت پاکستان منتخب ہو سکے۔ لہذا جو بات عملاً ناممکن ہو اسے خواہ مخواہ دستور میں شامل کر کے ہم دیگر اہل مذاہب کو مشتعل

اور دنیا کے سامنے اپنے تعصب کا مظاہرہ کیوں کریں؟

پہلے تو یہی بات غلط ہے کہ جن لوگوں کی آبادی کسی ملک میں صرف سات فی صدی ہو یہ عملاً ناممکن ہے کہ ان کا کوئی فرد صدرِ مملکت منتخب ہو سکے۔ پاکستان میں قریب پچانوے فی صدی آبادی غریبوں کی ہے اور امیروں کا طبقہ پانچ فی صدی یا اس سے بھی کم پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود یہاں پورا برسرِ اقتدار طبقہ (جو انتخاب کے ذریعے اقتدار کی کرسیوں پر متمکن ہوتا ہے) اسی پانچ فی صدی گروہ کا نمایندہ ہوتا ہے۔ پچانوے فی صدی کا نہیں۔ جب یہاں صورتِ حالات یہ ہو تو یہ کہنا کہ اس ملک کی سات فی صدی آبادی کے لیے یہ عملاً ناممکن ہے کہ وہ اپنا نمایندہ انتخاب میں کامیاب کرا سکے، خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟

اور آگے بڑھئے۔ امریکہ اور برطانیہ میں یہودیوں کی آبادی کے فی صدی ہے؟ لیکن اس کے باوجود ان کا اثر اس قدر غالب ہے کہ دونوں مملکتوں کی مشینری انہی کے اشارہ پر چلتی ہے اور انتخابات میں وہی کامیاب ہوتا ہے جسے وہ کامیاب کرانا چاہیں۔ مشرقی بنگال کے ہندوؤں کی یہاں وہی پوزیشن ہے جو وہاں یہودیوں کی ہے۔ اندریں حالات غور کیجئے کہ انہیں صدرِ مملکت کے منصب کے لئے قانوناً اہل قرار دے دینا کیا معنی رکھتا ہے؟

لیکن اصل سوال یہ نہیں کہ یہاں عملاً ایسا ممکن ہے یا نہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ اسلام کی رو سے ایک اسلامی مملکت کا صدر غیر مسلم ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ہم اپنی قرآنی بصیرت کی بناء پر دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ جس مملکت کی بنیاد اسلام کی آئیڈیالوجی پر ہو اس کا صدر کوئی غیر مسلم ہو نہیں سکتا ایسا ہونا اسلام کی اصولی تعلیم کے یکسر خلاف ہے۔ اسلامی آئیڈیالوجی تو بہت بڑی چیز ہے۔ ہم پوچھتے یہ ہیں کہ کیا اشتراکی آئیڈیالوجی کی رو سے یہ ممکن ہے کہ روس کا صدر کوئی ایسا شخص ہو سکے جو اشتراکیت کو قابلِ قبول نہ سمجھتا ہو؟ اور نیچے اتریئے۔ انگلستان کی مملکت کسی آئیڈیالوجی پر استوار نہیں لیکن ان کے دستور میں یہ شق موجود ہے کہ وہاں کا بادشاہ عیسائی ہوگا اور عیسائیوں میں بھی پروٹسٹنٹ فرقہ کا متبع۔

مقامِ حیرت ہے کہ نہ تو اشتراکی اپنے اس اعلان سے شرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں کوئی غیر اشتراکی رئیسِ مملکت نہیں بن سکتا۔ اور نہ ہی انگلستان کے غیر پروٹسٹنٹ باشندے اس بات سے مشتعل ہوتے ہیں کہ وہاں کا بادشاہ بالضرور پروٹسٹنٹ ہوگا۔ لیکن ہمارے مسلم رہنما ہیں کہ انہیں اس قسم کے اعلان کے تصور سے ڈر لگتا ہے کہ اس سے ہندو مشتعل ہو جائیں گے اور دنیا میں انہیں تنگ نظر کہا جائے گا۔ ہم ان حضرات کی خدمت میں کھلے الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کی مستقل کشمکش کے بجائے آپ ایک مرتبہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے کہ آیا آپ کو وہ کچھ کرنا ہے جو اسلام کی رو سے حق ہے یا آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ ہندو کس بات سے خوش ہوتا ہے اور دنیا آپ کو کیا کہتی ہے؟ اس ایک فیصلہ کے بعد آپ حضرات اس کشمکش سے چھوٹ جائیں گے جو آپ کو "دیر و حرم" کے درمیان اس طرح معلق رکھ کر آپ کی زندگی کو اجیرن بنائے ہوئے ہے، اور قوم اس غلط فہمی سے بچ جائے گی جس میں وہ آپ حضرات کے متعلق اکثر مبتلا رہتی ہے۔

خدا آپ کو اس قسم کے جرأت مندانہ فیصلہ کی توفیق عطا فرمائے!

اسلامی دستور کی بنیاد

ہر دستور اور نظام کی ایک بنیاد ہوتی ہے۔ جب تک اس بنیاد کو نہ سمجھا جائے اس دستور کی تدوین یا اس نظام کی تشکیل میں ایک قدم بھی صحیح سمت کی طرف نہیں اٹھایا جا سکتا۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی دستور کی بنیاد کیا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ اسلام نے زندگی اور اس کی حقیقت کے متعلق کیا اصول بیان کیا ہے۔ یہی اصول اسلامی دستور کی بنیاد ہوگا۔

قدیم یونانی فلسفہ نے بتایا کہ کائنات ایک جامد اور مکمل شکل میں موجود ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ مذہبی حلقے اسی نظریہ کے حامی ہیں۔ مغرب کے نظریہ مادیت (MATERIALISM) نے کہا کہ زندگی اور شعور مادہ کی پیدا کردہ ہے اور چونکہ مادہ میں ہر آن تغیر و نما ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس کائنات میں کوئی ایسی شے نہیں جو تغیر پذیر نہ ہو۔ قرآن نے بتایا کہ زندگی ثبات (PERMANENCE) اور تغیر (CHANGE) کے امتزاج سے عبارت ہے۔ اس کا سرچشمہ ازلیں، ماورائے مادہ، لہٰذا تغیرات سے غیر متاثر ہے۔ لیکن اس کی نمود متنوع اور متبدل ہوتی ہے۔ اس لئے ثبات اور تغیر دونوں اس کے تقاضے ہیں۔ ثبات سے مراد وہ مستقل اقدار ہیں جو زمان اور مکان (TIME AND SPACE) کی حدود سے ماوراء ہیں اور تغیر سے مفہوم وہ محسوس پیکر ہیں جن میں مستقل اقدار کی نمود ہوتی ہے اور جو زمان و مکان کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

یہ ہے زندگی کا وہ اصول جسے قرآن نے پیش کیا۔

لہٰذا وہی دستور اسلامی کہلا سکے گا جو ثبات اور تغیر دونوں کے امتزاج سے ترکیب پائے۔ ثبات سے مراد ہیں وہ غیر متبدل اصول جو قرآن کے اندر محفوظ ہیں اور جو زمان و مکان کے تغیرات سے اثر پذیر نہیں ہوتے۔ اور تغیر سے مقصود ہیں وہ جزئی قوانین جو ان غیر متبدل اصولوں کے حدود کے اندر، ہر زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے مرتب کئے جائیں۔ قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے لیکن ان کی روشنی میں مرتب کردہ قوانین، زمانے کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہیں گے۔

یہ ہے اسلامی دستور کا بنیادی نقطہ۔ اگر یہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو اس دستور کی تدوین میں ایک قدم بھی صحیح سمت کی طرف نہیں اٹھایا جا سکتا

مغرب کی غلطی یہ تھی کہ اس نے مستقل اقدار (غیر متبدل اصولِ حیات) کو نظر انداز کر دیا اس کا نتیجہ وہ اضطراب و عدمِ سکون ہے جو ہر طرف پھیلا ہوا ہے

مسلمانوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے "تغیر" کے اصول کو نظر انداز کر دیا جس سے ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر جمود اور تعطل طاری ہو گیا

جب تک مغرب اپنے ہاں مستقل اقدار کو ہیئتِ اجتماعیہ کی بنیاد نہیں بنائے گا اور مسلمان زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں کی اہمیت کو نہ سمجھے گا، دنیا اس متوازن ارتقاء سے محروم رہے گی جو ثبات و تغیر کے حسین امتزاج کا فطری نتیجہ ہے۔ طلوعِ اسلام کی دعوت اس قسم کے دستور کی تدوین کے لئے ہے جو ثبات و تغیر کے اس حسین امتزاج کا مظہر ہو۔

مطالبہ

جن لوگوں کا یہ مطالبہ ہے کہ پاکستان کا دستور "کتاب و سنت" پر مبنی ہونا چاہیئے، ان سے پوچھیئے کہ سنت کسے کہتے ہیں اور وہ کس کتاب میں ملے گی۔ اگر وہ کہیں کہ سنت رسول اللہ کے ثابت شدہ طریقہ کو کہتے ہیں تو ان سے پوچھیئے کہ

(۱) یہ ثابت شدہ طریقہ کس کتاب میں درج ہے۔

(۲) اسے کس نے ثابت کیا تھا۔

(۳) اس کی سند کیا ہے کہ یہ رسول اللہ کا ثابت شدہ طریقہ ہے اور

(۴) کیا پاکستان کے تمام مسلمان اس طریقہ کو ثبت شدہ تسلیم کرتے ہیں یا ایسے گروہ بھی ہیں جو کسی اور طریقہ کو ثابت شدہ سمجھتے ہیں۔

"کتاب و سنت" کا مطالبہ کرنے والوں کو ان سوالات کا جواب دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ یاد رکھئے اگر دستور میں ان امور کی واضح الفاظ میں تصریح نہ ہوئی تو اس سے ملک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو جائے گا۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم

طلوعِ اسلام کا مسلک یہ ہے کہ دین کے غیر متبدل اور ابدی اصول قرآن کریم کے اندر ہیں اور ہر زمانے کا اسلامی نظام اپنے زمانے کے حالات کے مطابق، ان اصولوں کی جزئیات مرتب کر سکتا ہے۔ سب سے پہلے نبی اکرمؐ نے ان جزئیات کو مرتب فرمایا۔ اگر بعد کے زمانے کا اسلامی نظام یہ سمجھے کہ اس زمانے کے حالات کا تقاضا ہے کہ ان جزئیات میں کچھ تبدیلی کر لی جائے تو وہ ایسا کرنے کا مجاز ہے (جیسا کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ کے بعض فیصلوں میں تبدیلی کی تھی) ہمارے مخالفین کا کہنا یہ ہے کہ اس مسلک سے انکارِ حدیث لازم آتا ہے۔ اس لئے

وہ طلوع اسلام کو "منکرِ حدیث" کہتے ہیں۔ آئیے دیکھیں کہ یہ مسلک سب سے پہلے طلوع اسلام نے اختیار کیا ہے یا اس سے پہلے بھی کسی نے ایسا کیا ہے۔

علامہ اقبال اپنے خطبات (تشکیل جدید الٰہیات) میں لکھتے ہیں:-

"احادیث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی حیثیت قانونی ہے اور دوسری وہ جو قانونی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اول الذکر کے بارے میں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک ان رسوم و رواج پر مشتمل ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھے اور جن میں سے بعض کو رسول اللہ صلعم نے علیٰ حالہٖ رکھا اور بعض میں ترمیم فرما دی۔ آج یہ مشکل ہے کہ ان چیزوں کو پورے طور پر معلوم کیا جا سکے۔ کیونکہ ہمارے متقدمین نے اپنی تصانیف میں زمانۂ قبل از اسلام کے رسوم و رواج کا زیادہ ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ جن رسوم و رواج کو رسول اللہؐ نے علیٰ حالہٖ رکھا (خواہ ان کے لئے واضح طور پر حکم دیا ہو یا ویسے ہی ان کا استصواب فرما دیا ہو) انہیں ہمیشہ کے لئے نافذ العمل رکھنا مقصود تھا۔ اس موضوع پر شاہ ولی اللہؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے جس کا خلاصہ میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے کہا ہے کہ پیغمبرانہ طریق تعلیم یہ ہوتا ہے کہ رسول کے احکام ان لوگوں کے عادات و اطوار اور رسوم و رواج کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے ہیں جو اس کے اولین مخاطب ہوتے ہیں۔ پیغمبر کی تعلیم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ عالمگیر اصول عطا کر دے لیکن نہ تو مختلف قوموں کے لئے مختلف اصول دیئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں بغیر کسی اصول کے چھوڑا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مسلک زندگی کے لئے جس قسم کے اصول چاہیں وضع کر لیں۔ لہٰذا پیغمبر کا طریق یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص قوم کو تیار کرتا ہے اور انہیں ایک عالمگیر شریعت کے لئے بطور خمیر استعمال کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ ان اصولوں پر زور دیتا ہے جو تمام نوعِ انسانی کی معاشرتی زندگی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں لیکن ان اصولوں کا نفاذ اس قوم کے عادات و خصائل کی روشنی میں کرتا ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اس طریقِ کار کی رو سے رسول کے احکام اس قوم کے لئے خاص ہوتے ہیں اور چونکہ ان احکام کی ادائیگی بجائے خویش مقصود بالذات نہیں ہوتی۔ انہیں آنے والی نسلوں پر من و عن نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے (جو اسلام کی عالمگیریت کی خاص بصیرت رکھتے تھے) اپنے فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے تدوینِ فقہ میں استحسان کا اصول وضع کیا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ قانون وضع کرتے وقت اپنے زمانہ کے تقاضوں کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ اس سے احادیث کے متعلق اُن کے نقطۂ نظر کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے تدوینِ فقہ میں احادیث سے اس لئے کام نہیں لیا کہ ان کے زمانہ میں احادیث کے کوئی باضابطہ مجموعے مرتب نہیں ہوتے تھے۔ اول تو یہ کہنا درست نہیں کہ ان کے زمانے میں احادیث کے مجموعے موجود نہیں تھے۔ امام مالک اور زہری کے مجموعے ان کی وفات سے قریب تیس سال پہلے مرتب ہو چکے تھے۔ لیکن اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ مجموعے امام صاحب تک پہنچ نہیں پائے تھے یا ان میں قانونی حیثیت کی احادیث موجود نہیں تھیں، تو اگر امام صاحب اس کی ضرورت سمجھتے تو وہ احادیث کا اپنا مجموعہ مرتب فرما سکتے تھے، جیسا کہ امام مالک اور ان کے بعد امام احمد بن حنبل نے کیا تھا۔ ان حالات کی روشنی میں میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ان احادیث کے متعلق جن کی حیثیت قانونی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہ طرزِ عمل بالکل معقول اور مناسب تھا اور اگر آج کوئی وسیع النظر مقنن یہ کہتا ہے کہ احادیث ہمارے لئے من و عن شریعت کے احکام نہیں بن سکتیں تو اس کا یہ طرزِ عمل امام ابو حنیفہؒ کے طرزِ عمل کے ہم آہنگ ہوگا جن کا شمار فقہ اسلامی کے بلند ترین مقننین میں ہوتا ہے۔"

خطبات اقبال صفحہ ۱۷۲—۱۷۳۔

آپ نے غور فرمایا کہ جو مسلک طلوع اسلام نے پیش کیا ہے امام ابو حنیفہؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ اقبالؒ کا بھی وہی مسلک تھا۔ اس سے آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اگر اس مسلک کا نام انکار حدیث ہے تو اس سے کتنی کتنی بڑی ہستیاں منکرین حدیث قرار پاتی ہیں۔

اور طرفہ تماشا یہ کہ خود جماعت اسلامی کے امیر (سید ابو الاعلیٰ مودودی) بھی، جو طلوع اسلام کی مخالفت میں اس قدر پیش پیش ہیں۔ یہی مسلک رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب سے بڑے متبعِ سنت ہیں اور طلوع اسلام منکرِ حدیث ہے۔!

طلوع اسلام کا مستقبل

اس خبر کی اشاعت نے کہ طلوع اسلام ۳۱ر دسمبر تک ہفتہ وار شائع ہوگا اور اس کے بعد پھر سے ماہنامہ میں تبدیل کر دیا جائے گا، قارئین طلوع اسلام کے حلقہ میں جو اضطرابی کیفیت پیدا کر دی ہے اس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے جو ہمیں ان کی طرف سے ہر روز موصول ہو رہے ہیں۔ احباب کا یہ ردِ عمل بالکل قابلِ فہم ہے۔ قارئین کا طلوع اسلام سے محض ایک رسالہ اور اس کے خریدار کا تعلق نہیں۔ ان کا تعلق اس سے کہیں گہرا ہے۔ انہیں اس کا شدت سے احساس ہے کہ طلوع اسلام اس تحریک کا ترجمان ہے جس کے ساتھ وہ دل کی گہرائیوں سے وابستہ ہیں۔ اس اعتبار سے طلوع اسلام گویا خود انہی کے افکار و خیالات کا ترجمان ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی تبدیلی جو ان کے خیال میں، اس تحریک کی رفتار ترقی کے راستے میں حائل ہو ان کے نزدیک لازمی طور پر ناقابل برداشت ہوگی۔ ان خطوط میں شدتِ جذبات کے اظہار کے ساتھ ساتھ بہت سی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں جن سے مقصود یہ ہے کہ طلوع اسلام کے خسارے کو احباب طلوع اسلام کس طرح پورا کریں۔

ہمیں ان احباب کے جذبات کا احترام اور ان کے مشوروں کی قدر ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ان سے اصل مقصود کسی اطمینان بخش طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہم نے اس تبدیلی کا فیصلہ عجلت میں نہیں کیا۔ ہم مسلسل اس خسارے کو برداشت کرتے رہے اور اس کے ساتھ پیہم اس کوشش میں رہے کہ اس گرداب سے نکلنے کی کوئی اطمینان بخش صورت پیدا ہو جائے لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا۔ اس لئے یہ فیصلہ اس وقت کیا گیا ہے جبکہ ہمارے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اس کشمکش میں حتمی طور پر سپر انداز ہو چکے ہیں۔ صورتِ حالات کو بہتر بنانے کی ہماری کوششیں مسلسل جاری رہیں گی اور جس وقت بھی کوئی ایسی شکل پیدا ہو گئی جس سے ہم نے سمجھ لیا کہ اب ہم مستقل طور پر اس مشکل پر قابو پانے کے قابل ہو گئے ہیں، ہم اس فیصلہ پر نظرِ ثانی کریں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اُس وقت اُردو طلوع اسلام کو پھر ہفتہ وار کر دیں اور یہ بھی کہ اُردو میں اسے ماہنامہ ہی رہنے دیا جائے اور اس کا ہفتہ وار ایڈیشن انگریزی میں شائع کیا جائے۔ یا ان کے علاوہ کوئی اور شکل اختیار کی جائے۔

بعض دوستوں نے یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ طلوع اسلام کی یہ پسپائی (یعنی ہفتہ وار سے پھر ماہنامہ کی طرف رجعت) ہماری تحریک کی شکست کے مرادف ہے اور چونکہ ہم حق پر ہیں اس لئے ہمارا آگے بڑھا ہوا قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ ان کا جذبہ صحیح ہے لیکن یہ نتیجہ درست نہیں۔ اگر میدان جہاد میں کسی مرد مجاہد کا ترکش تیروں سے خالی ہو جائے اور وہ اس وجہ سے پیچھے ہٹ کر کسی مقام میں پناہ لے لے تو اسے نہ اس کی پسپائی کہا جائے گا نہ حق کی شکست۔

اس وقت جبکہ آئین سازی کا کام مملکت کے پیشِ نظر اور زیرِ غور ہے، ضرورت تھی کہ دستور سے متعلق قرآنی نقطۂ نگاہ متعلقہ حضرات کے سامنے آتا رہتا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس ضمن میں محترم پرویز صاحب، اراکین مجلس آئین ساز کو مسلسل خطوط لکھ رہے ہیں (یہ خطوط طلوع اسلام میں بھی شائع کئے گئے ہیں)۔

(باقی صفحہ ۱۵ پر دیکھیئے)

"روسی ہندی بھائی بھائی"

ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ ہندوستان کی فضا "چینی ہندی بھائی بھائی" کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ چین کے وزیر اعظم چو این لائی ہندوستان آئے تھے۔ ان نعروں کی گونج پوری طرح ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ سارا ملک "روسی ہندی بھائی بھائی" کے نعروں سے گونج اٹھا یہ نعرہ ایسا فلک شگاف تھا کہ دیکھنے اور سننے والوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اس کے لئے موقع روس کے وزیر اعظم مارشل بلگانن اور کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر کرشیف کے دورے نے مہیا کیا۔ حکومت ہند بالخصوص پنڈت نہرو نے ان مہمانوں کے استقبال کے لئے بڑی تیاریاں کرائیں۔ کئی دن تک اسکولوں کالجوں کے بچوں اور بچیوں کو خاص طور پر استقبال کے لئے تیار کیا جاتا رہا۔ اور کیسے استقبال ہوتے رہے۔ مہمانوں پر برسانے کے لئے پھول جمع ہوتے رہے اور استقبال کرنے والوں کو بتایا جاتا رہا کہ پھولوں سے کیسے تواضع کی جاتی ہے یا کی جانی چاہیئے۔ جس انداز سے یہ تیاریاں ہوئیں وہ کسی امریت میں ہی ممکن ہو سکتی تھیں لیکن پنڈت نہرو کو یہ فکر تھی کہ کہیں ان کے مہمانوں کی آؤ بھگت میں کمی نہ رہ جائے۔ اس تیاری کا نتیجہ توقعات سے بڑھ کر نکلا۔ چنانچہ جب روسی قائدین ہندوستان پہونچے اور انھوں نے دورہ شروع کیا تو اور تو اور خود پنڈت نہرو کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ ایسا پر ہجوم استقبال انھیں تو کیا کسی بڑے سے بڑے ہندوستانی لیڈر کو بھی میسر نہیں آسکا تھا۔ گو ہجوم زبان حال سے پنڈت جی کو کہہ رہا تھا کہ "تو ہی نے تو سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی" بایں ہمہ پنڈت جی کو یہ احساس ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ پس منظر میں جارہے ہیں۔

روسی قائدین موقعہ کی تلاش میں تھے۔ انھوں نے ہجوم میں گھلنے ملنے کی خوب کوشش کی۔ گاندھی ٹوپی پہنی۔ قہقہے لگایا نعرے لگائے۔ بچوں میں گئے۔ انھیں پیار کیا۔ آٹوگراف دیئے وغیرہ وغیرہ۔ انھیں دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ دنیا کی دو بڑی طاقتوں میں سے ایک کے سربراہ ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو ایشیائی کہا۔ اور ایشیا کی تین بڑی طاقتوں میں روس، چین اور بھارت کو شمار کیا۔ اب روس اور ہندوستان میں کیا مغائرت رہ گئی تھی۔ مہمانوں نے خانہ میزبان کو ہی طرح اپنا گھر سمجھا اور خوب بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔ ایسے پتہ چلتا تھا کہ وہی اس ملک کے قائد تھے۔ وہ جلسوں میں اس طرح تقریریں کرتے تھے جیسے کہ یہ جلسے ان کے اپنے ملک میں ہو رہے ہیں۔ اور وہ میزبان کی پوزیشن کا خیال کئے بغیر جو جی میں آئے کہہ سکتے ہیں۔ یہ کہنا کہ انھوں نے ہندوستان کو اپنا اسٹیج سمجھ لیا تھا۔ محض ایک مفروضہ نہیں بلکہ خود ہندوستان میں یہ محسوس کیا گیا۔ اور اس کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ ایک جلسہ میں جہاں پنڈت جی، مارشل بلگانن اور کرشیف دونوں ہی گھیرے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے اٹھ کر یہ کہنے کی ضرورت سمجھی کہ ہندوستان روسی بلاک میں شامل نہیں ہونا چاہتا ہے۔ ان کا یہ کہنا محض اپنی مزعومہ غیر جانبدارانہ روش کی توضیح نہیں بلکہ روسی قائدین جس بے تکلفی سے مغرب کے خلاف باتیں کر رہے تھے۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہو گیا تھا کہ ہندوستان کی غیر جانبداری کی حقیقت کچھ بھی ہو روسیوں نے اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ پنڈت نہرو اس کی وضاحت پر مجبور ہوئے تھے ہندوستان کے کئی سرکردہ اخباروں نے بھی روسی قائدین کی آزادی تقریر کے خلاف احتجاج کیا اور لکھا کہ روس کو اقوام مغرب کے خلاف بات کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن انھیں غیر جانبدار ہندوستان کے جلسہ گاہوں سے اس قسم کی تقریریں نہیں کرنی چاہئیں تھیں۔

روس نے اس بے تکلفی کا ہی ثبوت نہیں دیا بلکہ ہندوستان میں قدم جمانے کا پکا انتظام بھی کر لیا۔ ادھر کرشیف اور بلگانن ملک کا دورہ کر رہے تھے۔ اور ادھر روسی ماہرین دہلی میں روسی امداد کے سبز باغ دکھا رہے تھے۔ انھوں نے یہ پیشکش کی کہ وہ اپنے ماہرین ہندوستان بھیجیں گے۔ ہندوستانیوں کو روس میں تربیت دیں گے۔ روسی مشینیں ارزاں داموں پر فروخت کریں گے۔ اور طویل المیعاد قرضے دیں گے۔ انھوں نے یہ چال بھی چلی کہ ہندوستان جس مقصد کے لئے قرضہ یا مدد طلب کرے گا اسے منظور کر لیا جائے گا۔ اس کے برعکس امریکہ کا رویہ یہ ہے کہ وہ پہلے اپنا اطمینان کر لیتا ہے کہ جس منصوبے کے لئے قرضہ طلب کیا جارہا ہے یا مدد مانگی جارہی ہے وہ اس قابل بھی ہے کہ اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ گویا اس پیشکش سے روس نے یہ اثر پیدا کیا کہ وہ امریکہ کی طرح "مداخلت" نہیں کرے گا جہاں تک روس کا تعلق ہے۔ وہ ہندوستان کو امریکہ کے مقابلہ میں مدد نہیں دے سکتا۔ اب تک امریکہ ہندوستان کو ساڑھے تینتیس کروڑ ڈالر مفت دے چکا ہے اور ساڑھے ۳۵ کروڑ ڈالر قرضہ دے چکا ہے۔ یہ گراں قدر رقوم متعدد و متفرق منصوبوں پر خرچ ہوئیں لیکن وہ اس طرح بکھری پڑی ہیں کہ کسی ایک منصوبے کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ امریکی امداد سے تیار ہوا ہے۔ چنانچہ بادی النظر میں امریکی امداد کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس روسی یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جب جو تھوڑی بہت مدد وہ دیں۔ وہ پورے کے پورے منصوبوں پر خرچ ہو۔ مثلاً وہ ایک لوہے کا کارخانہ ہندوستان میں تیار کر رہے ہیں۔ جب یہ تیار ہو جائے گا تو یہ پروپیگنڈہ کیا جاسکے گا کہ روسی امداد کا یہ نمونہ ہے۔ اسی طرح مثلاً یہ کہا جاسکے گا کہ دیکھئے روس نے یہ بند تعمیر کرایا۔ یہ کارخانہ تیار کرا دیا وغیرہ وغیرہ۔ گویا نفسیاتی چال چل کے روس اپنی تھوڑی امداد کا زیادہ سے زیادہ پراپیگنڈائی فائدہ اٹھائے گا۔ اور اس طرح بیش بہا امریکی امداد کو سطحی نگاہوں میں حقیر بنا کے پیش کرے گا۔

ان خبروں کے ساتھ ساتھ یہ خبریں بھی آئی ہیں کہ کمیونسٹ پارٹی کے کل پرزے بھی درست کئے جارہے ہیں روس سے ایسے "ماہرین" بھی آئے ہیں کہ جو ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی کو خاص خطوط پر ڈال رہے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ پنڈت نہرو کے منہ نہ آئے۔ اور ان کی تعریف کرے۔ تاکہ بجائے اس کے کہ کمیونسٹ اپنے مخصوص حربوں سے "انقلاب" پیدا کریں۔ اور قائز اقتدار ہوں۔ خود پنڈت نہرو ہی دانستہ یا نادانستہ طور پر روسی حلقہ بگوش ہو جائیں روس کے ان عزائم کو بھی ہندوستان کے بعض حلقوں میں بھانپ لیا گیا ہے۔ اور پنڈت نہرو پر تنقید کی گئی ہے کہ وہ آخر ملک کو کدھر لے جارہے ہیں۔ پنڈت جی ملک کو جدھر لے جارہے ہیں۔ اس کے متعلق اب زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اور اب پنڈت جی کے بس کی بات نہیں کہ اسے روکیں۔ بلگانن اور کرشیف نے جس طرح ہندوستانی عوام سے رابطہ پیدا کیا ہے اور انھیں مسحور کیا ہے۔ اس کا اثر آسانی سے زائل نہیں ہوگا۔ اور اس اثر کے زائل ہونے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے ؛ روس پوری چابکدستی سے اس کا فائدہ اٹھاتا رہے گا یہ کہنا بعید از قیاس نہیں کہ ہندوستانی عوام روس کو اپنا محسن اور نجات دہندہ سمجھنے لگ جائیں گے۔ اور اس کی کامیابی کی ایسے ہی دعائیں مانگیں گے۔ جیسے جنگ کے زمانے میں وہ جرمنی اور جاپان کی کامیابی کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یہ نفسیات پیدا ہو چکی ہے۔ اور اب یہ پختہ تر ہوگی۔ تا آنکہ ہندوستانی عوام ماسکو ہی کو اپنا "قبلہ و کعبہ" بنا لیں۔ نگاہوں کا زاویہ یوں بدلنے سے ہندوستان کا جو نقشہ ہوگا۔ اس کا تصور کرنا مشکل نہیں۔

یہ ہے وہ خطرہ جو ہندوستان کو لاحق ہے اسے بھانپنا تو ایک طرف۔ ہندوستانی لیڈر اسے اپنی کامیابی تصور کر رہے ہیں۔ یہ ان کی بالخصوص پنڈت نہرو کی سب سے بڑی غلط فہمی ہے۔ وہ اس وقت سطح بین اس مغالطہ میں مبتلا ہیں کہ ان کا درجہ بلند ہو رہا ہے۔ اور وہ دنیا بھر میں نہیں تو ایشیا میں ایک بڑی طاقت شمار ہوتے جارہے ہیں۔ پنڈت نہرو کا اس مغالطہ میں مبتلا ہونا بلا وجہ نہیں۔ اس کی پہلی وجہ نفسیاتی ہے۔ پنڈت نہرو ہمیشہ ہوائی گھوڑوں پر سوار رہے ہیں۔ اور فضا میں قلعے تعمیر کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنے قامت کو ہمیشہ انہی بلندیوں سے ناپتے رہے ہیں۔ آج بھی وہ اپنے آپ کو عالمی اکابر کی صف میں دیکھتے ہیں۔ وہ ذاتی طور پر اس صف میں بار پا سکتے ہیں یا نہیں۔ اس سے ان کا ملک یقیناً بلند بام نہیں ہوتا۔ وہ اپنی ذات اور اپنے مقام پر ملک کو قیاس تو کر سکتے ہیں۔ لیکن جب وہ نہیں ہونگے تو ملک کو تو یہ مقام نہیں مل سکے گا۔ ملک اسی مقام پر ہوگا جہاں وہ ہے۔ ہر ملک کی یہی صورت ہے۔ کوئی ملک بھی اپنے کسی لیڈر کے اعلیٰ افق ذہن کی بنا پر ان بلندیوں تک نہیں پہونچ سکتا۔ تا آنکہ اس کا عمومی ذہن اسی سطح تک

نہ پہونچ جائے۔

اس کی دوسری وجہ روس نے مہیا کی ہے۔ اسٹالن کے انتقال کے بعد روسی سیاست میں عجیب انقلاب آگیا ہے۔ اس کے جانشینوں نے بظاہر متشدد حکمت عملی کو خیرباد کہدیا۔ اور بقائے باہم کا نعرہ بلند کیا۔ یہ تبدیلی فلسفہ اشتراکیت کے خلاف جاتی ہے۔ لیکن اس کا خوب استعمال کیا جانے لگا ہے۔ یہ تبدیلی کسی وجہ سے ہی کیوں نہ آئی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں جنگ کی باتیں کم ہونے لگیں اور امن کی گفتگوئیں شروع ہو گئیں۔ گو مشرق و مغرب میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور جنھوں نے دنیا کو دو متخالف احزاب میں تقسیم کر دیا ہے۔ وہ ایسے نہیں کہ ان کا ازالہ کسی گول میز کانفرنس میں ہو سکے۔ تاہم چار بڑوں کی کانفرنس بھی منعقد ہوئی اور ان کی ہدایات کے مطابق وزرائے خارجہ بھی ملاقاتیں کرتے رہے۔ اور اب امریکہ اور کمیونسٹ چین میں مذاکرات جاری ہیں۔ حالانکہ امریکہ نے اشتراکی حکومت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ روس نے "امن" کی یہ فضا پیدا کر لی تو اس نے ایک ایسا اقدام کیا جو انہونا نظر آتا تھا۔ مارشل بلگانن اور کروشیف نے یہ اعلان کر کے ایک عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ وہ بذاتِ خود یوگوسلاویہ جا رہے ہیں۔ یوگوسلاویہ جنگ کے بعد روسی حلقہ بگوش ہو گیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے صدر مارشل ٹیٹو روس سے بدظن ہوتے گئے۔ بالآخر وہ اقوام مغرب کے ہمدرد بن گئے۔ اعلیٰ قائدین روس کا ٹیٹو ایسے باغی کے ہاں خود چل کر جانا ایک عجوبہ تھا قائدین روس وہاں گئے ہی نہیں بلکہ اسی طرح کی اندھی حرکتیں کیں۔ جو انھوں نے ہندوستان میں کیں۔ انھوں نے ٹیٹو کو پوری طرح یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ بیریا۔ پولیس کا حاکم اعلیٰ جسے گولی سے اڑا دیا گیا تھا۔ نے خواہ مخواہ روس اور یوگوسلاویہ میں غلط فہمی پیدا کر دی تھی۔ ورنہ دونوں حقیقی دوست ہیں۔ ان عشوہ طرازیوں کا بظاہر خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ کیونکہ مارشل ٹیٹو مغرب سے بدظن نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے اپنی وفاداری ماسکو کی طرف منتقل کی۔

مغرب میں یہ کچھ کر کے روس نے ہندوستان پر ڈورے ڈالے۔ جنیوا کانفرنس کا موقعہ غنیمت جان کر پنڈت نہرو نے روس جانے کا پروگرام بنایا۔ اس سے پہلے وہ چین کا دورہ کر چکے تھے۔ روس میں ان کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ پنڈت نہرو ایسے بڑے آدمی نہیں تھے کہ روسی ان کی راہ میں دیدہ و دل فرشِ راہ کرتے۔ نہ ہندوستان اتنا عظیم ملک تھا کہ روسی از رہِ تکلف اس کا سواگت کرتے دوسرے ممالک کے سربراہ بھی اس سے پہلے روس جاتے رہے ہیں۔ اور ان کا رسمی استقبال کیا جاتا رہا ہے۔ پنڈت نہرو تو ایک طرف، روس مہاتما گاندھی تک کو پلے باندھنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ ان کے انسائیکلوپیڈیا میں مہاتما کو رجعت پسند لکھا گیا ہے۔ اور وہ سند آج تک موجود ہے پنڈت نہرو کے "شاہانہ" استقبال کی ایک وجہ تھی اور وہ یہ کہ وہ ہر قیمت پر ہندوستان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے تھے۔ پنڈت جی نے بھی اور ہندوستان نے بھی اس سے یہ سمجھا کہ ان کا عالمی مرتبہ بہت بلند ہو گیا ہے اور ان کی ہوا بندھ رہی ہے۔ روس سے فارغ ہو کر پنڈت جی دیگر اشتراکی ممالک سے بھی گذرے۔ وہاں بھی ان سے یہی سلوک کیا گیا۔ ادھر سے فارغ ہوتے تو انگریز پنڈت جی کا منتظر تھا۔ سر انتھنی ایڈن نے انھیں اپنے ہاں بلایا اور امریکہ کو یہ جتانے کی کوشش کی کہ پنڈت نہرو کے سینہ میں جو اشتراکی راز ہیں۔ وہ اب ان کی امانت بھی بن چکے ہیں۔ برطانیہ کو اپنی مطلب براری کے لئے ہندوستان کی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت اہم تر ہو گئی ہے کیونکہ پاکستان امریکہ کا حلیف بن گیا ہے۔ اس سارے دورے کا یا تو روس نے فائدہ اٹھایا یا پھر برطانیہ نے۔ لیکن ہندوستان اس دھوکے میں ضرور مبتلا ہو گیا کہ اس کی قیادت کے تمام سامان مہیا ہو چکے ہیں۔ اس دورے کی دوسری کڑی بلگانن اور کروشیف کا دورہ ہند ہے۔ انھوں نے پنڈت نہرو کو اپنے ہاں بلا کر جو بیج بویا تھا۔ ہندوستان میں وہ اسی کی آبیاری کر رہے ہیں۔

پنڈت نہرو کے مغالطے میں مبتلا ہونے کی تیسری اور اہم وجہ یہ ہے کہ وہ بزعم خود یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پاکستان کو محصور کر رہے ہیں۔ پاکستان کو گھیرنے کی ابتداء کشمیر سے شروع ہوئی۔ اس پر قابض تو ہندوستان ہے لیکن رفتہ رفتہ کشمیر اشتراکیت کا گڑھ بنتا جا رہا ہے۔ روسی لیڈروں نے سرینگر جا کر کشمیر کو ہندوستان کا حصہ کہہ کر کشمیر کو عالمی اعصابی جنگ کے دائرے میں لے لیا ہے۔ روس کو یقیناً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کشمیر جیسے متنازعہ فیہ علاقہ کو ایک فریق کا جائز حصہ تسلیم کرے۔ مگر اس کے سامنے سوال اصول کا نہیں مصلحت کا ہے۔ وہ ہندوستان کو دھوکہ دینے کے لئے کسی قسم کی بات سے دریغ نہ کرے گا۔ ہندوستان خوش ہے کہ اس نے گو اپر بھی اس کا حق تسلیم کر لیا اور کشمیر پر بھی۔ قطع نظر اس سے کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ نہ روس کے ہاتھ میں ہے۔ نہ ہندوستان کے ہاتھ میں، یہ اعلان ہندوستان کے لئے بڑا دلفریب ہے۔

اس سلسلہ کی دوسری کڑی افغانستان ہے۔ ایک ہندوستان افغانستان کو ہمیشہ بیوقوف بنا کر کشیدہ رکھتا چلا آیا ہے۔ اب ہندوستان کا بویا ہوا کاٹنے کے لئے روس آپہونچا ہے۔ افغانستان جیسے کمزور و پسماندہ ملک کو یوں علیحدہ کرنے کا یہی نتیجہ نکل سکتا تھا۔ افغانستان روس کی دائرہ اثر و اقتدار میں جا رہا ہے۔ اور روس سے اسلحہ مہیا کر رہا ہے۔ یہ اسلحہ پاکستان کے خلاف ہی استعمال ہو سکتے ہیں ہندوستان خوش ہو رہا ہے کہ ایسے میں کہ پاکستان کشمیر کے متعلق نئے ارادے باندھ رہا ہے۔ افغانستان اس کی سرحد پر اسے پریشان کرنے کے لئے تیار ہو رہا ہے۔

اس سلسلہ کی تیسری کڑی مصر ہے۔ اس ملک پر بھی ہندوستان نے بڑی محنت کی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مصر بھی عام ممالک اسلامیہ سے کٹ کر روس سے اسلحہ

لے رہا ہے۔ مصر میں بھی ہندوستان کے ساتھ وہی کچھ ہو رہا ہے جو افغانستان میں ہوا۔ دونوں جگہ خلا روس سے پُر ہو رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس وقت روس کو ہندوستان کی ضرورت ہے۔ اور وہ خود خوشامد سے کام لے رہا ہے۔ لیکن کوئی دن جاتا ہے کہ ہندوستان بھی روس کا صید زبوں بن چکا ہوگا۔ وہ جو کانٹے اس وقت پاکستان کی راہ میں بکھیر رہا ہے۔ وہ اس کے تلوؤں کو فگار کر بھی دیں تو زود یا بدیر خود ہندوستان کے سینے میں پیوست ہو کے رہیں گے۔

اس مقام پر پہنچ کر پاکستان کی حیثیت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے مسلمانوں نے کم و بیش ایک ہزار سال ہندوستان پر حکومت کی اور اب جب ہندو اور مسلمان غیر ملکی غلامی سے آزاد ہوئے تو انھوں نے شمال مغرب اور مشرق میں اپنی جداگانہ مملکت قائم کر لی۔ پاکستان کا قیام عہد حاضر کا غیر معمولی واقعہ ہے اس کے مضمرات کا کما حقہٗ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جائے گا۔ یہ مشہور ہوتے جائیں گے پاکستان ابتدائی خلفشار سے ابھرتا چلا آرہا ہے۔ اور یہ آثار پیدا ہو رہے ہیں کہ اس کا "ہنگام نمود" زیادہ دور نہیں۔ پاکستان کی راہ عمل بالکل صاف ہے۔ یہ "ہندومت" میں جذب نہیں ہو سکتا۔ اور اشتراکیت قبول نہیں کر سکتا۔ اس کا راستہ مشرق وسطیٰ ہے۔ اسے جتنا بھی گھیرے میں لینے کی کوشش کی جائے گی۔ اتنا ہی تندہی سے یہ آگے بڑھے گا۔ اس کی داغ بیل پڑ چکی ہے اور یہ ہے معاہدۂ بغداد۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ معاہدہ بغداد کو پوری جانفشانی سے کامیاب کیا جائے۔ اور اسے مشرق وسطیٰ کے اتحاد کا مرکز بنایا جائے۔

لیکن جیسا کہ سابقہ اشاعتوں میں لکھا گیا ہے۔ اس کی کامیابی کا دار و مدار امریکہ پر ہے۔ کیونکہ مطلوبہ معاشی اور عسکری مدد وہی دے سکتا ہے۔ لیکن امریکہ کا رویہ کچھ مذبذب سا ہے۔ وہ اپنی مصلحت کے لئے ہندوستان کو ناخوش کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ کمزوری کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان صاف طور پر روس کا حلیف بنتا جا رہا ہے اور وہ خلافِ مغرب فضا بھی پیدا کر رہا ہے اور محاذ میں بھی شریک ہو رہا ہے۔ اسے بے تدبیری کہئے یا کچھ اور وہ ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں روس کا راستہ صاف کر رہا ہے وہ گوا اور کشمیر میں روس تک سے مدد لینے میں عار نہیں محسوس کرے گا۔ اب یہ مقام آگیا ہے کہ امریکہ اس غلط فہمی کو خیرباد کہہ دے۔ کہ ہندوستان اس کا ہمدرد یا بہی خواہ ہے۔ اور پورے خلوص سے خلافِ اشتراکیت محاذ کو مضبوط کرے۔ یہ اسی کی غلط پالیسی کا نتیجہ ہے کہ مصر روس سے اسلحہ خریدنے پر تیار ہو گیا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں روس کے لئے دروازے کھولنے کی ذمہ داری مصر پر ضرور عاید ہوتی ہے۔ لیکن امریکہ بھی اس سے بچ نہیں سکتا

امریکہ کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں خلافِ اشتراکیت محاذ پاکستان کے بغیر نہ قائم ہو سکتا ہے نہ مستحکم ہو سکتا ہے۔ اور جب تک پاکستان کشمیر اور افغانستان کے مسائل میں الجھا رہے گا۔ پاکستان اس محاذ کے استحکام پر توجہ نہیں دے سکتا۔ امریکہ اس حقیقت کو سمجھ لے تو اس کا اور ہمارا راستہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ اور پنڈت نہرو کو بھی حقائق اپنی اصلی شکل میں نظر آنے لگ جائیں گے۔ اور اشتراکیت کے سیلاب کے سامنے بھی بند باندھا جا سکے گا۔

اس کے ساتھ ہی ایک حقیقت خود ہمیں بھی سمجھ لینی چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ اشتراکیت کی آندھی کسی ملک کی طرف از خود نہیں امنڈتی۔ اس کے لئے پہلے خود اسی ملک میں فضا پیدا ہوتی ہے۔ وہ فضا یہ ہے کہ اس ملک کے عوام احتیاج اور افلاس میں مبتلا ہوں۔ معاشی اور معاشرتی مشکلات انھیں چاروں طرف سے گھیر لیں۔ وہ اپنے ہاں کے نظم و نسق سے غیر مطمئن ہی نہیں بلکہ دل برداشتہ ہو جائیں۔ جب کسی ملک میں اس قسم کا خلا پیدا ہو جائے۔ تو پھر اشتراکیت کے طوفانی جھکڑ کا رخ اس ملک کی طرف ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں اس قسم کی فضا پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ اور جیسا کہ ہم ایک مدت سے کہتے چلے آرہے ہیں۔ اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اس خلا کو جلد از جلد پر کیا جائے۔ اس کے پر کرنے کی ایک ہی شکل ہے۔ اور وہ ہے قرآن کے

دورِ جدید کے صالحین

(محترم عبدالغفار حسن صاحب توجہ فرمائیں)

طلوع اسلام کی یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں ہم نے عنوان بالا کے تحت ایک شذرہ لکھا تھا۔ جسے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"جیسا کہ طلوع اسلام میں اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ لکھا گیا تھا۔ ہمارے دور سے پہلے ارباب مذہب کی یہ کیفیت تھی کہ وہ فریق مخالف کے معتقدات اور خیالات کو من وعن نقل کرتے تھے۔ اور پھر ان کی تردید کرتے تھے۔ یہ چیز دیانتداری پر مبنی تھی۔ لیکن ہمارے دور میں ان لوگوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ گروہ امت کے منتخب صالحین کا گروہ ہے۔ لیکن ان کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ فریق مخالف کے متعلق اپنے ذہن سے خیالات وضع کرتے ہیں اور پھر ان کی بنا پر اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ فریق مخالف لاکھ کہے کہ یہ میرے خیالات نہیں ہیں۔ لیکن یہ اس کی کسی بات کو اپنے قارئین کے سامنے نہیں آنے دیتے۔ اور اپنے پروپیگنڈے کو بدستور جاری رکھتے ہیں۔ یہ ہے وہ وطیرہ جو جماعت اسلامی نے طلوع اسلام کے خلاف اختیار کر رکھا ہے۔ اس باب میں اس جماعت کے عمائد و اراکین مثل ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔ امین احسن اصلاحی صاحب۔ نعیم صدیقی صاحب کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اس کی بابت کئی بار لکھا جا چکا ہے۔ اب اسی ضمن میں ایک مثال ان کے متبعین کی بھی ملاحظہ کیجئے۔ لائلپور سے اس جماعت کا ایک اخبار "المنیر" شائع ہوتا ہے ہم نے اس کے اڈیٹر کے نام ۱؍اگست کو حسب ذیل خط لکھا۔

محترمی مدیر "المنیر" السلام علیکم!

"المنیر" کی اشاعت بابت ۱۰؍اگست ۱۹۵۵ء میں محترم عبدالغفار حسن صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا کہ سنت اور حدیث کے بارے میں طلوع اسلام کا موقف کیا ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ کسی صاحب نے طلوع اسلام کے موقف کو معلوم کرنے کی کوشش تو کی۔ ورنہ آج تک ہوتا یہی چلا آیا ہے کہ طلوع اسلام کے موقف کے متعلق خود ہی ذہن میں کچھ فیصلہ کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر اس فیصلے کی بنا پر اسے مورد طعن و تشنیع بنا دیا جاتا ہے۔

طلوع اسلام نے اپنی اشاعت بابت ۱۲ر اپریل کے لمعات میں نہایت وضاحت سے بتایا تھا کہ سنت کے بارے میں اس کا موقف کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ملک کے سنجیدہ طبقہ سے عرض کیا تھا کہ وہ براہ کرم اس موقف کو تنقیدی نگاہ سے دیکھیں۔ اور ان کے نزدیک جس جس مقام پر طلوع اسلام نے کوئی غلطی کی ہے۔ اُسے اس سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ اگر ان کا خیال درست ہو تو طلوع اسلام اپنی اصلاح کر سکے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت تک کسی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن طلوع اسلام کے خلاف مختلف الزام تراشیوں کی مہم بدستور جاری ہے۔

(۲) ہم آپ سے اور آپ کے توسط سے مولانا عبدالغفار حسن صاحب سے درخواست کریں گے کہ آپ حضرات براہ کرم طلوع اسلام کے اس اداریٔ مقالہ کو اپنے اخبار میں من وعن شائع فرمائیں اور پھر اس میں جہاں جہاں غلطی نظر آئے اس پر تنقید فرما دیں۔ اس سے آپ کے قارئین کو یہ معلوم ہو سکے گا کہ سنت کے بارے میں طلوع اسلام کا موقف کیا ہے۔ اور طلوع اسلام کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ حضرات کے نزدیک اس موقف میں کیا غلطی ہے؟

کیا ہم توقع کریں کہ آپ ہماری اس درخواست کو شرف پذیرائی عنایت فرمائیں گے۔ نیز ہم نے اپنی اشاعت بابت ۱۲ر مئی میں محترم عبدالغفار حسن صاحب سے حدیث وسنت کے متعلق کچھ سوالات کئے تھے۔ اور ان کے بعض فرمودات کی مزید تشریح چاہی تھی۔ ان کی طرف سے اس کا بھی کوئی جواب ہمیں آج تک موصول نہیں ہوا۔ ہم شکرگذار ہونگے اگر آپ ان کی توجہ اس طرف بھی مبذول فرمائیں۔ اور طلوع اسلام کے سوالات اور مولانا صاحب کے جوابات کو اپنے اخبار میں شائع فرما دیں۔

(۳) آپ کی سہولت کے لئے ایک پمفلٹ ارسال ہے۔ جس میں صفحہ ۲ سے صفحہ ۱۳ تک طلوع اسلام کا وہ اداریٔ مقالہ درج ہے۔ جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ اور صفحہ ۳۳ سے صفحہ ۴۶ تک وہ استفسارات ہیں جو محترم عبدالغفار حسن صاحب سے کئے گئے۔ پمفلٹ کی وجہ سے یہ خط بصیغۂ رجسٹری بھیجا جا رہا ہے۔

والسلام مدیر

اس خط کا نہ کوئی جواب ہمیں موصول ہوا۔ اور نہ ہی ہمارا یہ خط یا سنت رسول اللہ کے متعلق ہمارا مضمون اس میں شائع ہوا۔ ۳ر ستمبر کو ان کی خدمت میں یاد دہانی کے لئے ایک کارڈ لکھا گیا۔ لیکن وہ بھی صدا بصحرا ثابت ہوا۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ یہ کس قسم کی دیانت اور صالحیت ہے۔ جس سے ہمارے زمانے کے بدنصیب مسلمانوں کو پالا پڑ رہا ہے!!

"المنیر" نے ہمارا مذکورہ صدر مضمون اپنے ہاں آج تک شائع نہیں کیا۔ نہ ہی ہمیں اس کے متعلق کوئی جواب دیا لیکن اب اس میں انہی عبدالغفار صاحب کا ایک سلسلہ مضامین شائع ہو رہا ہے۔ جس میں نہ ہمارے مضمون کا حوالہ ہے۔ نہ ہمارے خط کی طرف کوئی اشارہ۔ لیکن طلوع اسلام کو بدنام کرنے کی مہم بدستور جاری ہے۔ آپ غور فرمایئے کہ جس قسم کی دین کی اقامت کے لئے یہ حضرات اٹھے ہیں۔ اس نے ان میں کس قسم کی سیرت اور کردار پیدا کیا ہے۔

ہم المنیر اور اس کی وساطت سے عبدالغفار حسن صاحب سے ایک مرتبہ پھر تقاضا کریں گے کہ اگر ان میں دیانت داری کا کوئی شائبہ بھی باقی ہے تو وہ ہمارے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہنسا چھالیا

ڈلی ٹکڑے ———— صاف خشک ———— پرانے

(پیکٹوں میں خریدیئے)

تیار کردہ:۔ محمد اصغر محمد یونس چھالیا والے ———— جونا مارکیٹ ———— کراچی نمبر ۲

حقائق و عبر

طلوع اسلام کا جرم

لکھنؤ کے ہفتہ وار اخبار "صدق جدید" کی ۲۸ر اکتوبر کی اشاعت میں نزول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق ایک طویل مراسلہ شائع ہوا ہے۔ مراسلہ میں مراسلہ نگار صاحب کا نام نہیں لکھا گیا۔ البتہ ان کا تعارف خود صدق نے ان الفاظ میں کرایا ہے۔

مراسلہ بالا ایک غیر احمدی، صاحب فکر و نظر پختہ مسلمان کے قلم سے ہے۔ جو اس وقت پاکستان میں ایک اعلےٰ عہدے پر ہیں۔

مراسلہ نگار نے اپنے خط میں حسب ذیل واقعہ درج کیا ہے

اس سلسلہ میں ایک واقعہ آپ کو بتاؤں ایک دن پاکستان میں عبدالوہاب عزام سفیر مصر کے ہاں ایک دعوت تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم و مغفور اور میں ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ اتفاق سے ایک قادیانی صاحب وہیں آکر بیٹھ گئے۔ اور مولانا سے گفتگو شروع کی مولانا کو میں نے اپنی عمر میں اس ترشروئی سے کسی سے ساتھ گفتگو فرماتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہاں سے بہت جلد اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے پوچھا مولانا آج آپ خلاف عادت ان صاحب سے بہت بری طرح پیش آئے۔ انھوں نے جواب دیا۔ یہ صاحب قادیانی ہیں۔ مجھے موقعہ مل گیا۔ میں نے کہا مسیح موعود کے تو آپ بھی قائل ہیں۔ اب صرف بحث یہ رہ جاتی ہے کہ غلام احمد مسیح موعود تھے یا نہیں۔ صرف واقعہ کی بحث رہ جاتی ہے عقیدہ یا اصول کا سوال نہیں ہے۔ مولانا نے کہا میں خود اس عقیدے کا نہیں ہوں۔ اور اس کے متعلق احادیث کو موضوع سمجھتا ہوں۔ مولانا سلیمان ندوی مرحوم نے اپنے اس خیال کو مولانا احتشام الحق صاحب سے بھی بیان کیا تھا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ان سے کہا تھا کہ اس عقیدے کی مخالفت ایک فتنہ کا باعث ہوگی۔ اس لئے اس سے احتراز کرتا ہوں۔ اس لئے بھی کہ یہ اسلام کا کوئی لازمی جزو نہیں۔

یہ ہوا نزول مسیح کے متعلق۔ اب سنئے آمد امام مہدی کے متعلق ۲۵ر نومبر کے صدق ہی میں، مذکورہ بالا مراسلہ کے ضمن میں محترم غلام محمد صاحب کا کراچی سے ایک مکتوب شائع ہوا ہے واضح رہے کہ یہ صاحب سید سلیمان ندوی کے بڑے گہرے عقیدتمندوں میں سے ہیں۔ انھوں نے اپنے خط میں لکھا کہ۔

نزول مہدی کے بارے میں خود احقر کو بھی کھٹک تھی۔ ایک روز تنہائی میں حضرت علامہ سے پوچھ ہی لیا۔ جو جواب ملا تھا اس کو اپنی یادداشت کی بیاض میں ضبط کر لیا تھا۔ وہ ارشاد یہ ہے۔

"نزول مہدی کے متعلق میری تحقیق و تلاش میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملی جس میں ایک راوی شیعی نہ ہو۔ ممکن ہے یہ میری تحقیق کی غلطی ہو۔ یہ بات کہنے کی نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ غیب کو عالم غیب ہی کے تفویض کیا جائے۔"

(یہاں پر سید صاحب مرحوم کا بیان ختم ہوا اس کے بعد محترم غلام محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں) عجیب اتفاق ہے کہ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنے کسی مضمون میں جس کا عنوان اس وقت بھول رہا ہوں یہ بات برملا تحریر فرما دی۔ احقر نے یہ مضمون حضرت علامہ کی خدمت میں پیش کر دیا تو مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "آخر مولانا نے لکھ ہی دیا۔"

آپ نے غور فرمایا کہ بات کیا ہوئی؟ نزول حضرت مسیح کے متعلق سید صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ اس کے متعلق احادیث موضوع ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ چونکہ یہ بات عوام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اس لئے اسے برملا نہیں کہنا چاہیئے۔ اسی طرح آمد امام مہدی کے متعلق بھی ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اس کی روایات صحیح نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ بات برملا کہنے کی نہیں ہے۔

اس سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ طلوع اسلام اور ان بزرگان عظام میں فرق کیا ہے؟ طلوع اسلام جس عقیدہ یا مسلک کو قرآن کے خلاف اور غلط سمجھتا ہے اسے برملا غلط کہہ دیتا ہے۔ اس کی پرواہ کئے بغیر کہ اس سے اس کی کس قدر مخالفت ہوگی۔ لیکن یہ ہمارے حاملان دین مبین ہیں کہ ان مروجہ عقائد کو غلط سمجھتے ہیں۔ تنہائی میں انہیں غلط کہتے ہیں۔ لیکن باہر کے لوگوں کے سامنے ایسا کہنے سے احتراز کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انہی عقاید کو غلط کہنے کے جرم میں لوگوں کو طلوع اسلام کے خلاف اکساتے اور بھڑکاتے ہیں۔ یہ بات صرف سید صاحب مرحوم سے ہی مخصوص نہیں۔ آپ دین کے ان بڑے بڑے ستونوں کو جب بھی جبہ اور قبہ کو الگ کر کے تنہائی میں دیکھیں گے۔ تو ان میں سے بیشتر کو ایسا ہی پائیں گے۔

نماز مغرب کی اذان

مغرب کی اذان کے ساتھ ہی نماز مغرب کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ عمل تمام عالم اسلامی میں مروج ہے اور شروع سے متواتر ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اب اخبارات میں مکہ معظمہ سے آئی ہوئی حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے

حال ہی میں ایک موقعہ پر جب کہ شاہ سعود والی عرب مسجد حرام میں نماز مغرب ادا کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ تو علماء نے ان کی توجہ رسول اللہ صلعم کے زمانے کی طرف مبذول کرائی جب مغرب کی اذان نماز کے وقت سے نصف گھنٹہ پیشتر دی جاتی تھی۔ تاکہ لوگ نماز کے لئے تیار ہو جائیں۔ علماء نے کہا کہ یہ روایت پھر دوبارہ زندہ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ شاہ سعود نے اس قدیم روایت کو زندہ کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اور ہفتہ ۳ر محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۵ء سے مغرب کی اذان نصف گھنٹہ پہلے دی جانے لگی۔ تکبیر کی اذان نماز کی اقامت کے وقت بدستور پڑھی جاتی ہے۔"

(بحوالہ نوائے پاکستان ۸ر دسمبر ۱۹۵۵ء)

ہمارے علم میں کوئی ایسی روایت نہیں جس میں نماز

بی پی
ڈبل روٹی
جسم کو
توانائی
بخشتی ہے

مغرب کی اذان قبل از وقت کا ذکر ہو۔ اخبار الجمعیت (دہلی) نے لکھا ہے کہ اس خبر میں غالباً مغرب کا لفظ غلط استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اتو نماز فجر سے متعلق ہے۔ مدینہ منورہ میں نماز فجر کے لئے دو اذانیں دی جاتی ہیں۔ ایک صبح صادق سے تقریب آدھ گھنٹہ پیشتر۔ اور دوسری صبح صادق کے وقت۔ اب یہی طریق مکہ معظمہ میں بھی رائج کیا گیا ہے۔ اس باب میں بھی جہاں تک ہماری معلومات ہماری راہ نمائی کرتی ہیں۔ نماز فجر کے لئے دو اذانیں کہیں مرکوز نہیں۔ رمضان کے مہینے میں حضرت بلالؓ کے سحری کے وقت اذان دینے کی روایت آئی ہے۔ اور شوافع کے ہاں نماز تہجد کی اذان دی جاتی ہے۔

بہر حال نماز مغرب کے متعلق دو اذانوں کی خبر محتاج تصدیق ہے۔ لیکن اگر یہ خبر درست ہے تو معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں جو طریقہ صدیوں سے مروج چلا آرہا ہے اس کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ اور عمل متواتر اور تحریری روایت میں اس کھلے ہوئے اختلاف کی توجیہہ کس طرح کی جائے گی!

افیونیوں کا ملک

لاہور کے اخبار آفاق کی ۱۰ دسمبر کی اشاعت میں اخبار کے اسٹاف رپورٹر کے حوالے سے حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق صوبائی دارالحکومت میں افیونیوں کی تعداد آٹھ ہزار ہے۔ جو مہینے میں ساڑھے سات من افیون کھا جاتے ہیں۔ اس کی مالیت ڈھائی لاکھ روپیہ کے قریب ہے۔ اس مقدار میں بیشتر حصہ ناجائز افیونیوں کا ہے۔ جس کا کاروبار شہر میں عام ہے۔ منشیات کو کم کرنے کے متعلق حکومت نے جو پالیسی اختیار کی تھی۔ وہ بالکل ناکام ثابت ہوئی ہے۔ لاہور میں پوست اور افیون کے گیارہ ٹھیکے کام کر رہے ہیں۔ جو صبح سے شام تک کھلے رہتے ہیں۔ ان ٹھیکوں میں اوقات کار کے درمیان پانچ منٹ میں چھ گاہک آتے ہیں۔ یہ گاہک زیادہ تر مزدور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا خانقاہوں میں رہتے ہیں۔ متوسطین میں بھی افیون خوری کی عادت کم نہیں۔ لیکن اس طبقہ کے لوگ ٹھیکوں پر کم آتے ہیں اپنے بچوں یا ملازمین سے منگوا لیتے ہیں۔ افیون خوروں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان میں بھک منگے، قلی کوچوان، کلرک، طالب علم، اعلیٰ افسر اور سیاسی لیڈر تک موجود ہیں۔ واضح رہے کہ افیون کا سرکاری نرخ دس روپیہ فی تولہ ہے۔"

ہم شراب کے متعلق ہی روتے تھے کہ اس نے ملک کو تباہ کر دیا ہے۔ اور حکومت اس بارے میں کچھ نہیں کر رہی۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ شراب کے علاوہ دیگر منشیات بھی کچھ کم تباہ کن نہیں۔ اوپر کے اعداد و شمار صرف ایک شہر لاہور کے ہیں۔ اسے پورے ملک پر پھیلایئے تو نظر آجائے گا کہ

این خانہ ہمہ آفتاب است!

شاہد امن اٹھا

خان عبدالغفار خاں صاحب ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ تحریک پختونستان سے یہ مراد نہیں کہ ہم پاکستان سے کوئی حصہ کاٹ کر الگ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ صرف نام کی تبدیلی کا سوال ہے۔ ان کے اس بیان کے خلاف یہاں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ اسے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ میرے مخالفین کی فتنہ انگیزیاں ہیں۔ لیکن یہ دیکھئے کہ خود خان صاحب کے موافقین اس باب میں کیا کہتے ہیں۔ دلی سے شائع ہونے والا روزنامہ "الجمعیت" نیشنلسٹ علماء کا ترجمان ہے۔ یہ گروہ شروع ہی سے تحریک پاکستان کا مخالف اور خان عبدالغفار خاں کی تخریبی تحریک کا مؤید رہا ہے۔ اس روزنامہ کی ۱۱ دسمبر کی اشاعت میں حسب ذیل شذرہ شائع ہوا ہے۔

خان عبدالغفار خاں نے ڈھاکہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم پختونستان کا مطالبہ کر کے پاکستان سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتے۔ ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ پختونوں کا علاقہ پختونستان کے نام سے مشہور ہو اور اسے یہ نام دو بارہ ملے۔ مگر خان صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ اگر پنجابیوں نے پنجابی صوبہ کا اور سندھیوں نے سندھی صوبہ کا مطالبہ شروع کر دیا تو پھر وحدت کے کیا معنے ہوں گے۔ یہ تو صرف کہنے کی بات ہے کہ پختونستان پاکستان ہی کا صوبہ رہے گا۔ اگر یہ بات ہوتی تو خان صاحب اس کے لئے امتیازی نام کے لئے سردھڑ کی بازی نہ لگاتے۔ چونکہ خربوزہ کو دیکھ خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ہندوستان میں پاکستان کی کسی بری مثال کا اعادہ ہو۔ اور وہاں کی افتراق انگیزی ہمارے لئے نظیر بنے۔ ہمارا خیال ہے کہ خان صاحب کو سیاسیات سے الگ ہو کر اپنی خدمات کو دیہات کے لئے وقف کر دینا چاہیئے۔ عوام ان کی خدمات کے محتاج ہیں۔ اور ان کی خدمات سے ہی پاکستان کی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔"

آپ نے غور فرمایا کہ خود خان صاحب کے دوست انکی تحریک پختونستان کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ الجمعیت نے بالفاظ دیگر یہ کہا ہے کہ خان صاحب کا یہ کہنا کہ پختونستان پاکستان ہی کا صوبہ رہے گا بالکل منافقت ہے۔ یہ پاکستان سے عملاً علیحدگی کا مطالبہ ہے۔ اور اس قسم کی افتراق انگیزی جسے ہندوستان میں کبھی روا نہیں رکھا جا سکتا۔ اہل ہند ان کی اس تحریک کو اس قدر خطرناک سمجھتے ہیں ان کا مشورہ یہ ہے کہ خان صاحب کو یہ تحریک ختم کر دینی چاہیئے کیونکہ اگر یہ پاکستان میں کامیاب ہو گئی تو ہندوستان میں بھی اسی قسم کے مطالبات شروع ہو جائیں گے۔

کیا اس کے بعد بھی خان عبدالغفار خاں صاحب لظاہر دوسروں کو لیکن درحقیقت اپنے آپ کو یہ دھوکا دیتے چلے جائیں گے کہ پختونستان سے مراد علیحدگی نہیں صرف نام کی تبدیلی ہے۔ کتنا عجیب ہے کردار کہ مخالفت بھی کی جاتی ہے تو منافقت کے ساتھ۔

فلیوری ٹی کمپنی

ہم نے سلہٹ اور چاٹگانگ کے باغیچوں سے عمدہ اور خوشبودار چائے کے منگوانے کا خاص بندوبست کیا ہے۔

ضرورتمند اصحاب مندرجہ ذیل پتہ پر رجوع کریں

فلیوری ٹی کمپنی

محمد فیروزا اسٹریٹ ــــ جوڑیا بازار ــــ کراچی

ٹیلیگرام KASHMIRTEA | فون نمبر ۳۲۸۱۹

باب المراسلات

شاہ سعود کی خدمت میں ہدیہ

ہندوستان میں مسلمانوں سے حکومت اور عام ہندوؤں کی طرف سے سیاسی، معاشی اور معاشرتی اعتبارات سے جو سلوک ہوتا چلا آ رہا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ہر صبح کو طلوع ہونے والا سورج ان بیکسوں کے لئے نئے نئے حوادث ساتھ لاتا ہے۔ ان پر ہر روز جو گذرتی ہے۔ ان کے چرچے آئے روز اخبارات میں ہوتے رہتے ہیں۔ روزمرہ کے واقعات جور و تعدی کو نظرانداز بھی کر دیا جائے۔ تو ہنود کی عمومی ذہنیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حال ہی میں وزیر یوپی مسٹر سمپورنانند نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ عرب کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں۔ اس کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ اور وہ یہ کہ "مسلمان ہندوستان کے خیرخواہ نہیں۔ اگر ہندوستان میں رہنے اور اسے اپنا وطن تصور کرنے کے باوجود مسلمان ہندوستان کے وفادار نہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ ثبوت! دیکھئے ٹراونکور کوچین میں چند مسلمان جمع ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے فیصلہ یہ کیا ہے کہ سیاسی لائحہ موجودہ مسلمانوں کو مسلم لیگ کو زندہ کرنا چاہیئے۔ "مسلم لیگ کو زندہ یا قائم کیا جائے" اس سے بڑھکر اور کیا غداری ہو سکتی ہے! اپنی تنظیم کا حق صرف ہندو کو حاصل ہے۔ وہ مہا سبھا جیسی کٹر فرقہ پرست جماعت اور جن سنگھ جیسی قاتلوں اور لٹیروں کی پارٹی بنا سکتا ہے ہاں! سکھوں کو بھی اکالی دل وغیرہ جیسی جداگانہ جمعیت کی اجازت ہے۔ مگر مسلمانوں کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا۔ ہندوستان کے چوٹی کے ایک انگریزی اخبار کے الفاظ میں یہ "آگ سے کھیلنا ہے"! اب اگر مسلمان "وفادار" بھی نہیں اور وہ اس طرح "آگ سے کھیل رہے ہوں تو اس کا علاج؟ اس کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ انھیں شدھ کر لیا جائے اپنی دنوں مہا سبھا نے چند مسلمانوں کو ہندو بنایا اور بڑے طمطراق سے اعلان کیا کہ اس کا پروگرام ایک کروڑ مسلمانوں کو شدھ کرنے کا ہے۔ خیر ہندوؤں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں میں پرچار کریں۔ اور انھیں شدھ کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن یہ حق مسلمانوں کو کیوں حاصل ہوا؟ اسلام تو ہے ہی تبلیغی مذہب، اور پھر ہندوستان کی سیکولر حکومت کے نزدیک تو مذہبی آزادی سب کو حاصل ہونی چاہیئے۔ لیکن نہیں مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ان کا ایک اخبار بڑے ادب و احترام سے پوچھتا ہے کہ اگر مسلمانوں کو بھی تبلیغ کا حق حاصل ہو تو وہ بھی اس قسم کا پروگرام وضع کر لیں۔ ایک طرف مہا سبھا کا یہ اشتعال انگیز اعلان ہے کہ وہ ایک کروڑ مسلمانوں کو شدھ کرے گی۔ اسے کوئی ہندو اخبار آگ سے کھیلنا نہیں کہتا۔ بھی اس کو پی جاتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی حالت زار کا یہ عالم ہے کہ وہ دبی زبان سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا انھیں بھی یہ حق حاصل ہے

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لیکن متولی کعبہ "شاہ سعود ہندوستان کا دورہ ختم کرتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں سے انصاف اور مساوات کا سلوک کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ مسلمانان ہندوستان شاہ سعود کے سرکاری دورے میں تو انھیں اپنے حالات سے باخبر نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ شاہ موصوف نے حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد یہ سند ہندوؤں کو دی ہے۔ لیکن نہیں، آپ نے وضاحت فرما دی کہ آپ نے ایسا کس بنا پر کیا۔ ہندوستان سے واپسی پر جب آپ کراچی سے گذرے۔ تو آپ کے ایک نمائندے نے ایک بیان میں فرمایا کہ شاہ موصوف کی سند صدر جمہوریہ ہند اور وزیر اعظم کی ان یقین دہانیوں پر مبنی ہے کہ وہ مسلمانوں سے انصاف اور برابری کا سلوک روا رکھیں گے۔ زبانی جمع خرچ ایک طرف اور واقعات دوسری طرف۔ شاہ سعود تو اپنے میزبانوں کے قول و اقرار کو اہمیت دے سکتے ہیں۔ لیکن جو مسلمان واقعات کا شکار ہیں، وہ انھیں کیا اہمیت دے سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک واقعات بہرحال اہم تر ہیں۔ اور پھر شاہ موصوف نے ہندوستان میں جو بیان دیا تھا۔ اس میں یہ کہیں نہیں کہا تھا کہ مجھے صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم نے یقین دلایا ہے کہ وہ مسلمانوں سے مساوات کا سلوک کریں گے۔ اس میں کہا یہ گیا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں سے مساوات اور انصاف کا سلوک ہو رہا ہے

بہرکیف ادھر سے یہ سرٹیفکیٹ عطا ہوا۔ ادھر ہندو قلم و زبان سے لے اڑا۔ ہندوستانی اخبارات اپنے اپنے اس کا جو استعمال کر رہے ہیں سو کر رہے ہیں۔ پاکستان میں مقیم ہندوستانی ہائی کمشنر نے ۱۵ر دسمبر کو دہلی میں یہ کہنا ضروری سمجھا کہ اگر ہندوستان کی سرحدیں کھول دی جائیں تو پاکستان سے پچاس فیصدی مہاجر مسلمان واپس آ جائیں۔ یہ بیان خیر دروغ از ہی نہیں شرانگیز بھی ہے۔ کم از کم حکومت کے نمائندے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ محض پروپیگنڈے کے لئے کوئی بات کرے۔ بالخصوص ایسی بات جو ہمسایہ کے لئے اشتعال کا باعث ہو۔ لیکن ہندوستان کی ذہنیت پاکستان کے بارے میں ایسی ہو گئی ہے کہ وہ آداب و قواعد کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اس اعتبار سے ہندوستان سے شکایت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ مسلمانان پاکستان شاہ سعود کی خدمت میں اس بیان کو بطور ہدیہ پیش کرتے اور ان سے عرض کرتے ہیں کہ ہندو کو اس قسم کا راگ الاپنے کا سبق دینے میں آپ کا کافی حصہ ہے۔

(ایک دل فگار مسلمان از کراچی)

(طلوع اسلام اشاعت حاضرہ میں اداریہ شذرہ ملاحظہ فرمایئے)

اسلامی معاشرت قیمت ۲ روپے ۸ آنے

قرآنی انقلاب کا لٹریچر

معراج انسانیت (از پرویز) سیرت صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہب عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آ گئے ہیں۔ بڑے سائز کے قریباً نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ۔ مضبوط حسین جلد مع گرد پوش۔ قیمت پندرہ روپے

ابلیس و آدم (از پرویز) سلسلۂ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظرثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق۔ قصۂ آدم۔ جنات ملائکہ۔ وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۲۷۰ صفحات ــــــــ قیمت آٹھ روپے

قرآنی دستور پاکستان اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت، علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستور پر تنقید کی گئی ہے۔ دو سو چوبیس صفحات ــــــــ قیمت دو روپے آٹھ آنے

اسباب زوال امت (از پرویز) مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا؟ ایک سو اڑتالیس صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے ایسے عنوانات میں جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر۔ سات سالہ دور آزادی کی سمٹی ہوئی تاریخ ۲۵۴ صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- ناظم ادارہ طلوع اسلام، پوسٹ بکس نمبر ۲۱۳، کراچی

درسِ بخاری

(۶)

بسلسلۂ سابقہ صحیح بخاری کی منتخب احادیث بلاتبصرہ پیش کی جارہی ہیں۔ احادیث کا ترجمہ مرزا حیرت صاحب دہلوی کا کیا ہوا ہے۔ ذیل کی احادیث جلد دوم سے لی گئی ہیں۔ حوالے کے لئے اوپر صفحہ کا نمبر دے دیا گیا ہے اور نیچے حدیث کا نمبر ہے۔

(معاذ اللہ) آپ لوگوں کے لئے لعنت کی دعائیں مانگا کرتے تھے

(۳۱۹/۱۲۲۸) سالم بن عبداللہ بن عمرؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صبح کی پچھلی رکعت سمع اللہ کے بعد بددعا کرتے تھے۔ اے اللہ فلاں اور فلاں اور فلاں پر لعنت بھیج۔ اس وقت اللہ نے یہ آیت اتاری لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْہِمْ اَوْ یُعَذِّبَہُمْ فَاِنَّہُمْ ظَالِمُوْنَ۔

(۳۲۷/۱۲۵۰) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی آپ رعل اور ذکوان اور عصیہ پر جنھوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی بددعا کرتے تھے۔

اس خوف سے کہ باندی حاملہ نہ ہوجائے عزل کرلینا جائز ہے

(۳۳۶/۱۲۸۷) ابن ابی محیریز کہتے ہیں۔ میں مسجد میں گیا تو ابوسعید خدریؓ کو بیٹھے ہوئے دیکھا میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اور ان سے سوال کیا عزل کرنا کیسا ہے۔ ابوسعید نے جواب دیا ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ بنی المصطلق میں نکلے۔ اور ہمیں عرب کی باندیاں ہاتھ لگیں۔ اور ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی مجردی ناگوار گذری۔ ہم نے عزل کرنا اچھا جانا۔ اور عزل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ پھر ہم نے سوچا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو پھر ہم آپ سے بغیر پوچھے کیوں عزل کریں۔ ہم نے آپ سے سوال کیا آپ نے فرمایا تم عزل کرو یا نہ کرو۔ دنیا میں پیدا ہونے والا رکے گا نہیں۔

مغفرت کا آسان نسخہ

(۳۴۱/۱۵۸۰) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتا ہے۔ تو سب ملائکہ آمین کہتے ہیں لہذا تم بھی آمین کہو۔ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ مل جائے گی۔ اس کے اس سے پہلے کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

متعہ کرنے کی اجازت

(۳۶۸/۱۴۶۱) عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں (اور عورتوں سے جدائی کی برداشت نہ ہوتی تھی بوجہ حرارت اور قوت کے) تو ہم نے عرض کیا آیا ہم خصی ہوجائیں۔ آپ نے منع فرمایا۔ اور پھر اجازت دے دی کہ عورت سے تھوڑے یا زیادہ دن مقرر کرکے جس طرح جو عورت راضی ہو نکاح کرلو (تاکہ اس فعل یعنی خصی ہونے سے بچو۔ اور نگاہ بد کسی پر نہ پڑے)

حضرت عمرؓ قرآن کو رسول اللہ صلعم سے بہتر سمجھتے تھے (معاذ اللہ)

(۴۵۹/۱۶۶۲) عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ جب عبداللہ بن ابی مرگیا۔ تو اس کا بیٹا عبداللہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ اور آپ کا کرتا اس کے کفن کے لئے مانگا آپ نے دیدیا۔ پھر اس نے کہا کہ آپ اس کی نماز (جنازہ) پڑھائیں۔ آپ چلنے لگے حضرت عمرؓ نے کھڑے ہوئے اور آپ کا دامن پکڑلیا۔ اور کہا یا رسول اللہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ اور اس کے لئے مغفرت چاہتے ہیں حالانکہ اللہ نے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں چاہوں۔ استغفار کروں یا نہ کروں اور اللہ نے ستر بار استغفار کرنے سے کہا ہے کہ (میں ستر بار استغفار کرنے سے بھی) نہ بخشوں گا۔ تو اب میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا۔ عمرؓ نے کہا وہ تو منافق ہے (لیکن) آنحضرت نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْہُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ) (ترجمہ) اے محمد ان منافقوں (میں سے) جو کوئی مرجائے۔ اس کی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھاؤ اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو۔

ذرا تھم کر سوچئے!

رسول اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے لئے یک وقت تین مرتبہ طلاق کہدے تو وہ ایک طلاق شمار ہوگی۔ اور رجعی قرار پائے گی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں فیصلہ دیا کہ نہیں! اس قسم کی طلاق تین طلاق شمار ہوگی۔ اور بائن (غیر رجعی) ہوجائے گی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ شریعت کا قانون طے پایا۔

کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس سے حضرت عمرؓ نے حدیث سے انکار اور سنت رسول اللہ سے انحراف کیا تھا لیکن جب طلوع اسلام یہ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ ایسے کرنے کے مجاز تھے۔ اور آج بھی اگر اسی انداز کی خلافت قائم ہوجائے تو وہ ایسا کرنے کی مجاز ہوگی۔ تو طلوع اسلام کو منکر حدیث اور اتباع سنت کا مخالف قرار دے دیا جاتا ہے۔

طلوع اسلام کو ایسا کہنے والوں سے پوچھئے کہ ایسا فرق کیوں کیا جاتا ہے؟

روسی ہندی بھائی بھائی

(صفحہ ۹ سے آگے)

نظام ربوبیت کا نفاذ۔ یہ وہ نظام ہے جس میں انسان کا رشتہ اللہ کے قانون سے بندھا رہتا ہے۔ اور کوئی فرد اپنی ضروریات زندگی کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اگر یہاں اس نظام کو رائج کردیا جائے تو پھر ہم داخلی طور پر مطمئن اور محفوظ ہوجائیں گے کہ اشتراکیت کا سیلاب اس طرف نہیں آسکتا لیکن اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہمیں خطرہ ہے کہ داخلی کوائف اور خارجی سازشیں ہمیں اس گرداب بلا میں پھنسا دیں گی جس سے نجات ناممکن ہوجائے گی۔

دورِ جدید کے صالحین

(صفحہ ۱۰ سے آگے)

مقالہ کو من وعن اپنے ہاں شائع کرے۔ اور پھر اس پر جس قدر بھی چاہے تنقید کرے۔ اگر اس سے ہم پر اپنی کوئی غلطی واضح ہوگئی تو ہم ان کے شکریہ کے ساتھ اپنی اصلاح کرلیں گے۔

طلوع اسلام نے اپنی ۸ ر اکتوبر اور ۲۲ ر اکتوبر کی اشاعتوں میں بھی محترم عبدالغفار حسن صاحب سے کچھ سوالات کئے تھے۔ ہم ان سے درخواست کریں گے کہ وہ ان سوالات کو بھی المنبر میں شائع کرائیں۔ اور ان کے جواب سے ہمیں سرفراز فرمائیں۔ اور اگر وہ اپنے میں اس کی جرات نہیں پاتے تو پھر بنام شرافت طلوع اسلام کے خلاف بہتان تراشی سے تو باز رہیں۔

مقامِ حدیث

(دو جلد ومکمل)

حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ صفحات تقریباً چار سو ۴۰۰

قیمت فی جلد:۔ چار روپے

صفحہ ۶ سے آگے

طلوع اسلام کے ماہنامہ ہوجانے پر بھی ان خطوط کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس طرح قرآنی نقاط نظر متعلقہ حضرات کے سامنے لائے جاتے رہیں گے۔

بہرحال ہم ان تمام دوستوں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے مشوروں سے نوازا۔ چونکہ ہمارے لئے مشکل ہے کہ ہم انفرادی طور پر ہر ایک کے خط کا جواب دے سکیں اس لئے وہ ان سطور کو اپنے اپنے خط کا جواب تصور فرمالیں۔ آخر میں اتنا اور عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ ماہنامہ طلوع اسلام بھی منافع پر نہیں چلتا تھا اس میں بھی خسارہ ہوتا تھا اور اب بھی خسارہ رہے گا۔ اگر احباب نے اس کی اشاعت بڑھانے میں کوشش کی تو یہ خسارہ کم ہوجائے گا۔

مشورہ طلب

ہفتہ وار طلوع اسلام میں چند عنوانات مستقل طور پر چلے آرہے ہیں۔ مثلاً اسلام کی سرگذشت۔ عورت کا قرآن۔ مجلس اقبال۔ اور تاریخی شواہد۔ ان میں سے تاریخی شواہد کا عنوان کچھ دن پہلے سے بند کردیا گیا ہے۔ کیونکہ اس موضوع پر محترم پرویز صاحب کی مستقل تصنیف "جوئے نور" آج کل پریس میں ہے اور عنقریب شائع ہوجائے گی۔ باقی تینوں عنوان ابھی تک جاری ہیں۔ ہم یہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ ماہنامہ طلوع اسلام میں ان عنوانات کو اسی طرح جاری رکھا جائے یا ان کا سلسلہ ختم کردیا جائے۔ اس باب میں ہمیں قارئین کا مشورہ درکار ہے ہم شکرگزار ہوں گے اگر آپ براہ کرم ہمیں اپنے مشورہ سے سرفراز فرمائیں۔ جواب جلدی بھیجئے۔

"پختونستان"

گو آ۔ کشمیر اور پاکستان سے متعلق حیران کن طور پر غیر ذمہ دارانہ بیانات دینے کے بعد مارشل بلگانن اور مسٹر کروشیف کے متعلق وثوق سے پیش گوئی کی جاسکتی تھی کہ وہ کابل پہنچ "پختونستان" کی حمایت کریں گے۔ ان کا طریق طفلانہ ہے لیکن چالیں گہری۔ وہ ہوا میں اڑنے والے تنکوں کو بھی اپنے مطلب کے لئے استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہر کاہ بھی آنکھ کے لئے ایسا پردہ بن سکتا ہے کہ سامنے سے اشتراکیت کا ہاتھی بھی گزار دیا جائے تو پتہ نہیں چلے گا۔ چنانچہ کابل میں انہوں نے پوری صفائی سے پختونستان کے ڈھونگ سے ہمدردی کا اظہار کیا اور "پختونوں" سے استصواب کو ضروری قرار دیا۔ اس حمایت کا ایک ہی مقصد ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ افغانستان اتنی بڑی طاقت کی حمایت سے اپنے ہمسایہ پر بگڑ کھڑا ہوجائے اور وہ آنکھیں بند کئے اشتراکیت کے دام میں آجائے اور دوسری طرف پاکستان مزید پریشانیوں میں الجھ جائے۔ اب تک جو خبریں افغانستان کے بارے میں آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ روس کی طرف جھکتا اور اس کا دست نگر بنتا جارہا ہے۔ روس سے معاشی امداد کا بھی بندر

باغ دکھا رہا ہے اور جذبات سے کھیل کر ان استعماری اقوام کی مذمت کررہا ہے۔ جنہوں نے افغانستان کو غلام بنا کر یا بنائے رکھا۔ کسی دوسری طاقت نے افغانستان کو غلام بنایا یا نہیں بنایا روس یقیناً اسے اپنا حلقہ بگوش بنانا چاہتا ہے لیکن اس بدقسمت ملک کے اندھے حکمران اس دھوکے میں مبتلا ہیں یا وہ دنیا بھر کو اس دھوکے میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ روس ان کا بھی خواہ ہے اور خلوص دل سے ان کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

افغانستان کے روس کے زیر اثر چلے جانے میں جو خطرات مضمر ہیں وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں سے مخفی نہیں۔ یہ پاکستان کے لئے براہ راست خطرہ ہے۔ بالخصوص اس حالت میں روس نے کشمیر میں پاکستانی موقف تو ایک طرف پاکستان کی وجہ تخلیق تک کی مذمت کی۔ اور پاکستان کی یہ مخالفت بلاوجہ نہیں۔ روس اس طریق سے معاہدین بغداد کے سر پر کھڑا ہوکر اپنی ہیبت طاری کرنا چاہتا ہے۔ افغانستان کی وہ معاشی مدد کرے یا نہ کرے وہ اسلحہ ضرور مہیا کرے گا۔ اس سے وہاں کے حکمران خاندان کا دماغی توازن اور خراب ہوگا اور وہ ایک طرف روس کے گیت گائیں گے دوسری طرف براہ راست پاکستان کے لئے اور بالواسطہ معاہدین بغداد کے لئے ایک مستقل خطرہ مہیا کرلیں گے۔ معاہدین بغداد کے لئے افغانستان ایک فطری یا دور کا مسئلہ نہیں بلکہ فوری اور حقیقی مسئلہ ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ بغداد کونسل میں اسے زیر بحث لایا گیا تھا۔ لیکن اس پر بحث کرنے سے اس کا کچھ علاج نہیں ہوسکے گا۔ ضرورت ہے کہ اس نقشے کے مضمرات کو پوری طرح سمجھا جائے اور اس کا کماحقہ تدارک کیا جائے۔ یہ ذمہ داری امریکہ پر پوری طرح نہیں تو بڑی حد تک عائد ہوتی ہے۔ اس لئے بھی کہ وہ افغانستان کی معاشی امداد کررہا ہے اور اس لئے بھی کہ افغانستان "غیر جانبدار" ہوگا یا روس کے حلقہ اثر میں جائے گا تو اس کی زد براہ راست امریکہ کے عالمگیر سلسلۂ دفاع پر پڑے گی ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کشمیر کی طرح افغانستان میں بھی امریکہ نے دوربینی سے کام نہیں لیا اور جرأت اور صفائی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سردار نعیم خان نے ایک پریس کانفرنس میں یہ انکشاف کیا ہے کہ صدر آئزن ہاور نے حکومت افغانستان کو ایک مراسلہ بھیجا ہے جس میں پاکستان اور افغانستان کے مابین کشیدگی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا کیا حل صدر صاحب نے تجویز کیا ہے۔ لیکن اگر معاملہ اظہار تشویش پر ختم ہوگیا ہے تو ہمیں امریکہ کی بیچارگی پر رحم آتا ہے، وہ اتنی بڑی طاقت کا مالک ہے۔ بغیر اشتراکی دنیا اس کی قیادت تسلیم کرتی ہے اور خلاف اشتراکیت محاذ کی تشکیل میں اس کا ہاتھ بنا رہی ہے۔ روس علانیہ اس کی قائم تنظیموں کو درہم برہم کررہا ہے اور وہ ہے کہ تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اور ان طاقتوں کی حوصلہ افزائی تک کرنے سے ڈرتا ہے

تفسیر بیان القرآن
قرآن پاک کا متن مع اردو ترجمہ بین السطور از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
حاشیہ پر
تفسیر بیان القرآن و مسائل السلوک
عکسی بلاکوں کے ساتھ بارہ جلدوں میں چھپ رہی ہے۔ چھ جلدیں تیار ہوگئی ہیں۔ نمونہ کے صفحے مفت طلب فرمائیے۔
تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی

جو خطرات گوناگوں کے علی الرغم اس کا ساتھ دے رہی ہیں اور اسی وجہ سے مزید خطرات کا شکار بن رہی ہیں۔ اس پالیسی کا نتیجہ اور کچھ نکلے یا نہ نکلے امریکہ کے حلیف اپنے رویہ پر نظر ثانی کرنے پر ضرور مجبور ہوں گے، پاکستان کی پوزیشن خصوصیت سے اہم ہے۔ وہ یہ شتر اکیت کا حلقہ بگوش نہیں ہو سکتا عام اس سے کہ امریکہ اس کا ساتھ دے یا نہ دے۔ اپنے ساتھیوں کی مدد کا کھو کر امریکہ اپنے راستے میں کانٹے بکھیر رہا ہے۔

کشمیر، روس اور امریکہ

کشمیر کے بارے میں روسی وزیر اعظم، مارشل بلگانن، اور کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر، مسٹر خروشیف، نے جو بیانات دیئے ہیں، ان پر سابقہ اشاعت میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ ان بیانات سے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہو گیا تھا کہ جب روس اس طرح کھلم کھلا ہندوستانی موقف کی تائید پر اتر آیا ہے کہ اس نے نہ صرف کشمیر کو "شمالی ہندوستان" کا حصہ قرار دیا۔ ملک پاکستان کی وجہ تخلیق کو بھی محل نظر ٹھہرایا تو امریکہ اس کے جواب میں کیا روش اختیار کرے گا۔ جیسا کہ ہم نے وضاحت کی تھی، یہ سوال اس لئے بھی پیدا ہوا تھا کہ پاکستان کو موردِ عتاب محض اس لئے سمجھا گیا تھا کہ وہ روس کی بجائے امریکہ کا حلیف تھا، اور اس لئے بھی کہ روس کی اس مداخلت سے کشمیر ایسا اعلیٰ درجہ کا بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے کہ امریکہ کو اس سے مفر نہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ امریکہ نے اس سوال کا جواب دینا ضروری سمجھا۔ کراچی میں مقیم امریکی سفیر نے ۱۶ر دسمبر کو ایک بیان میں یہ وضاحت کی کہ ان کے ملک کا موقف یہ ہے کہ کشمیر کا تصفیہ پر امن طریق سے اقوام متحدہ کی نگرانی میں آزاد استصواب کے ذریعہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ امریکی نمائندے نے سلامتی کونسل میں ۵ر دسمبر ۱۹۵۲ء کو اس قسم کی وضاحت کی تھی اور امریکہ آج تک اس پر قائم ہے۔ ہر چند یہ بیان پاکستانی موقف کی تائید میں ہے لیکن اس پر افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ افسوس اس پر آتا ہے کہ امریکی نمائندے ابھی تک ۱۹۵۲ء کی دنیا میں بس رہے ہیں حالانکہ بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔ یہ اصول کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ اہل کشمیر آزاد استصواب کی رو سے کریں اقوام متحدہ بشمول ہندوستان نے ۱۹۴۸ء میں تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن اس اصول کے باوجود آج تک استصواب رائے نہیں ہو سکا کیونکہ ہندوستان اسے قدم قدم پر ناممکن العمل بناتا رہا اور اقوام متحدہ ہندوستان کو مجبور کر کے اسے اس پر عمل پیرا کرانے کی بجائے، اس کی خوشامد میں مصروف رہی۔ ہندوستان کا پیدا کردہ تعطل سات سال سے چلا آرہا تھا کہ اب اس میں ایک نئے عنصر کا اضافہ ہو گیا ہے یعنی اقوام متحدہ کی پانچ بڑی طاقتوں میں سے ایک یعنی روس نے علانیہ یعنی غیر مبہم طور پر ہندوستان کے موقف کی تائید کر دی ہے۔ یہ تائید پاکستان کے لئے تو چیلنج ہے ہی، اقوام متحدہ اور امریکہ کے لئے بھی کھلا ہوا چیلنج ہے۔ اس کا جواب اقوام متحدہ یا روس کی طرف سے یہ یقیناً نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی پرانے مسلمہ اصول پر قائم ہیں، اس کے جواب میں انہیں یہ بتانا ہوگا کہ وہ اس چیلنج کے تقاضے کیسے پورے کریں گے۔ مثلاً کیا اقوام متحدہ اس کے لئے تیار ہے کہ چونکہ روس نے کشمیر کے بارے میں فریق مقدمہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے اس لئے اس معاملے میں رائے دینے کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ کیا امریکہ اس کے لئے تیار ہے کہ ہندوستان اب بھی استصواب سے پہلو تہی کرے تو اقوام متحدہ کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے قواعد کے مطابق اس رکن ملک کے خلاف مناسب کارروائی کرے؟ اگر وہ اس موثر عملی اقدام کے لئے تیار نہیں تو پاکستان کی زبانی ہمدردی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کشمیر پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اب ہم جب اس مرحلے تک آپہنچے ہیں کہ ایک روس نہیں کئی روس بھی آدھمکیں تو ہمیں اس آگ میں کودنے سے روک نہیں سکتے۔ یہ آگ ہماری زندگی کو موت کے گھاٹ اتار دے گی یا اسے زندہ تر کر دے گی۔ ہمارا عمل خود فیصلہ کر دے گا۔ اس کے متعلق ہم امریکہ کو یہ جتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر خدا نکردہ پاکستان روس کی روشن کی ہوئی آگ کی نذر ہو گیا تو امریکہ کو ان شعلوں سے یقیناً پناہ نہیں ملے گی۔

سلیم کے نام

از پرویز

قیمت چھ روپے

مطبوعات طلوع اسلام کی

شرائط ایجنسی

شرح کمیشن

معارف القرآن ـــــــ ۲۵ فی صدی

دیگر مطبوعات ـــــــ ۳۳ فی صدی

۱۔ قیمت بعد وضع کمیشن بذریعہ وی پی وصول کی جائے گی۔

۲۔ غیر فروخت شدہ کتب واپس نہیں لی جائیں گی۔

۳۔ پہلی فرمائش پچیس روپے (بعد وضع کمیشن) سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔

۴۔ ہر آرڈر کے ہمراہ کچھ کم چوتھائی رقم پیشگی آنی چاہیئے ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی۔

نوٹ:۔ کراچی کے ایجنٹ صاحبان دفتر طلوع اسلام سے معاملہ طے کریں۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۲، کراچی

میواتی ٹریڈنگ کمپنی

فوڈ کلر ڈپارٹمنٹ

ہماری فیکٹری کے تیار کردہ فوڈ کلرس کھانوں اور شربت کو خوش ذائقہ اور خوشرنگ بنانے میں اپنی مثال آپ ہیں

ایک دفعہ ضرور ہماری خدمات حاصل کریں۔

پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا کارخانہ ہے

اور بہترین ماہرین کی زیر نگرانی رنگ تیار ہوتے ہیں

میواتی ٹریڈنگ کمپنی

رنگ محل بلڈنگ۔ بوہراپیر۔ کراچی ۲

کینڈل ڈپارٹمنٹ

ہمارے کارخانہ میں ہر سائز اور ہر ڈیزائن کے کینڈل بہترین قسم کے موم سے تیار کئے جاتے ہیں۔

آرڈر دینے پر ہر وقت اور ہر قسم کا کینڈل سپلائی کیا جا سکتا ہے۔ تھوک دوکانداروں کو خاص رعایت دی جاتی ہے۔

میواتی ٹریڈنگ کمپنی

رنگ محل بلڈنگ۔ بوہراپیر۔ کراچی ۲

کلاتھ ڈائنگ اینڈ پرنٹنگ

ڈپارٹمنٹ

ہمارے کارخانے میں، کاٹن، سلک اور وولن پارچات کی رنگائی چھپائی بہترین پختہ اور شوخ اور قدرتی رنگوں میں ہوتی ہے۔

ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔

میواتی ٹریڈنگ کمپنی۔ رنگ محل بلڈنگ

بوہراپیر ـــ کراچی ۲

عالمِ اسلامی

اسرائیل کے حملوں کا رخ اب شام کی طرف ہو گیا ہے۔ اس نے بحیرۂ گیلیلی کے مشرق میں جو تازہ حملہ کیا ہے اس سے بڑی نازک صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ شام نے اس حملے کو "جنگ" سے تعبیر کیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے مصری حدود پر یہودیوں نے جو حملہ کیا تھا اس کے متعلق بھی یہ کہا گیا تھا کہ ۱۹۴۸ء کی جنگ فلسطین کے بعد اس قسم کا شدید حملہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس سے عرب ممالک میں کافی ہلچل مچ گئی ہے۔ عراق نے شام کو فوجی امداد کی پیشکش کی ہے۔ کرنل ناصر نے بھی اعلان کیا ہے کہ ضرورت پڑی تو مصر پوری قوت سے شامی سرحد پر پہنچے گا۔ اقوام متحدہ کے مبصر جنرل برنز نے جو عبوری رپورٹ اس ہنگامے سے متعلق بھیجی ہے۔ اس میں انھوں نے صاف طور پر یہودیوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اس سے پہلے برطانوی نمائندے نے بھی اسی قسم کی رپورٹ اپنی حکومت کو بھیجی تھی۔ حالات بگڑتے دیکھ کر شام نے معاملہ اقوام متحدہ تک پہنچایا اور اسرائیل کے خلاف سخت اقدام کا مطالبہ کیا۔ اس پر سلامتی کونسل میں جو بحث ہوئی ہے۔ اس میں عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جارحیت کی تمام تر ذمہ داری یہودیوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ اپنی جگہ درست۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا علاج کیا ہو۔ یہودی ضرورت سے زیادہ بے قابو ہوتے جا رہے ہیں۔ اور انھیں شہ برطانیہ بالخصوص امریکہ سے ملتی ہے جو یہودیوں سے کسی قسم کی سختی کے روادار نہیں۔ وہ یہودیوں کے پاس خاطر سے عربوں کی بھی مناسب امداد نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کا توازن بگڑتا جا رہا ہے اور مشرق وسطیٰ برطانیہ اور امریکہ کے لئے دردِ سر بن گیا ہے۔ اس مذبذب پالیسی کا فائدہ روس کو پہنچ رہا ہے۔ وہ دن بدن مشرق وسطیٰ کے معاملات میں دخیل ہوتا چلا جا رہا ہے اب امریکہ اور برطانیہ کے لئے یہ مشکل درپیش ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ میں دوبارہ کس طرح قدم جمائیں۔ اسکی تجویز انھوں نے یہ سوچی ہے کہ وہ تعمیری امور میں مصر کی مدد کریں۔ ان دنوں مصر دریائے نیل پر اسوان کے مقام پر ایک بند تعمیر کرنے کی سوچ رہا ہے۔ نقشے کے مطابق یہ دنیا کا سب سے بڑا بند ہوگا۔ اور اس پر کوئی تیرہ ارب ڈالر خرچ آئیں گے۔ اور تعمیر پر پندرہ بیس سال لگیں گے۔ مکمل ہو جانے پر یہ بند مصر کی معیشت میں انقلاب پیدا کر دے گا اسلحہ کے بارے میں مصر کو ناراض کر کے روس کی گود میں دھکیل کر امریکہ اور برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس بند کی تعمیر کے لئے مصر کو سات کروڑ ڈالر کی مدد دیں۔ روس نے اس سلسلہ میں مصر کو قرض دینے کا وعدہ کر رکھا ہے غالباً امریکہ اور برطانیہ یہ کوشش کریں گے کہ مصر صرف ان سے ہی مدد لے اور روس کو اس میں شریک نہ کرے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دوڑ میں کون کامیاب ہوگا۔ لیکن اس سے انکار کرنا مشکل ہے کہ روس نے اقوام مغرب کے لئے جو صورت حال پیدا کر دی ہے۔ اس کے تقاضوں سے وہ بسرعت تمام عہدہ برآ نہیں ہو رہیں اگر ان کی معاملہ فہمی کا یہی حال رہا۔ تو وہ مقابلے میں پیچھے رہ جائیں گے۔ امریکہ اور برطانیہ کو دنیائے عرب میں موثر ہونے کے لئے اسرائیل کا مسئلہ حل کرنا ہوگا۔ عرب یہودی سلطنت کو گوارا کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ وہ اقوام متحدہ کی حدود تک محدود ہو جائیں۔ اور عرب مہاجرین کو واپس لینے یا انھیں معاوضہ دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر یہودیوں کی جارحیت پسندی جاری رہی اور امریکہ اور برطانیہ اسی طرح خوشامد کرتے رہے تو عربوں کی موجودہ مفاہمت پسندی ختم ہو جائے گی۔ اور لامحالہ مدد کے لئے روس کی طرف دیکھیں گے مصر نے تو اس کی طرح ڈال بھی دی ہے۔ مصر کو پوری طرح روس کی طرف جھکنے سے اب بھی روکا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ انھیں اسرائیل سے متعلق مناسب ضمانت دی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کا مسئلہ امریکہ کے سیاسی تدبر کا بہت بڑا امتحان ہے۔ ایک طرف وہ تمام حلیف قومیں ہیں جن کی اعانت و رفاقت کو امریکہ نظرانداز نہیں کر سکتا۔ اور دوسری طرف امریکہ کے یہودی ہیں۔ جن کی مدد کے بغیر وہاں کوئی امیدوار انتخاب میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان حالات میں دیکھنا یہ ہے کہ امریکہ اس گتھی کو کس طرح سلجھاتا ہے۔

اردن کی الفتی حکومت مستعفی ہو گئی ہے۔ اور اس کی بجائے ہمالی نے نئی کابینہ مرتب کر لی ہے۔ نئے وزیر اعظم سابقہ وزارت میں وزیر داخلہ تھے۔ حکومت کی اس تبدیلی کو معاہدۂ بغداد میں شرکت سے متعلق کیا گیا ہے۔ ان دنوں برطانیہ کے چیف آف امپیریل جنرل اسٹاف، جنرل ٹیمپلر عمان میں ہیں۔ اور وہ عمائدین سلطنت سے معاہدہ بغداد سے متعلق مذاکرات کر رہے ہیں۔ نئی حکومت معاہدہ میں شریک ہونے کے حق میں ہے۔ اگر اردن معاہدہ بغداد میں شریک ہو گیا تو جیسے عراق کا برطانیہ کے ساتھ معاہدہ بدل گیا تھا۔ اسی طرح اردن اور برطانیہ کے ۱۹۴۸ء کے معاہدے پر بھی نظرثانی ہوگی۔ یہ تبدیلی بدلے ہوئے حالات کے مطابق اردن کے حق میں ہوگی اردن ان دنوں عراق سے خاص طور پر روابط پیدا کر رہا ہے۔ اس کا ایک وفد عراق میں آیا ہوا ہے۔ اور وہ معاشی امداد حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ قیاس غالب یہی ہے کہ عراق اردن کی مناسب امداد کرے گا۔ اور اسے اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

شوبیں نشانوے

اشخاص ریاح باسوری تبخیر معدہ (معدہ میں گیس پیدا ہونا) کے مریض ہیں۔ پاخانہ صاف نہ ہونا۔ تمام جسم میں درد سر میں چکر بھوک غائب۔ ہاضمہ خراب، طبیعت میں بے چینی، سینے میں جلن خون میں کمی۔ نزلہ رہنا اس مرض کی عام شکایات ہیں۔ اس مرض کا

حب باسوری اور جوہر مضم دکمل کورس سے زیادہ زود اثر کوئی دوسرا علاج نہیں۔ یہ تمام شکایات کو دور کر کے تندرستی و توانائی بخشتا ہے۔ قیمت مکمل کورس تین روپے ۲ آنے۔ طبی دعلمی ماہنامہ دردمند کراچی سالانہ چندہ ایک روپیہ بھیج کر خریدار بنئے۔

دردمند دواخانہ۔ فریئر روڈ۔ کراچی فون نمبر ۳۵۴۲۱

ورزش یا ورزشی کھیل کی طرف صحیح میلان اسی وقت ہو سکتا ہے جب قویٰ جسمانی درست ہوں۔

شاہی عام کمزوری اور ضعف اعصاب کے دفعیہ کے لئے نہایت مفید ہے

شاہی معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے ہاضمہ کو قوی کرتی اور جسم میں بکثرت خون صالح پیدا کرتی ہے۔

شاہی کسل و ماندگی۔ اختلاج قلب و خفقان کی دافع ہے

(ہر اسٹور سے مل سکتی ہے)

تیار کردہ: طبی دواخانہ نیپیئر روڈ ــــ کراچی ۲

بین الاقوامی جائزہ

روس کی سیاست کا جو نیا دور شروع ہوا ہے اسے جنگِ سرد کے نئے باب سے موسوم کیا گیا ہے۔ (اسٹالین کی موت کے بعد روسی قائدین نے "بقائے باہم" کی باتیں کر کے جو فضا امن کی پیدا کی تھی اور جس کا نتیجہ چوٹی کی کانفرنس میں ظاہر ہوا تھا، وہ بالکلیہ ختم ہو گئی ہے۔ اب وہ ہر جگہ نئے شوشے چھوڑ رہا ہے۔ ایشیا میں اس کی کوشش یہ ہے کہ ہندوستان پوری طرح اس کے ساتھ مل جائے۔ اس کے لئے اس نے گوا اور کشمیر میں ہندوستان کی پوری پوری تائید کی اور ہندوستان کو ایشیا کی تیسری بڑی قوت قرار دیا۔ افغانستان میں وہ اپنے قدم جما رہا ہے اور اسے اپنا حلقہ بگوش بناتا جا رہا ہے۔ یہ تحفے اقوام مغرب کے لئے کم نہیں۔ لیکن وہ یورپ میں بھی ان کے لئے نئی مصیبتیں پیدا کر رہا ہے۔ حال ہی میں اس نے مشرقی جرمنی کو "آزاد" کر دیا ہے اور مشرقی برلن کو اس کی تحویل میں دے دیا ہے۔ برلن کا مغربی حصہ اقوام مغرب کے پاس ہے لیکن وہ مغربی جرمنی سے کٹا ہوا ہے۔ پہلے برلن میں اقوام مغرب کا واسطہ روس سے پڑتا تھا۔ لیکن اب انہیں مشرقی جرمنی سے معاملہ طے کرنا ہو گا۔ گویا روس اس طرح انہیں مجبور کر رہا ہے کہ وہ مشرقی جرمنی کی کمیونسٹ حکومت کو تسلیم کریں، تاکہ وحدتِ جرمنی کا معاملہ اور پیچیدہ ہو جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ اقوام مغرب کا برلن میں رہنا دوبھر ہو جائے۔ روس اس سے قبل بھی ایک بار کوشش کر چکا ہے گو وہ کامیاب نہیں ہوا۔ یہ حالات دیکھ کر ناٹو کے ارکان ممالک کے وزرائے دفاع امور خارجہ اور خزانہ نے پیرس میں ایک اجتماع کیا۔ اس میں انہوں نے اعلان کیا کہ برائے امن عالم کے لئے ناگزیر ہے اس اشتراکی شکنجے کو روکنا چاہیئے۔ نیز اس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ روس کو جمہوری طریقے سے جرمن علاقے سے ہٹایا جائے گا اور سارے ملک کو مغربی جرمنی میں ملا کر متحد کیا جائے۔ وحدتِ جرمنی کا مسئلہ بڑا کڑا مسئلہ ہے۔ اس پر کسی قسم کا سمجھوتہ ہو سکتا ہے نہ ہو سکنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ روس بظاہر وحدت کے حق میں ہے لیکن وہ وحدت کی مناسب عملی صورت کے لئے تیار نہیں ہوتا کیونکہ اسے ڈر ہے کہ وحدت کی صورت میں اسے جرمنی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ چنانچہ جیسے کشمیر میں ہندوستان آزاد استصواب کو بہ لطائف و حیل ٹالتا چلا آ رہا ہے اسی طرح روس یہ تجویز نہیں مانتا کہ جرمنی کے دونوں حصوں میں آزاد انتخابات ہوں اور ان کی بنا پر دونوں کو متحد کیا جائے۔

روس کی پالیسی میں واضح تبدیلی کے پیش نظر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اقوام مغرب اس کا کیا جواب دیں گی۔ یہ جواب اس ملاقات میں تلاش کیا جائے گا جو جنوری کے آخر میں برطانیہ کے وزیر اعظم اور امریکہ کے صدر کے مابین واشنگٹن میں ہو رہی ہے۔ اس میں عالمی سیاست زیر بحث آئے گی اور روس کی نئی چالوں کا جواب سوچا جائے گا۔ اس میں غالباً سب سے اہم سوال مشرق وسطیٰ کا ہو گا جسے امریکہ اور برطانیہ کی عاقبت نااندیشی نے پیچیدہ بنا دیا ہے (اس پر تبصرہ عالم اسلامی کے تحت ملاحظہ کیجئے)۔ ایڈن، آئزن ہاور ملاقات نوعیت اور موقع کے اعتبار سے بڑی اہم ہے لیکن اگر امریکہ اور برطانیہ اپنی پالیسی کو نئے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھال سکے تو یہ بیکار محض ثابت ہو گی۔

اقوام متحدہ کے ارکان کی تعداد ساٹھ سے بڑھ کر ۷۶ تک پہنچ گئی ہے۔ گو توقع تو یہ تھی کہ اٹھارہ نئے ممبر بن سکیں گے لیکن صرف سولہ ہی منظور ہو سکے ہیں۔ ان میں ۱۱ غیر اشتراکی ہیں اور پانچ اشتراکی۔ نئے ارکان یہ ہیں: اردن۔ آئرلینڈ۔ پرتگال۔ اٹلی۔ آسٹریا۔ فن لینڈ۔ سیلون۔ نیپال۔ لیبیا۔ کمبوڈیا۔ لاؤس۔ سپین۔ البانیا۔ ہنگری۔ بلگاریہ۔ اور رومانیہ۔ ان کی رکنیت سے متعلق کوئی دس سال سے تعطل چلا آ رہا تھا اور گذشتہ پانچ سال سے اقوام متحدہ کا کوئی نیا رکن بن ہی نہیں سکا، کیونکہ روس غیر اشتراکیوں کو اقوام متحدہ میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا اور اقوام مغرب اشتراکیوں کو روکے ہوئے تھیں۔ بالآخر ان دنوں یہ طے ہوا کہ اٹھارہ امیدواروں کو یک مشت حق رکنیت دے دیا جائے۔ ان میں ایک جاپان تھا اور ایک بیرونی منگولیا۔ آہستہ آہستہ ۱۷ ممالک پر تو سب کا اتفاق ہو گیا لیکن بیرونی منگولیا کو اقوام مغرب بالخصوص نیشنلسٹ چین نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ جب معاملہ سلامتی کونسل میں آیا تو ایک طرف نیشنلسٹ چین نے ویٹو استعمال کیا دوسری طرف روس نے۔ اس سے پھر تعطل پیدا ہو گیا لیکن روس نے یک لخت اپنی روش بدل لی۔ اس نے بیرونی منگولیا کی حمایت چھوڑ دی البتہ جاپان کے لئے ویٹو استعمال کیا۔ اس طرح سولہ ارکان منظور ہو گئے۔ ان کے آنے سے اتنا غنیمت ہے کہ ایسے نئے رکن بن گئے جو ہر لحاظ سے رکنیت کے قابل تھے۔ لیکن یہ دیکھنا ہے کہ اس کا اثر اقوام متحدہ کی سیاست پر کیا پڑتا ہے۔

اسلامی معاشرت
از پرویز
قیمت دو روپے

طلوع اسلام سنجیدہ اور بلند پایہ علمی پرچہ ہے
اور
پاکستان کے ہر گوشے اور ہر طبقے میں گہری دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے
پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاتا ہے
اس میں شائع شدہ اشتہارات ہزاروں خریداروں کی نظروں سے گذرتے ہیں۔
اس میں اشتہار دیکر اپنے کاروبار کو فروغ دیجئے
نرخنامہ اشتہارات ناظم ادارہ شعبۂ اشتہارات سے حاصل کیجئے
ناظم ادارہ طلوع اسلام پوسٹ بکس ۱۳۱۲ کراچی

Continued from Title page 2.

that Abu Hanifa who had a keen insight into the universal characther of Islam made practically no use of these traditions. The fact that he introduced the principle of 'Istihsan', i.e. juristic preference, which necessitates a careful study of actual conditions in legal thinking, throws further light on the motives which determined his attitude towards this source of Mohammedan Law. It is said that Abu Hanifa made no use of traditions becauce there were no regular collections in his day. In the first place, it is not true to say that there were no collections in his day, as the collections of Abdul Malik and Zuhri were made not less than thirty years before the death of Abu Hanifa. But even if suppose that these collections never reached him, or that they did not contain traditions of a legal import, Abu Hanifa, like Malik and Ahmed Ibn-i-Hambal after him, could hve easily made his own collection if he had deemed such a thing necessary. On the whole, then, the attitude of Abu Hanifa towards the traditions of a purely legal import is to my mind perfectly sound; and if modern Liberalism cosiders it safer not to make any indiscriminate use of them as a source of law, it will be only following one of the greatest exponents of Mohammedan Law in Sunni Islam."

In arriving at his conclusions, Dr. Iqbal had the support of such eminent personalities as Imam Abu Hanifa and Shah Waliullah Muhaddis Dehlavi. It will be reassuring for you to see that the conclusions of the late Allama Iqbal fully endorse what, on the basis of Quran, my letters have said, namely that *the Constitution of Pakistan will have for its basis the permanent and immutable principles of the Holy Quran and will allow the Legislature to contine, modify or replace the subsidiary instructions contained in the Traditions and Fiqh according to the existing requirements.*

May God help you in evolving a constitution in conformity with the principle of Permanence *cum* Change which has been enunciated by Islam and Islam alone, is the earnest prayer of

Yours sincerely,

G. A. PARWEZ.
Director,

Quranic Research Centre.
Post Box 7313,
KARACHI.

To

All Muslim Members of the Constituent Assembly

انسان نے کیا سوچا؟

یہ وہی عظیم کتاب ہے جس کا مفصل تعارف طلوع اسلام کی گزشتہ اشاعتوں میں کرایا جاتا رہا ہے۔ اب کتاب تیار ہے اور عنقریب اسکی روانگی شروع کردی جائیگی۔ کتاب ولایتی سفید کاغذ پر طبع ہوئی ہے۔ اس کا سائز وہی ہے جو "ابلیس و آدم" کا ہے یعنی ۲۲x۲۹/۸ اسکی جلد بھی خاص طور پر مضبوط بنوائی جارہی ہے تاکہ قارئین کو شکایت نہ ہو۔ ڈسٹ کور نہایت دلکش اور خوشنما ہے جو ولایتی گلیزڈ آرٹ پیپر پر چھپا ہے۔

اگر آپ نے اب تک آرڈر نہیں دیا تو بہت جلد آرڈر دید یجئے کیونکہ کتاب اسی ترتیب کے ساتھ روانہ ہو سکیگی جس ترتیب سے اس کے آرڈرز موصول ہونگے۔

ضخامت ۳۶۸ صفحات قیمت مجلد مع گرد پوش دس روپے علاوہ محصول ڈاک

پیشگی خریداران کو آرڈر دینے کی ضرورت نہیں۔ کتاب تیار ہونے پر رفتہ رفتہ ان کی خدمت میں از خود پہنچ جائیگی۔ البتہ جو حضرات کتاب نہ منگانا چاہیں وہ زیادہ سے زیادہ یکم جنوری تک ادارہ کو مطلع فرما دیں۔

★ ★ ★ ★ ★

تاریخ الامت

علامہ حافظ محمد اسلم جیراج پوری مدظلہ کی تاریخ کی وہ کتاب جو تقسیم سے پہلے بیشتر درسگاہوں میں بطور نصاب شامل تھی۔ اب مولف کی اجازت سے طلوع اسلام اسے دوبارہ شائع کررہا ہے۔

اسکی دو جلدیں جلد اول و جلد دوم پہلے شائع ہوچکی ہیں اور بقیہ دو جلدیں (جلد سوم و جلد چہارم) بہت جلد پیش کی جارہی ہیں۔

جلد اول:- جو سیرت رسول اللہ صلعم پر مشتمل ہے۔ ضخامت ۲۴۰ صفحات سائز ۲۰x۳۰/۱۶ غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد دوم:- جو خلافت راشدہ پر مشتمل ہے۔ ضخامت ۲۷۲ صفحات قیمت غیر مجلد اڑھائی روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد سوم:- جو خلافت خاندان بنوامیہ پر مشتمل ہے۔ ضخامت ۱۷۶ صفحات قیمت غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد چہارم:- جو خلافت عباسیہ کے نصف اول پر مشتمل ہے۔ اور جس میں متوکل باللہ تک آٹھ خلفاء کا تذکرہ آگیا ہے۔ ضخامت ۱۷۶ صفحات قیمت غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

باقی چار جلدیں بھی یکے بعد دیگرے شائع ہوتی جائینگی۔

پیشگی خریداران کو جنہیں جلد اول اور جلد دوم بھیجی گئی تھی یہ اگلی دونوں جلدیں بھی از خود بھیجدی جائینگی۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی صاحب یہ جلدیں نہ منگانا چاہیں تو وسط جنوری تک اطلاع دیدیں۔

دوسرے حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں اور اسکی صراحت کر دیں کہ انہیں چاروں جلدیں مطلوب ہیں یا صرف تیسری اور چوتھی جلد۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۷۳۱۳ - کراچی - ۳

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi.
Editor: KHURSHID ALAM

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار طلوع اسلام کراچی

جلد نمبر ۸ شمارہ ۴۸	کراچی : ہفتہ - ۳۱ دسمبر ۱۹۵۵ء	قیمت چھ آ[نے] سالانہ پندرہ ر[وپے]

قرآن نے کیا کہا؟

جو جماعت نظام ربوبیت کے قیام کی خاطر اٹھیگی ہو نہیں سکتا کہ وہ ان لوگوں کے ہاتھوں شکست کھا جائے جو غلط نظام کے قیام اور بقا کے لئے کوشاں ہوں ۔ ان مخالفین کا جماعت مومنین پر غالب آجانا تو ایک طرف یہ ان کی ہمسری اور برابری بھی نہیں کر سکینگے ۔ یہ دونوں کبھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے ۔ ام نجعل الذین آمنوا وعملوا لصالحات کالمفسدین فی الارض ۔ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو جو دنیا میں ناہمواریاں پیدا کرتے ہیں ان لوگوں کے برابر کر دینگے جو ہمارے صحیح نظام پر یقین رکھتے ہیں اور صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں ؟ ام نجعل المتقین کالفجار (۳۸/۲۸) کیا ہم ان لوگوں کو جو ہمارے قانون کی نگہداشت کرتے ہیں ان کے برابر کر دینگے جو اپنی زندگی ان قوانین سے الگ ہٹ کر گزارتے ہیں ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ وما یستوی الاعمیٰ والبصیر ۔ اندھا اور آنکھوں والا کبھی برابر نہیں ہو سکتے ۔ ولا الظلمت ولا النور ۔ نہ ہی روشنی اور تاریکی ایک جیسی ہو سکتی ہے ۔ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات (۳۵/۲۲) نہ ہی مردہ اور زندہ برابر ہو سکتے ہیں ۔ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا (۴/۱۴۱) ہمارے نظام سے انکار کرنے والے لوگ کبھی اس جماعت پر غالب نہیں آسکتے ہیں جو اس نظام کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے ہوں!

طلوع اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ....

1. تنہا انسانی عقل زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہنمائی کیلئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔
2. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے اس لئے نوع انسانی اب قرآن کی راہنمائی میں منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔
3. عقل اور علم کا معیار قرآن ہے۔ جو بات قرآن کے خلاف ہو سمجھ لو کہ وہ اسی لئے غلط ہے۔
4. حضور نبی اکرم انسانی سیرت و کردار کے ارفع ترین مقام پر فائز تھے لیکن مخالفین کی سازشوں نے ہمارے لٹریچر میں ایسی چیزیں شامل کر رکھی ہیں جن سے حضور کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ حضور کی سیرت کو پرکھنے کا معیار خود قرآن کریم ہے۔
5. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔
6. اس نظام کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں (انہیں قانون شریعت کہا جاتا ہے)۔ یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔
7. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فرد معاشرہ اپنی ضروریات زندگی سے محروم نہیں رہتا۔ اسے ربوبیت عالمین (تمام نوع انسانی کی پرورش) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
8. ربوبیت عالمین کے مقصد عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں۔ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ہو اور اس طرح کوئی انسان دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ اسے قرآنی نظام ربوبیت کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ....

پہلے پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں قرآنی نظام ربوبیت قائم ہو جائے جو صفات خداوندی کی روشنی میں ہر انسان کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما کا واحد ذریعہ ہے تاکہ [illegible]

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

- ★ ایک داعیٔ انقلاب کی راہ
- ★ نیست ایں کارفقیہاں اے پسر!
- ★ ایفائے عہد
- ★ حرف آخر
- ★ اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام
- ★ سال گزشتہ پر ایک نظر
- ★ ذرا ہمت سے کام لیجئے
- ★ مسٹر ڈیسائی کا چیلنج
- ★ مودودی صاحب کی تقریر
- ★ تو اے کبوتر بام حرم چہ می دان[ی]
- ★ مغرب کے لئے کرنے کا کام

ISLAMIC CONSTITUTION.

(LETTER No. 4)

QURANIC RESEARCH CENTRE,
Post Box 7313, Karachi,
Dated, 21—12—55.

Dear Brother,

In three earlier letters I have tried to explain the fundamental principles on which an Islamic Constitution should be based. Their essence is that the Quran gives eternal and immutable principles for the guidance of human affairs and that in the light of the Quranic principles the Islamic State of every age is fully competent to frame subsidiary laws to satisfy the then existing requirements. This basic provision should, in my humble view, be incorporated in Pakistan's Constitution in some such words :—

"The ultimate spiritual basis of all life is eternal, but it reveals itself in variety and change. A society based on this conception of Reality must reconcile, in its life, the categories of permanence and change. The eternal and permanent principles to govern human affairs are contained in the Book of Allah (Al-Quran) in the light of which an Islamic State is required to formulate detailed laws to suit the requirements of its time, guided but unhampered by the laws so framed by previous Islamic States. The Islamic State of Pakistan shall frame its laws, rules and regulations in accordance with this principle."

2. The purpose of the present letter is to invite your attention to one important aspect of the demand that Pakistan's Constitution should be based on "Quran and Sunnah." A constitution worth the name has to be clear, definite and unambiguous. The term "Quran & Sunnah" does not, wholly satisfy this essential requirement. "Quran" conveys, no doubt, a definite connotation, namely, a book in Arabic beginning with the word "Alhamd" and ending with the word "Wannaas", every word of which is authentic and unalterable. But "Sunnah" conveys no such precise connotation.

If "Sunnah" must be incorporated in the constitution then it is most essential that the underlying intention should be clearly and categorically expressed stating exactly as to what is meant by "Sunnah" and in which compilation it is to be found. It will not do just to say that "Sunnah" means the "established way the Prophet lived his life". It will be necessary to explain who "established" it, under whose authority and by what method, and where it is laid down. Also whether the "Sunnah" so defined is acceptable to the entire Muslim population of Pakistan or to only a section thereof. Any indifferent use of the term "Sunnah", without a comprehensive explanatory note, would be dangerous and open the way to many serious complications. The dismissed Constituent Assembly of which you are the successors, was indiscreet in using the term in the Objectives Resolution without making sure what it actually signified and thereby landed itself in untold difficulties.

I do hope you will not allow the sad story to be repeated but will be prepared to face facts, and if you must agree to the incorporation of the term, you will have it properly defined.

Yours Sincerely,
G. A. PARWEZ,
Director Quranic Research Centre,

To

ALL MUSLIM MEMBERS OF THE CONSTITUENT ASSEMBLY.

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار

طلوع اسلام

جلد ۸ — ہفتہ — ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۵ء — نمبر ۴۸

ایک داعی انقلاب کی راہ

بیا ور بدگرایں حباب و سخن دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد!

دنیا میں جو شخص مروجہ عقائد و نظریات کی تائید کے لئے اٹھتا ہے بغیر یہ تحقیق کئے کہ وہ صحیح ہیں یا غلط اس کیلئے زندگی کی راہیں بڑی آسانیوں اور خوش خرامیوں کی راہیں ہوتی ہیں۔ ہر وادی کہکشاں بار اور ہر گوشہ زعفران زار۔ وہ جب پہلے دن اپنی آواز بلند کرتا ہے تو لاکھوں، کروڑوں انسانوں کو اپنا ہم نوا پاتا ہے۔ وہ جب اور جہاں، اپنے سامعین سے خطاب کرتا ہے تو ان میں سے ہر متنفس

یہ سمجھتا ہے کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

وہ جب ان متوارث رسوم و مسالک کی تائید میں (بزعم خویش) دلائل و براہین پیش کرتا ہے — اور دنیا میں کونسا عقیدہ اور تصور ایسا ہے جس کے حق میں عقل حیلہ جو، دلائل نہیں تراش سکتی — تو عوام کا گروہ عظیم اسے اپنے عہد کا سب سے بڑا مفکر قرار دیتا ہے۔ وہ جس طرف سے گذرے، ہزاروں انسان اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ اس طرح وہ ان کا مسلمہ لیڈر بن جاتا ہے۔ عقیدتمند اس کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرتے اور اس کے حضور سر نیاز خم کرتے ہیں ہر طرف سے اس پر پھولوں کی بارشیں ہوتی ہیں۔ ہر سمت سے "زندہ باد" کے فلک بوس نعروں سے اس کا استقبال کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے دنیا بھر کے سامان راحت و آسائش مہیا کئے جاتے ہیں۔ متبعین اس کے جلو میں اور خدام اس کی بارگاہ میں دست بستہ ایستادہ رہتے ہیں۔ اس کے سب کام بلا مزد و معاوضہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر معتقد اس کی خدمت کو موجب ہزار ثواب و سعادت سمجھتا ہے وہ جس شخص یا گروہ کو اپنا حریف خیال کرتا ہے اسے کچلنے کے لئے اسے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرنا پڑتا کہ اسے باطل پرست اور فتنہ پرداز قرار دے کر اس کی مخالفت کو "جہاد فی سبیل اللہ" سے تعبیر کر دے اور اس طرح عوام کے جذبات کو اس کے خلاف مشتعل کرتا رہے۔ اس مہم کو سر کرنے کے لئے دولت کے ڈھیر اس کے قدموں میں لگ جاتے ہیں اور رضاکاروں کی جماعتیں اس کے اشارہ پر جان تک دینے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ اب وہ مفکر کے ساتھ مجاہد بھی بن جاتا ہے اور ایک مہیب قوت کا مالک۔ اسی قوت کے بل بوتے پر وہ دوسروں کو ڈرا کر، دھمکا کر، اپنے سب کام نکالتا رہتا ہے۔

عزت، آسائش۔ دولت۔ قوت۔ امارت یہ سب فتوحات اس کے حصے میں آتی ہیں جو عوام کے عقائد و تصورات کی تائید کے لئے اٹھتا ہے۔

اس کے برعکس اس شخص کی حالت پر غور کیجئے جو عوام کی رو میں بہنے کی بجائے، زمانے کے دھارے کا رخ صحیح سمت کی طرف موڑنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے وہ مروجہ عقائد اور موروثی نظریات میں سے ایک ایک کو لیتا ہے اور انہیں ایک غیر متبدل معیار پر پرکھ کر حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دیتا ہے۔ جب وہ عوام کے کسی غلط عقیدہ یا مسلک کے خلاف لب کشائی کرتا ہے تو بھری محفل میں اپنے آپ کو تنہا پاتا ہے۔ اس کا کوئی محرم اور کوئی ہم نوا نہیں ہوتا۔ اسے کوئی ایک ساتھی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس کی تائید کے لئے اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ وہ تنہا اٹھتا ہے تنہا چلتا پھرتا ہے، اور اس تنہائی سے اکتا کر خود ہی کہتا ہے کہ

غریبم در میان محفل خویش
تو خود گو با کہ گویم مشکل خویش
ازاں ترسم کہ پنہانم شود فاش
غم خود را نگویم با دل خویش!

وہ اپنے پیغام کو لے کر، کو بہ کو، دہ بدہ، قریہ قریہ پھرتا ہے اور ہر ایک سے کہتا ہے کہ

بیا در یدگر ایں جا بود سخن دانے
غریبِ شہر سخن ہائے گفتنی دارد

لیکن کوئی اس کی آواز پر کان نہیں دھرتا۔ وہ تھک کر بیٹھ جاتا اور ایک گہری سوچ میں ڈوب کے اپنے آپ سے کہتا ہے کہ

من شاید نخستیں آدمم از عالمے دیگر!

لیکن اس کے پیغام کی صداقت اور اس صداقت پر اس کا یقین، اُسے آرام سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ وہ پھر اُٹھتا ہے اور باندازِ دگر اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ کچھ لوگ اس کے قریب آتے ہیں اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ لیکن وہ یہ جانتے ہوئے کہ یونہی سطحی طور پر کسی انقلابی دعوت کی تائید کرنے والے اپنے آپ کو اور خود اس دعوت کو کس قدر نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان سے کھلے الفاظ میں کہتا ہے کہ

زمرغانِ چمن نا آشنایم بشاخِ آشیاں تنہا سرایم
اگر نازک دلی از من کراں گیر کہ خونم می تراود از ندایم

وہ اپنے پیغام کو اسی طرح دہرائے چلا جاتا ہے تا آنکہ وہ (پیغام) فضا میں اپنے نقوش مرتب کرنے شروع کر دیتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کو خطرہ محسوس ہوتا ہے جو اس کی اس انقلابی دعوت میں اپنی ان مفاد پرستیوں کی ہلاکت دیکھتے ہیں۔ وہ اس کی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ مخالفتوں کے اس ہجوم کے مقابلہ میں اپنے آپ کو تنہا پاتا ہے اور اپنے اللہ سے دعا کرتا ہے کہ

باپرستارانِ شب دارم ستیز
باز روغن در چراغِ من بریز

وہ ان مخالفت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (۲/۱۱۱) اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس کی تائید میں دلائل و براہین پیش کرو۔ لیکن ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ دلیل و برہان کیا ہوتی ہے۔ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ (۴۳/۲۳) ہم نے اپنے اسلاف کو اس مسلک پر چلتے دیکھا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ کل خیر فی اتباع من السلف (شاطبی جلد اول صفحہ ۲۳۴) نجات و سعادت، اسلاف کی اتباع ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ہم ان کے نقوشِ قدم سے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہٹنا نہیں چاہتے۔ وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (۲/۱۷۰) ذرا سوچو کہ اگر تمہارے اسلاف کی عقلی سطح اتنی اونچی نہ ہو کہ وہ حق کا ادراک کر سکے اور ان کے سامنے صحیح راستہ نہ آیا ہو، تو کیا تم پھر بھی انہی کے راستے پر چلتے جاؤ گے؟ اس جواب سے ان مفاد پرستوں کے سرغنوں کے ہاتھ میں مخالفت کا بہت بڑا حربہ آجاتا ہے۔ وہ عوام کے جذبات کو یہ کہہ کر مشتعل کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو! یہ شخص تمہارے بزرگوں کی توہین کرتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ وہ بے وقوف تھے۔ بے عقل تھے۔ گمراہ تھے۔ وہ سب غلط راستے پر چلتے تھے۔ صحیح راستے پر چلنے والا یہی ایک آیا ہے! اس قسم کی فتنہ انگیز باتوں سے وہ عوام کے جذبات کو بھڑکاتے اور انہیں اس کی ایذا رسانی پر اُکساتے رہتے ہیں۔ اس طرح وہ اس کے خلاف ایسا محاذ کھڑا کر دیتے ہیں کہ وہ جہاں جاتا ہے اس کی بات سُننے اور سمجھے بغیر اس کی مخالفت شروع ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ لوگ علم و سند اور دلائل و براہین سے اس کے دعوے کی تردید نہیں کر سکتے۔ اس لئے جذبۂ انتقام اور احساسِ کمتری کی بنا پر اس کے خلاف اوچھے ہتھیاروں پر اتر آتے اور اسے گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ یہ جھوٹا (کذاب) ہے۔ مفتری اور فتنہ پرداز ہے۔ باطل پرست (ساحر) ہے۔ پاگل (مجنون) ہے۔ اس قسم کی سوقیانہ تضحیک و استہزاء کے ساتھ اسے ڈرایا اور دھمکایا بھی جاتا ہے کہ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا (۱۴/۱۳) یا تو تم ہمارا مسلک اختیار کر لو ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال باہر کریں گے۔ وہ ان گالیاں دینے اور ڈرانے دھمکانے والوں سے پوچھتا ہے کہ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ (۱۱/۷۸) کیا تم ہزاروں، لاکھوں میں ایک انسان بھی ایسا نہیں جو متانت و سنجیدگی اور غور و فکر سے کام لے کر سوچے کہ میں کیا کہتا ہوں اور تم کیا کر رہے ہو؟ لیکن وہ اس کی پھبتیاں اڑانے اور آوازے کسنے کے سوا اس کا کچھ جواب نہیں دیتے اور اپنے حلقہ نشینوں سے یہ کہہ کر اپنی استدلالی بے مائیگی اور علمی تہی دامنی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم ایسے بچھوروں کو منہ نہیں لگانا چاہتے۔ اس داعیٔ انقلاب سے ہمدردی رکھنے والے اس سے پوچھتے ہیں کہ ان مخالفت کرنے والوں کی سمجھ میں تمہاری بات کیوں نہیں آتی تو وہ ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا کہ

زخود رمیدہ چہ داند نوائے من زکجاست
جہان او دگر است و جہانِ من دگر است

وہ ان جگر خراش مشکلات کے طوفان اور جاں گسل مصائب و نوائب کے سیلاب بے پناہ کا مردانہ وار مقابلہ کئے جاتا ہے لیکن بالآخر۔۔۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت۔۔۔ کبھی کبھی اپنی تنہائیوں سے گھبرا جاتا ہے اور جھنجلا کر پکار اُٹھتا ہے کہ

یا بکش در سینۂ من آرزوئے انقلاب
یا دگرگوں کن نہادِ ایں زمان و ایں زمیں

یا چناں کن یا چنیں!

اور جب کسی کا دامنِ رافت و محبت اس کے آنسو پونچھنے کے لئے آگے بڑھتا ہے تو اس کے دل میں بھولے ہوئے دکھوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اس کے سینے کے زخم ہرے ہو جاتے

ہیں اور وہ سسکیاں لیتے ہوئے درد و کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہتا ہے کہ

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لئے مئے حیات

کہنہ ہے بزم کائنات۔ تازہ ہیں میرے واردات

کبھی کبھی شدتِ احساس اس درجہ تیز ہو جاتی ہے کہ وہ راتوں کی تنہائیوں میں اُٹھ کر سوچتا ہے کہ ساری دُنیا جو میری دعوت کو جھٹلاتی ہے تو کہیں میں ہی غلطی پر تو نہیں؟ اس سے وہ اپنے پیغام پر پھر غور کرتا ہے اور اس کی نگہِ بصیرت اس کی صداقت کو اور نکھار کر سامنے آتی ہے۔ وہ اس کی وجہ البصیرت ایمان و ایقان کی قوت سے تازگی حاصل کرکے پھر مصروفِ تگ و تاز ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس کی ساری عمر مسلسل جد و جہد اور پیہم تزاحم و تصادم میں گزر جاتی ہے اس لئے اسے کبھی کبھی یہ خیال بھی آتا ہے کہ معلوم میری تمام عمر صرفِ کاوش و کاہش ہی ہو جائے گی یا ان سعی و عمل کے درخشندہ نتائج بھی میرے لئے وجہ شادابیٔ قلب و نظر بن سکیں گے؟ اس حسین آرزو کے جواب میں، ایک بے صوت صدا یہ کہہ کر اس کے لئے سامانِ صد ہزار طمانیت بہم پہنچا دیتی ہے کہ تیرا کام اس پیغام کو عام کرتے جانا ہے۔ یہ دیکھنا نہیں کہ اس کے نتائج کب مرتب ہو کر سامنے آتے ہیں۔ یہ کچھ ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق ہوگا۔ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (۱۳/۴۰) اس طرح وہ انجام کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنی تگ و تاز کو تیز تر کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی مخالفت بھی شدید تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ تا آنکہ وہ ایسے انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتی ہے کہ يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (۲/۲۱۴) یہ داعیٔ انقلاب اور اس کے ساتھی پکار اُٹھتے ہیں کہ اے نصرتِ خداوندی! تیرے آنے کا وقت کب ہوگا؟ کبھی تو ایسا ہوتا ہے، کہ اس پکار کے جواب میں یہ پیغامِ جاں فزا فردوسِ گوش بنتا ہے کہ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (۲/۲۱۴)۔ دیکھو! وہ نصرتِ خداوندی آپہنچی۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انہیں مزید استقلال و استقامت کی تاکید کی جاتی ہے اور اس طرح ان کی ساری عمر جد و جہد اور تگ و تاز ہی میں گزر جاتی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی کہ یہ داعیٔ انقلاب تنہا آتا ہے۔ تنہا رہتا ہے اور یہ کہہ کر تنہا یہاں سے چلا جاتا ہے کہ

چو رخت خویش بربستم ازیں خاک　　ہمہ گویند با ما آشنا بود

ولیکن کس ندانست ایں مسافر　　چہ گفت و با کہ گفت و از کجا بود

یعنی یوں تو اس کے گرد جاننے پہچاننے والوں کا ایک جمگھٹا رہتا تھا لیکن ان میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا پیغام کیا ہے۔

یہ ہیں وہ لوگ جن کے متعلق جرمن شاعر (RILKE) نے کہا ہے کہ

Each torpid turn of the world
has such disinherited children,
to whom no longer what's been, and
not yet what is coming, belong.

یعنی جب دنیا جمود و تعطل کے بعد ایک نیا موڑ مڑنے لگتی ہے تو وہاں کچھ ایسے "محروم الارث یتیم" نظر آتے ہیں جو حاضر و موجود کو از خود تیاگ دیتے ہیں اور جو کچھ اس کی جگہ متشکل ہونے والا ہوتا ہے وہ ہنوز ضمیرِ کائنات میں پہلو بدل رہا ہوتا ہے اور اس کے آب و تاب سے موزوں ہونے میں ابھی وقت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس سے بھی بہرہ یاب نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا وہ ماضی اور مستقبل دونوں کے ترکہ سے محروم رہتے ہیں۔ یہ حالت ہوتی ہے اس داعیٔ انقلاب کی جس کے نزدیک مروّج و موجود غلط قرار پا جائے اور اس کی جگہ جن اقدار کے متمکن ہونے کے لئے وہ مصروفِ جد و جہد رہے وہ اس کی زندگی میں نُمود پذیر نہ ہوں۔ وہ دنیا میں تنہا آتا ہے اور تخمِ انقلاب کی آبیاری کرکے تنہا دُنیا سے چلا جاتا ہے کہ بعد میں آنے والے اس کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوں۔ اسے اس کا افسوس نہیں ہوتا کہ اس نے اپنی جانفشانیوں کے نتائج اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھے۔

حضرات انبیاء کرامؑ دنیا میں سب سے بڑے داعیِ انقلاب ہوتے ہیں۔ وہ ہر حاضر و موجود کو، خواہ اس کے ساتھ کتنی ہی مقدس نسبتیں کیوں نہ وابستہ ہوں تنقیدی نگاہ سے دیکھ کر مستقل اقدار کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جو کچھ اس پر پورا نہ اترے اس کے متعلق اپنی پوری قوم (حتّٰی کہ خود اپنے اہلِ خاندان تک) سے برملا کہہ دیتے ہیں کہ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (۲۱/۵۲) اور انہیں ڈانٹ کر کہتے ہیں کہ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ (۲۱/۶۷) عام داعیانِ انقلاب اور حضرات انبیاء کرام میں فرق یہ ہوتا ہے کہ ان پر کبھی وہ ارتیابی اور اضطرابی کیفیت طاری نہیں ہوتی جو ہجومِ یاس کی وجہ سے کبھی کبھی اوّل الذکر کو گھیر لیتی ہے۔ یہ حضرات حقائقِ مستور کو اپنی نگاہوں سے بے نقاب دیکھ لیتے ہیں اس لئے انہیں اپنی دعوت پر عین الیقین ہوتا ہے۔ دیگر داعیانِ انقلاب اس مقام تک، غور و تدبر کے بعد تجرباتی طریق سے پہنچتے ہیں۔

سلسلۂ انبیاء کرامؑ نبی اکرمؐ کی ذات اقدس و اعظم پر پہنچ کر ختم ہو گیا۔ لیکن جس آسمانی انقلاب کی طرف وہ دعوت دیتے تھے، وہ قرآن کی شکل میں قیامت تک باقی رہے گا۔ لہٰذا اب دعوتِ انقلاب علیٰ منہاجِ نبوت کے معنی ہیں، دعوت الی القرآن۔ رسول اللہؐ نے جب قرآن کی طرف دعوت دی تو ہر طرف سے اس آواز کی مخالفت ہوئی۔ انہی مخالفین میں وہ اہلِ کتاب بھی تھے جن کے لئے یہ آواز کچھ نئی نہیں تھی۔ انہیں حضورؐ بار بار کہتے کہ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (۴۶/۹) میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔ نہ ہی جو کچھ میں کہتا ہوں وہ کوئی نئی بات ہے۔ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا (۲/۱۳۵)، یہ ہی

مسلک کی طرف دعوت ہے جسے تمہارے مورثِ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ نے پیش کیا تھا۔ اس لئے لَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ (۲/۴۱) تمہیں تو یہ زیب نہیں دیتا کہ تم ہی سب سے پہلے اس دعوت سے انکار کرو اور اس کی مخالفت پر اُتر آؤ۔ لیکن ان دلائل و براہین کو کون سُنتا تھا؛ انہوں نے مخالفت کی اور جی بھر کر مخالفت کی۔

حضورؐ کے بعد بعینہٖ یہی صورت ہر اس داعیِ انقلاب کے ساتھ پیش آتی ہے جو قرآن کی طرف دعوت دینے کے لئے اٹھتا ہے۔ وہاں مخالفت سابقہ اہلِ کتاب کی طرف سے تھی۔ اب وہی مخالفت خود مسلمانوں کی طرف سے ہوتی ہے حالانکہ یہ اُٹھتے بیٹھتے ہی قرآن کو زندگی کا واحد ضابطۂ قوانین اور خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی آخری اور مکمل ہدایت بھی کہتے ہیں۔ یہ بات بظاہر بڑی تعجب انگیز اور حیرت افزا نظر آتی ہے کہ ایک قوم ایک کتاب پر ایمان کی بھی مدعی ہو لیکن جب اسے اس کتاب کی طرف آنے کی دعوت دیجائے تو وہ اس دعوت کی شدید ترین مخالفت کرے۔ بات فی الواقعہ تعجب انگیز ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ یہ ایک ایسی حقیقت نفس الامری ہے جس پر تاریخ اور خود ہمارا دور شاہد ہے۔ اس مخالفت میں، مسلمانوں کا ردِ عمل، ان کے اعتراضات اور (بزعم خویش) دلائل بعینہٖ وہی ہوتے ہیں جنہیں قرآن نے اقوامِ سابقہ، اور نبی اکرمؐ کے زمانہ میں اہلِ کتاب کی طرف سے پیش کردہ بیان کیا ہے۔ وہی۔ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ (۴۳/۲۳) کی اسلاف پرستی کی دلیل! اور پھر مخالفت میں لفظاً بہ لفظ اور قدم بقدم اُن ہی کی روش کی تقلید۔ ان حالات میں آپ اندازہ لگا لیجئے کہ ایک داعیِ الی القرآن کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ کس طرح ان تمام آسائشوں اور راحتوں سے محروم رہ جاتا ہے جو روشِ عامہ کی تائید کرنے کی صورت میں پکے ہوئے پھل کی طرح از خود اس کی جھولی میں آگرتی تھیں۔ وہ صرف ان آسائشوں اور راحتوں ہی سے محروم نہیں رہتا بلکہ ہر طرف سے ہدفِ طعن و تشنیع اور موردِ سب و شتم بھی بنتا ہے۔ یہ سب اس جرم کی پاداش میں کہ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ۔ وہ کہتا ہے کہ رب صرف اللہ ہے۔ اور اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ (۷/۳) صرف اسی کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل ہوا ہے اور اس کے علاوہ اور کسی کارساز کی اتباع مت کرو۔

- میری دعوت یہی ہے اور اسی کی پاداش میں میرے ساتھ وہ کچھ ہو رہا ہے جو ہر داعیِ انقلاب کے لئے مقدر ہے۔ [بہت کم ایسا ہوا ہے کہ میں نے اس دعوت سے دلچسپی رکھنے والوں کو براہِ راست مخاطب کیا ہو۔ لیکن پچھلے دنوں مجھے احباب کی طرف سے اتنے خطوط موصول ہوئے ہیں کہ میں نے ضروری سمجھا کہ ہفتہ وار طلوعِ اسلام کی اس آخری اشاعت میں، متکلم کے صیغہ میں ان سے کچھ باتیں کرلوں۔ یہ ہے اُس "تشبیب" کے بعد اس نامانوس سی "گریز" کی وجہ] میری زندگی کا ابتدائی دور اسی روشِ عامہ کی تقلید میں گزرا جس میں نہ ذہن کے لئے کسی فکری کاوش کی ضرورت ہوتی ہے نہ قلب کے لئے کسی احساسی اضطراب کی، لیکن جس کے راستے میں راحتیں اور آسائشیں امارتیں اور قیادتیں آنے والے کے انتظار میں صف بستہ! کھڑی ہوتی ہیں۔

بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

لیکن قبل اس کے کہ میں ان سحر آفریں مناظر میں کھو جاتا، قرآن کی نورانی مشعل میرے سامنے آگئی جس نے ہر فریب سے پردہ اٹھا کر ہر شے کو اس کے صحیح صحیح مقام پر دکھا دیا۔ یہ کس طرح سے ہوا، اس کی تفصیل طول طویل ہے۔ اگر میں نے کبھی اپنی زندگی اور اس کی کشمکش کے احوال و کوائف منضبط کئے تو یہ دلچسپ داستان بھی سامنے آجائے گی۔ لیکن سب کچھ کہہ چکنے کے بعد بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ سب مبدارِ فیض کی کرم گستری سے ہوا۔ اگر اس کی توفیق شاملِ حال نہ ہوتی تو ان نظر فریب جاذبیتوں کی سحر کار بھول بھلیوں سے نکلنا میرے لئے ناممکن تھا ــــ وہ سحر کار جاذبیتیں کہ اب جن کی طرف میں نگہِ بازگشت ڈالتا ہوں تو بھیانک دلدل اور خار دار جھاڑیوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتیں۔ میرا دامن ان خار دار جھاڑیوں سے ایک ہی جھٹکے میں نہیں چھوٹ گیا تھا۔ اس سے ایک ایک کانٹا الگ کرنا پڑا تھا اور اس میں برسوں لگ گئے تھے۔ میری زندگی کا سب سے تلخ اور صبر آزما زمانہ وہی تھا جس میں میں اس تگ و تاز میں مصروف تھا۔ یہ درحقیقت بیم و رجا کا ایک دورانیہ تھا جس پر میں عجیب کشمکش میں کھڑا تھا۔ ایک طرف وہ جنت تھی جو بغیر کسی محنت و مشقت کے سامنے رکھی تھی۔ صرف یہاں کی راحتوں اور آسائشوں کی جنت ہی نہیں بلکہ آخرت کی جنت بھی جس کے متعلق سمجھایہ جاتا تھا (اور روشِ عامہ کی تقلید میں یہی سمجھا جاتا ہے) کہ وہ نہایت آسانی سے خریدی جاسکتی ہے ــ اور دوسری طرف سنگلاخ وادیوں اور "تیشہ و سنگِ گراں" کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ جنت ہاتھ سے چھنتی نظر آرہی تھی۔ اور دوسری طرف ہنوز دور دور تک کسی شگفتگی و شادابی کا نشان تک دکھائی نہیں دیتا تھا۔ متوارث عقائد کا نفسیاتی اثر غیر شعوری طور پر (گوسالہ کی محبت کی طرح) دل کی گہرائیوں میں پیوست تھا اور یہ نئے تصورات بہت آہستہ آہستہ، اُفقِ ذہنی سے قلب کی سطح پر اُتر رہے تھے۔ اس لئے ان کی صداقت پر ابھی حتمی اور قطعی یقین بھی نہیں تھا میں جب اس کشمکش کی ہمت شکن تلخیوں کو یاد کرتا ہوں جن کے نشتر ایک سانس میں پیوستِ رگِ جان ہوتے رہتے تھے۔ تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میری حالت وہی تھی

جس کے متعلق حضرت علامہ نے کہا ہے کہ

اسی کشمکش میں گذریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومیؔ کبھی پیچ و تابِ رازیؔ

لیکن میں قدم قدم پر اُس بارگہِ صمدیت کے حضور سجدہ ریز ہوں جس کی عطا فرمودہ ہمت اور بصیرت سے بیں بیم و رجا کے اس جاں گسل اور جگر خراش مرحلے سے بھی بعافیت گذر گیا اور میرا ہر گمان، یقین سے اور ہر شک علیٰ وجہ البصیرت ایمان سے بدل گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس داخلی کشمکش سے نجات مل جانے کے بعد، خارجی مشکلات کا آغاز ہو گیا اور مخالفتوں کا یہ ہجوم دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ اور چلا جا رہا ہے۔ لیکن، یہ حقیقت ہے کہ (اگرچہ بظاہر یہ مشکلات بڑی دشوار گزار دکھائی دیتی ہیں لیکن) یہ اُس داخلی کشمکش کی جگر گدازی اور سینہ سوزی کے مقابلہ میں ہیچ ہیں جس کا ذکر اوپر کر چکا ہوں۔ اس فرق کو صحیح طور پر سمجھانے کے لئے مجھے وقت پیش آتی اگر میرے سامنے غالب کا یہ شعر نہ آجاتا جس میں اس نے اپنے ایسی ہی واردات کو دعائیہ رنگ میں یوں پیش کیا ہے کہ

ننالم از ستمِ غیر۔ بر تو باد۔ کہ تو
مرا بدستِ منِ دیو سار نگزاری۔

لہٰذا ان مخالفتوں اور مشکلوں کا میں نے نہ کبھی اثر لیا ہے اور نہ ہی ان کی کوئی شکایت ہے شکایت کی تو بات ہی کچھ نہیں' اس لئے کہ میں جب جی چاہے انہیں ختم کر سکتا ہوں۔ شاید ہی کوئی دن ایسا جاتا ہو کہ ملک کی بڑی بڑی "مقبولِ عام" جماعتوں اور باثر شخصیتوں کی طرف سے مجھے اس قسم کے پیغام نہ آتے ہوں کہ اگر میں فلاں معاملہ میں ان سے مفاہمت کرلوں تو ان کا پورا تعاون مجھے حاصل ہو سکتا ہے۔ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (۶۸/۹)

لہٰذا ان مشکلات کا گلہ کیسا جن کا ختم کر دینا اپنے بس کی بات ہو۔ حق سے ذرا پیچھے ہٹنا ہی تو ہے، یہ تمام مخالفتیں، رفاقتوں میں بدل سکتی ہیں! اس لئے ان ناسا عد حالات سے ذاتی طور پر میں متاثر نہیں ہوتا، البتہ اس سے اس مشن کے راستے میں جس قدر رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں، ان کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ لیکن یہ رکاوٹیں کہاں نہیں پیدا ہوئیں جو یہاں پیدا نہیں ہوں گی؛

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبیؔ

میں نے اپنے ذاتی واردات و تجربات اور احوال و کوائف میں سے یہ چند ریزے اس لئے احباب کی خدمت میں پیش کئے ہیں کہ ان میں انہیں اُن کے اس قسم کے سوالات کا جواب مل جائے گا کہ ملک کی باقی جماعتیں اور تحریکیں اس تیزی سے بڑھ اور پھیل رہی ہیں اور قرآنی فکر کی یہ آواز بڑی سست خرام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو دعوت اور تحریک روشِ عامہ کی تائید میں اٹھے گی اس کے بڑھنے اور پھیلنے میں نہ دقت لگے گا نہ کوئی دقت پیش آئے گی۔ وہ دعوت اور تحریک تو پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ اسے صرف منظم کرنا ہوتا ہے۔ لیکن جو تحریک فکری انقلاب کی دعوت پیش کرے اور اس میں ہنگامی جذبات کو قطعاً دخیل نہ ہونے دے۔ اس کی رفتار کبھی شعلہ صفت اور برق آسا نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کی تحریک خارجی تبدیلی سے پہلے داخلی تبدیلی چاہتی ہے ــ اور بہت بڑی داخلی تبدیلی۔ میں اپنے حلقۂ فکر کے تمام احباب سے فرداً فرداً متعارف نہیں ہوں لیکن جن احباب سے ذاتی طور پر میں واقف ہوں (خواہ وہ مقامی ہوں یا باہر کے) اور جو اس تحریک کی تیز رفتاری کے لئے مخلصانہ طور پر آرزومند ہیں' میں نے جب ان کا مطالعہ کیا تو ان میں سے بھی بہت کم ایسے دکھائی دیئے جن میں وہ فکری اور قلبی تبدیلی کما حقہ آچکی ہو جو قرآنی انقلاب کے لئے شرطِ اولیں ہے میری ان تمام احباب سے جو اس انقلاب کے بروئے کار آنے کے متمنی ہیں' درخواست ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنا جائزہ لے کر دیکھیں کہ ان میں ذہنی اور قلبی تبدیلی کس حد تک پیدا ہو چکی ہے۔ ذہنی یہ کہ کیا وہ علیٰ وجہ البصیرت سمجھ چکے ہیں کہ قرآن چاہتا کیا ہے اور جس انقلاب کے لئے وہ اس قدر بیتاب ہیں، اس کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اور قلبی تبدیلی یہ کہ کیا وہ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار پاتے ہیں کہ ان کا جو عقیدہ، نظریہ، تصور یا مسلک اور عمل قرآن کے خلاف ہو' اسے بلا تامل و تذبذب، دل کے پورے اطمینان کے ساتھ چھوڑ دیں اور جو روش قرآن متعین کرے اس پر استقلال و استقامت سے گامزن ہو جائیں۔ اگر وہ اپنے اندر اس قسم کی تبدیلی پاتے ہیں تو پھر انہیں سمجھنا چاہیئے کہ قرآنی انقلاب کے لئے ان کی تمنا صحیح بنیادوں پر استوار ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس انقلاب کے لئے عملاً کچھ کر سکیں گے۔ اس قسم کے احباب میں باہمی رابطہ پیدا کر کے اجتماعی مشاورت کی شکل پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس سے بہتر نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

بعض احباب نے لکھا ہے کہ مجھے چاہیئے کہ ایک ایسا تربیتی مرکز قائم کر دوں جس میں ایسے تعلیم یافتہ نوجوان جو قرآنی فکر سے متاثر اور متفق ہوں، کچھ وقت کے لئے میرے زیرِ تعلیم و تربیت رہ کر، اس فکری تحریک کو عام کرنے کا ذریعہ بن سکیں۔ یہ تجویز عمدہ ہے اور ایک عرصے سے خود میرے پیشِ نظر۔ لیکن اس میں دوگونہ دشواریاں ہیں۔ ایک تو اس قسم کے نوجوانوں کا اس مقصد کے لئے تیار (ہی نہیں بلکہ بیتاب) ہونا اور دوسرے اُن کے اخراجات ـ میرا خیال ہے کہ اس کی تو توقع کرنا ہی بیکار ہے کہ کوئی ایسا تعلیم یافتہ نوجوان مل جائے جو اپنا خرچ آپ برداشت کر کے، اس مقصد کے لئے تربیتی مرکز میں آنے کے لئے آمادہ ہو۔ لہٰذا اس کی عملی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ کچھ

تعلیم یافتہ نوجوان ہوں جو اس قسم کی قرآنی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے آرزومند ہوں اور کچھ ذی ثروت احباب ایسے ہوں جو ان میں سے ایک ایک دو دو طالب علموں کا خرچ برداشت کرلیں۔ واضح رہے کہ ان طالب علموں کو بڑا محنتی اور ذہین ہونا چاہیئے اور ان کی تعلیم اچھی خاصی۔ قرآن سمجھنے کے لئے مشرقی اور مغربی دونوں علوم کی ضرورت لاینفک ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ قرآنی فکر کا مبلغ ہونے کے لئے صرف ذہنی تعلیم ہی کافی نہیں۔ اس کے لئے داخلی تبدیلی کی ضرورت بھی اشد ہے داخلی تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ زندگی کی اقدار (VALUES) کے متعلق انسان کا زاویۂ نگاہ بدل جائے اور انسان کا مقصد ہدایت خداوندی کی روشنی میں ربوبیت عامہ قرار پا جائے۔

ضمناً اس فکر کے عام کرنے کے سلسلہ میں ایک بنیادی اصول کا پیشِ نظر رکھنا بھی نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ اس کے لئے کوئی ناجائز طریقہ ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ ناجائز طریق سے حاصل کردہ پیسہ بھی اس کے لئے صرف نہ کیا جائے اور کوئی جھوٹی اور غلط بات کسی سے نہ کہی جائے۔ کئی احباب میرے پاس ایسی ایسی تجاویز (بلکہ پیش کش) لے کر آتے ہیں جن سے روپیہ بڑی آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے اور مروجہ چلن کے مطابق ان میں بظاہر کوئی بات قابلِ اعتراض بھی نظر نہیں آتی۔ لیکن چونکہ وہ قرآنی اصولوں کے مطابق قابلِ اعتراض ہوتی ہے اس لئے میں نہ انہیں قبول کرتا ہوں اور نہ انہیں اس کی جرأت دلاتا ہوں۔ ان میں سے بعض کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ ایک اعلیٰ مقصد کے لئے اس قسم کے ذرائع معیوب نہیں سمجھنے چاہئیں۔ [آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مجھ سے اگلے دنوں ایک بہت بڑے لیڈر نے بھی (جن کی بغل میں قرآن بھی رہتا ہے) یہ کہا کہ نیک مقصد کے حصول کے لئے ہر قسم کا حربہ استعمال کر لینا چاہیئے!] لیکن قرآن، مقصد اور ذریعہ میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ غلط راستہ آپ کو صحیح منزل کی طرف لے جائے۔ لہٰذا اس مشن کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو اس کی خاص طور پر احتیاط کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ایک بات اپنے تجربہ کی بناء پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے قرآن کی آواز کو قریب بیس سال ہوئے تنہا بلند کیا تھا اور اس دوران میں اسے تنہا ہی آگے بڑھاتا رہا۔ اس بے سروسامانی کے باوجود آج پاکستان کا کوئی شہر اور قریہ ایسا نہیں جو اس آواز سے ناآشنا ہو۔ اس کامیابی کا پیغام کی صداقت کے علاوہ، بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ اس پیغام کی نشر و اشاعت میں کبھی کوئی ناجائز ذریعہ استعمال نہیں کیا گیا۔ بات بالکل واضح ہے۔ جو تحریک زندگی کے ہر شعبہ میں دیانت و امانت، اور عدل و احسان کی داعی ہو وہ اگر اپنی کامیابی کے لئے ناجائز ذرائع اختیار کرے تو یہی اس کی سب سے بڑی ناکامی ہے۔

بعض احباب نے کہا ہے کہ میرے ملازمت چھوڑنے سے میری آمدنی میں جو اس قدر کمی آگئی، میرے مشن کی ترقی کی رفتار پر اس کا بھی اثر پڑا ہے۔ جب ملازمت ترک کر دینے کا سوال میرے زیرِ غور تھا تو معاملہ کے دونوں پہلو میرے سامنے تھے ایک طرف یہ حقیقت تھی کہ اس سے میری آمدنی ایک تہائی سے بھی کم رہ جائے گی اور دوسری طرف یہ کہ اس سے مجھے اپنے کام کے لئے سارا وقت مل جائے گا۔ میری زندگی میں "وقت" کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کا راز یہ ہے کہ میں وقت کو صحیح مصرف میں لاتا رہا ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ اب میں عمر کے اس حصے میں پہنچ رہا ہوں جہاں مجھے زیادہ سے زیادہ وقت اپنے مشن کے لئے فارغ کر لینا چاہیئے۔ چونکہ میری نگاہ میں وقت کی قیمت اس آمدنی سے کہیں زیادہ تھی جو مجھے تسلسلِ ملازمت سے ہو سکتی تھی۔ اس لئے میں نے کافی سوچ بچار کے بعد ترکِ ملازمت کو ترجیح دی۔ اور میں اپنے اس فیصلہ پر قطعاً پشیمان نہیں۔ میرا مشن میری زندگی کا جزو بن چکا ہے اور میں، بتوفیق ایزدی اس کے لئے زندگی کے آخری سانس تک مصروفِ کار رہوں گا۔ اگر ذرائع کی کمی یا فقدان میرے افکار و تصورات کی نشر و اشاعت میں حائل ہو جائیں تو مجھے اس کا بھی غم نہیں۔ میں انہیں کم از کم صفحۂ قرطاس پر تو محفوظ کر جاؤں گا۔ اس امید پر کہ یہ شاید، اسی راہ گذر پر کسی بعد میں آنے والے راہرو کے لئے نشانِ منزل کا ذریعہ بن سکیں۔ جو احباب اپنی اپنی جگہ اس فکر کے عام کرنے میں کوشاں ہیں، ان سے بھی میری یہی درخواست ہے کہ وہ اس کی پرواہ کئے بغیر کہ انہیں اس کے لئے کس قدر ذرائع میسر ہیں، اپنی بساط کے مطابق کام کرتے جائیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (۹/۱۲۰)، جو کام مخلصانہ اور حسن کارانہ انداز سے کیا جائے وہ کبھی اکارت نہیں جاتا۔ یہ اس خدا کا قانون ہے جس کے قوانین میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور اسے بھی سمجھ رکھئے کہ اندرونی تبدیلی کوئی معمولی کام نہیں۔ دنیا میں کوئی خارجی انقلاب کبھی اس داخلی تبدیلی کے بغیر پا نہیں سکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ (۱۳/۱۱)، ایک غیر متبدل اور اٹل سنت اللہ ہے۔ اس تبدیلی کے بغیر، خالی جذبات کی بنیادوں پر ہنگامہ خیزیاں تو ہو سکتی ہیں صحیح انقلاب کبھی ظہور میں نہیں آسکتا۔ بالخصوص قرآنی انقلاب جس کا مقصد ہی اقدار کو بدلنا ہے اور اقدار بدل نہیں سکتیں جب تک انسان کا زاویۂ نگاہ نہ بدل جائے

یک منزل را ہمی بینی ز راہ — قیمتِ ہر شے باندازِ نگاہ
نوعِ دیگر بیں جہاں دیگر شود
ایں زمین و آسماں دیگر شود

اسی "نوع دیگر بیں" کو ایمان کہتے ہیں جو داخلی تبدیلی ہی کا دوسرا نام ہے۔ اس تبدیلی کے بغیر کوئی تعمیری انقلاب ظہور میں نہیں آسکتا۔ دنیا کا سب سے بڑا انقلاب جو دنیا کی سب سے بڑی شخصیتؐ (فداہ ابی و امی) کے ہاتھوں برپا ہوا تھا، اس کی بنیاد بھی داخلی تبدیلی ہی تھی۔ لہٰذا اس انداز سے قرآنی انقلاب کے لئے کوشاں ہونا بموجب ارشادِ خداوندی اور مطابق سُنّتِ نبویؐ ہے اور اس کی کامیابی یقینی۔

وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ شَہِیْد۔

اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ لیکن بعید از سپاس گذاری ہوگا اگر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی ہمدردیاں اور رفاقتیں اس دشوار گذار راستہ میں میرے لئے موجب تقویت رہی ہیں۔ انہوں نے میرا ساتھ لوجہ اللہ دیا ہے لیکن چونکہ ان کے ہم عناں ہونے سے میرا سفر سہل ہوگیا اس لئے مجھ پر ان کا شکریہ لازمی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ مَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ (۲۷/۴۰) یہ شکر گذاری بھی خود اپنی ذات کے نمود و ارتقاء ہی کے لئے ہوتی ہے۔

یہی وہ ہمصفیرانِ چمن ہیں جن کی موجودگی سے مجھے یہ اطمینان حاصل ہے کہ

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
میرے اب یہاں رازداں اور بھی ہیں

میرے یہ دیدہ و نادیدہ "رازداں" میرا محبت بھرا اسلام قبول کریں اور اس دعا میں میرے ہم نوا ہوں کہ

یارب درونِ سینہ دلِ باخبر بدہ — در بادہ نشہ را نگرم، آں نظر بدہ
سازی اگر حریفِ یمِ بے کراں مرا — با اضطرابِ موج سکونِ گہر بدہ
شاہینِ من بصیدِ پلنگاں گذاشتی! — ہمت بلند و چنگل ازیں تیز تر بدہ
رفتم کہ طائرانِ حرم را کنم شکار — تیرے کہ نا فگندہ فتد کارگر بدہ
خاکم بنورِ نغمۂ داؤد بر فروز
ہر ذرۂ مرا پر و بالِ شرر بدہ۔

وَالسّلام

پرویز
۲۷ دسمبر ۱۹۵۵ء

حرفِ آخر

یہ سطور ۲۵ دسمبر کو لکھی جا رہی ہیں جبکہ ملک بھر میں قائدِ اعظم (اعلی اللہ مقامہٗ) کا یوم پیدائش منایا جا رہا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جو کچھ ہم، ہفتہ وار طلوع اسلام کی اس آخری اشاعت میں بطور حرفِ آخر کہنا چاہتے تھے، وہ قائدِ اعظم کے یوم پیدائش کے ساتھ منطبق ہو رہا ہے۔ ہم نے کہنا یہ تھا کہ قائدِ اعظم نے جو آخری بات اہلِ پاکستان سے کہی تھی وہ کیا تھی؟ اس سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس وقت، ہندوستان، روس، افغانستان کا جو محور (Axis) پاکستان کو بُری طرح اپنے گھیرے میں لئے جا رہا ہے یہ صورت حالات بڑی تشویش انگیز ہے، اور ذمہ دار حضرات اس کے مداوا کے لئے مختلف تدابیر سوچ رہے ہوں گے۔ لیکن جہاں تک ہم غور کر سکتے ہیں اس کا ایک ہی توڑ ہے اور وہ یہ کہ پاکستان میں بلا مزید تاخیر وہ معاشی نظام رائج کر دیا جائے جسے قرآن ان مصائب و مشکلات کا واحد حل قرار دیتا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال نے اپنے ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کے خط میں قائدِ اعظم کو لکھا تھا کہ

> شریعت اسلامی کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے تو اس کی رُو سے ہر فرد مملکت کو اس کے رزق کی ضمانت (مملکت کی طرف سے) مل جاتی ہے ...... اسلام کے لئے معاشی جمہوریت (یعنی رزق کے سرچشموں کا عوام کے لئے عام ہو جانا) ...... کوئی انقلاب نہیں ہوگا بلکہ حقیقی اور خالص اسلام کی طرف مراجعت ہوگی۔

اور قائدِ اعظم نے اپنی آخری تقریر میں (جو انہوں نے یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو، اسٹیٹ بینک کے افتتاح کے موقع پر کی تھی)، فرمایا تھا کہ

> مغرب کے معاشی نظام نے نوع انسانی کے لئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں..... اس نظام کی رُو سے ہم اپنا نصب العین، یعنی عوام کی مرفہ الحالی اور اطمینان، کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہمیں اپنا راستہ آپ تراشنا چاہیئے اور دنیا کے سامنے وہ نظام پیش کرنا چاہیئے جو اسلام کے، نوع انسانی کی مساوات اور عدلِ عمرانی کے تصور پر مبنی ہو۔

یہ الفاظ کہ اسلام اپنا مخصوص معاشی نظام رکھتا ہے، ہم یہاں برسوں سے مختلف زبانوں سے سنتے چلے آرہے ہیں لیکن وہ نظام درحقیقت ہے کیا۔ اس کے متعلق آج تک کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ طلوع اسلام ایک عرصہ سے اس نظام کو پیش کرتا چلا آرہا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ قرآن کی رُو سے ہر فرد کی بنیادی ضروریاتِ زندگی اور اس کی ذات کی مضمر صلاحیتوں کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچانا مملکت کا بنیادی فریضہ ہے۔ اگر کوئی مملکت اس ذمہ داری کو اپنا فریضہ نہیں سمجھتی یا اس فریضہ کی ادائیگی نہیں کرتی تو وہ مملکت کبھی اسلامی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اسلامی مملکت وہی ہو سکتی ہے جس کے کاروبار میں صفاتِ خداوندی منعکس ہو رہی ہوں اور ان صفات میں سب سے پہلی اور بنیادی صفت، رب العالمین کی صفت ہے یعنی تمام نوع انسانی کی ربوبیت۔ اس میں انسان کے جسم اور اس کی ذات دونوں کے تقاضوں کا پورا کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مملکت اس اہم فریضہ سے اسی صورت میں عہدہ برآ ہو سکتی ہے جب رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے ملت کی مشترکہ تحویل میں رہیں۔

ہم اس حقیقت کو برسوں سے دُہرائے جا رہے ہیں لیکن اربابِ اقتدار اور مذہب پرست طبقہ دونوں کی طرف سے اس کی مخالفت ہو رہی ہے۔ اربابِ اقتدار کی طرف سے اس لئے کہ اس سے خود ان کے مفاد پر زد پڑتی ہے اور مذہب پرست طبقہ کی طرف سے اس لئے کہ وہ اس مذہب کا علمبردار ہے جو ہمارے دورِ ملوکیت میں وضع ہوا تھا (اور جو اس دین کی نقیض ہے جسے نبی اکرمؐ نے خدا سے لے کر دنیا کو دیا تھا) اور اس کے اپنے مفاد خود اس سرمایہ دار طبقہ سے وابستہ ہیں۔

لیکن ہم اس حقیقت کو ایک مرتبہ پھر دُہرا دینا چاہتے ہیں کہ اگر پہلے اس کی ضرورت شدید تھی تو اب اشد ہے کہ اس قرآنی نظام کو یہاں بلا مزید تاخیر جاری کر دیا جائے ورنہ موجودہ نظام کے تحت یہاں عوام کی جو حالت ہو رہی ہے وہ کمیونزم کے سیلاب بلا کیلئے خود دعوت بن جایا کرتی ہے روس اور ہندوستان کے مشئوم عزائم کا یہی ایک توڑ ہے۔

یہ ملا زمانِ سلطاں خبرے دہم ز رازے — کہ جہاں تواں گرفتن بہ نوائے دل نوازے

قرآنی نظام ربوبیت ہی وہ "نوائے استوار" ہے جس سے ہم دلوں کی تسخیر کر سکتے ہیں۔

ذرا ہمت سے کام لیجئے

پچھلے چند دنوں میں ہمیں مجلس دستور ساز کے متعدد اراکین سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا۔ ان میں اکثر حضرات ایسے نظر آئے۔ جو اسلامی دستور کے متعلق اس نظریہ سے متفق ہیں جسے طلوع اسلام پیش کر رہا ہے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ انہیں یہ ڈر ہے کہ اگر اُس قسم کا دستور مرتب نہ کیا گیا جیسا کہ قدامت پرست طبقہ چاہتا ہے تو ان کی طرف سے بہت شور مچایا جائے گا۔ اور وہ عوام کو مشتعل کر کے ان کے خلاف کھڑا کر دیں گے۔

ہم ان حضرات کی خدمت میں ایک گذارش کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہمیں اس پر اصرار نہیں کہ آپ دستور کی تدوین میں اُسی مسلک کو سامنے رکھیں جسے طلوع اسلام پیش کرتا ہے۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ آپ جس مسلک کو بھی حق و صداقت کا مسلک سمجھتے ہیں۔ اسے پیش کرنے میں اسلئے پس و پیش نہ کریں کہ ایسا کرنے سے مخالف طبقہ شور مچا دے گا اور لوگوں کو آپ کے خلاف کھڑا کر دے گا۔ آپ سوچئے کہ آپ کتنی بڑی ذمہ داری کو لے کر بیٹھے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پیشتر کئی بار لکھا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک مملکت اس عزم کو لے کر اٹھی ہے کہ اس نے اسلامی آئین مرتب کرنا ہے۔ آپ کا مرتب کردہ آئین تاریخ میں پہلی مثال اور آنیوالی نسلوں کے لئے نظیر بنے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی سوچئے کہ اسلامی آئین محض کسی علامات کا نام نہیں کہ وہ اس قسم کی بنا دی گئیں تو کیا اور اُس قسم کی بن گئیں تو کیا۔ ہمارا دنیا کے سامنے دعوٰے یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم عدیم المثل و بے نظیر ہے۔ اور دنیا کا کوئی نظام ایسے نتائج مرتب نہیں کر سکتا جس قسم کے نتائج اسلامی نظام مرتب کرتا ہے اگر ہم نے کسی غیر اسلامی نظام کو اسلامی کہہ کر نافذ کر دیا تو ظاہر ہے کہ اس سے وہ نتائج مرتب نہیں ہوں گے۔ جو اسلام کی تعلیم کا منشاء ہے۔ اس سے دنیا یہ نہیں سمجھے گی کہ ہمارا آئین اسلامی نہیں تھا۔ وہ یہ کہے گی کہ اسلام کا یہ دعوٰے ہی غلط ہے کہ اس کی تعلیم ایسے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جس کی مثال و نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ ان حالات کے ماتحت آپ سوچئے اور بار بار سوچئے کہ خود اسلام کی طرف سے آپ حضرات پر کتنی بڑی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ جس بات کو بھی حق سمجھتے ہیں۔ اس کے اظہار میں جرأت سے کام لیں۔ اور اس سے قطعاً نہ گھبرائیں کہ اس سے آپ کی مخالفت ہو جائیگی۔ ہم آپ، یا ہمارے جیسے اور لاکھوں انسان اگر کسی مخالفت کے طوفان میں بہہ جائیں تو اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔ لیکن اگر ہماری کم ہمتی سے اسلام کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو پھر ہم نہ دین کے رہتے ہیں نہ دنیا کے۔ ہمیں معلوم ہو کہ رجعت پسند قوتوں نے اپنے تازیانۂ تبلیغ سے ملک کی فضا میں ارتعاش پیدا کر رکھا ہے لیکن آپ اس سے نہ گھبرایئے۔ حق کا ساتھ دیجئے۔ اور اس سے جریدۂ عالم پر اپنا دوام ثبت کیجئے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں ہے

تو اے کبوتر بام حرم چہ می دانی؟

ملک کی انتظامی مشینری کی دن بدن بڑھتی ہوئی خرابیوں کو دیکھ کر ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں اصلاح کیوں نہیں ہوتی۔ اس سوال کا جواب کوئی کچھ دیتا ہے کوئی کچھ۔ اور جب ایک حساس قلب یہ دیکھتا ہے کہ ان تمام جوابات کے باوجود حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں، تو وہ مستقبل کی طرف سے مایوس ہو جاتا ہے۔ یہ صورت بڑی تشویش انگیز بلکہ خطرناک ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ نظم و نسق کی خرابیوں کی وجوہات متعدد ہیں۔ لیکن ان میں ایک وجہ ایسی ہے کہ جو بالکل بین ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارے ارباب اقتدار کو اس کا علم اور احساس ہی نہیں ہوتا کہ عوام کن مشکلات سے دوچار ہیں۔ اور ان کی زندگی کس طرح سے اجیرن ہو رہی ہے۔ مثلاً ہمارے وزیر خوراک (اس سے کوئی خاص فرد مراد نہیں) کو کبھی اس کا پتہ نہیں چل سکتا کہ ملک کے عوام کو کھانے پینے کی اشیاء حاصل کرنے میں کس قدر دشواری پیش آتی ہے۔ یہ چیزیں انہیں کس قدر گراں نرخ پر ملتی ہیں۔ اور جو کچھ ملتا ہے۔ اس میں اصلی کتنا ہوتا ہے اور ملاوٹ کتنی۔ یہ اس لئے کہ وزیر صاحب کے اپنے مکان میں ہر شے صاف ستھری، نکھری، اصلی، خالص بالعموم بلادام اور اگر وہ صاحب بہت بڑے دیانت دار ہیں تو کنٹرول کے نرخ پر، یا واجبی بھاؤ سے بلا کسی قسم کی دقت و دشواری کے پہونچتی رہتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ملک میں ہر شخص کو یہ کچھ اسی طرح اور انہی داموں پر میسر آ رہا ہو۔

یا مثلاً ہمارے ہاں کے شعبہ مالیات کے وزیر صاحب کو اس کا علم ہی نہیں ہو سکتا کہ اگر کسی عام آدمی نے حکومت کے خزانے سے کچھ لینا تو ایک طرف (اس میں) کچھ روپیہ داخل کرنا ہو تو اس کے لئے اسے کون کون سے مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ کتنی توانائی ضائع ہوتی ہے۔ اور کتنی منتیں اور خوشامدیں کرنی اور بسا اوقات ذلتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے اس قسم کے اپنے کام بغیر کسی دقت اور مشکل کے از خود ہوتے رہتے ہیں۔ اول تو ان کا ماتحت عملہ خود ہی سب کچھ کر دیتا ہے۔ اور اگر کہیں بہت بڑا ابو جہل بھی راستے میں آجائے۔ تو ان کا ایک ٹیلیفون اسے اپنی جگہ سے ہٹا دیتا ہے۔

یا مثلاً ہمارے لا منسٹر صاحب کو اس کا کیا عملی تجربہ ہو سکتا ہے کہ کچہریوں میں لوگوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے اور ایک شریف آدمی ان کی غلام گردش کی بھول بھلیوں میں کس بری طرح سے کھو جاتا ہے۔

یا مثلاً ہمارے وزیر امور داخلہ کو کس طرح پتہ چل سکتا ہے کہ ایک پر امن شہری کے ساتھ تھانہ میں کیا سلوک ہوتا ہے۔ اُس وقت نہیں جب وہ وہاں بہ حیثیت ملزم کے گیا ہو بلکہ اُس وقت بھی جب وہ مستغیث کی حیثیت سے فریاد لے کر پہنچا ہو۔

ہم نے ان چند شعبوں کو محض بطور مثال پیش کیا ہے ورنہ زندگی کے کسی گوشہ کو بھی لیجئے۔ اس سے متعلق "حاکم اعلیٰ" کو کبھی معلوم ہی نہیں ہونے پاتا کہ عوام کو کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اپنے کام بغیر کسی قسم کی دقت اور دشواری کے سرانجام پاتے چلے جاتے ہیں۔ عوام کی حالت سے باخبر رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ یہ کہ ان حضرات کا عوام کے ساتھ ربط رہے۔ وہ اپنے آپ کو عوام میں کا ایک، اور عوام انہیں اپنے میں کا ایک سمجھیں۔ لیکن اس قسم کا ربط تو ایک طرف ان میں اور عوام میں اس قدر بُعد اور بیگانگی ہوتی ہے کہ عوام کی کوئی بات ان کے گوشِ مبارک تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ ان میں سے جو صاحب کبھی اپنی مسند سے نیچے اترتے ہیں (یا اتار دیئے جاتے ہیں) تو انہیں اُس وقت کسی حد تک معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں زندگی کن دشواریوں سے گذر رہی ہے۔ لیکن وہ بجائے اس کے کہ اصلاح حال کی طرف توجہ دیں۔ وہ اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح وہ دوبارہ اسی قسم کی مسند اقتدار کسی طرح حاصل کر لیں۔ تا کہ ان کی ذاتی زندگی ان مشکلات سے محفوظ ہو جائے۔

ان حالات کو بچشم خویش دیکھنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے سنا کہ مصر کے گورنر نے اپنے مکان کے سامنے ڈیوڑھی بنوائی ہے۔ تو آپ نے یہ حکم بھیج دیا کہ اس ڈیوڑھی کو فوراً مسمار کر دیا جائے۔ ان کی نگاہِ دوربین خدا رنگ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتی تھی کہ ڈیوڑھی عوام اور ان کے نمائندے کے درمیان حاجب اور دربان بن کر حائل ہو جائیگی۔

یاد رکھئے! جن لوگوں کے ہاتھوں میں عوام کی تقدیریں دی جائیں جب تک وہ سمیع و بصیر و خبیر و علیم نہ ہوں۔ وہ اپنی ذمہ داریوں سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ وہ ہر شکایت کے جواب میں بس اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ لوگ نظم و نسق کی خرابیاں بیان کرنے میں خواہ مخواہ کا مبالغہ کرتے ہیں۔ ان سے کون کہے کہ

تو اے کبوتر بام حرم چہ می دانی
تپیدنِ دلِ مرغانِ رشتہ برپا را!

نیست ایں کار فقیہان اے پسر

تحریک پاکستان کے دوران میں عام طور پر دیکھا گیا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں خیال تھا کہ ہماری تمام کمزوریاں، نقائص، عیوب اور برائیاں انگریزوں کی غلامی کی وجہ سے ہیں۔ جونہی ہم نے آزادی حاصل کر لی۔ یہ تمام عیوب و نقائص خود بخود کم ہو جائیں گے۔ پاکستان بننے کے بعد جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ تمام برائیاں بدستور موجود ہیں۔ موجود ہی نہیں بلکہ

پہلے سے بھی زیادہ ہو چکی ہیں تو انھیں بڑا دھکا لگا۔ اور انھوں نے اس صورت حال کا ذمہ دار خود پاکستان کو قرار دے دیا۔ ہم اس وقت اس نکتہ سے بحث نہیں کرنا چاہتے کہ ہم میں یہ برائیاں کیوں پڑ گئیں۔ کہنا صرف یہ چاہتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے دوران میں لوگ اس غلط خیال میں مبتلا تھے کہ جونہی پاکستان بنا یہ تمام برائیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔

اب لوگوں کے دلوں میں یہ خیال ہے کہ یہ تمام برائیاں اور کمزوریاں اس وجہ سے ہیں کہ یہاں اسلامی دستور نہیں بن رہا۔ اُن کا یہ خیال ہے (یا انھیں اس خیال میں مبتلا کیا جا رہا ہے) کہ مجلس دستور ساز نے جونہی اسلامی دستور پاس کیا، ہماری برائیاں اور کمزوریاں سب دور ہو جائیں گی اور ان کی جگہ ہم میں محاسن ہی محاسن پیدا ہو جائیں گے۔ یہ خیال بھی غلط ہے اور ہمیں خدشہ ہے کہ جس طرح پاکستان بننے کے بعد لوگوں کو یہ دھکا لگا تھا کہ اس سے ہماری کمزوریاں دور نہ ہو سکیں، اسی طرح دستور پاکستان کی تنفیذ کے بعد بھی اسی قسم کا ایک اور دھکا لگے گا۔ جب ہم دیکھیں گے کہ اس کے باوجود وہ برائیاں اور کمزوریاں اپنی جگہ پر بدستور موجود ہیں۔

برائیاں یا کمزوریاں آزادی مل جانے یا کسی قسم کا دستور بن جانے سے از خود دور نہیں ہوا کرتیں۔ برائیاں دور کرنے سے دور ہوا کرتی ہیں۔ صحیح قانون اس معاملہ میں صرف ممد و معاون ہو سکتا ہے۔ اس وقت صورت حالات یہ ہے کہ ہم نے اپنے اوپر کسی قسم کا کوئی ڈسپلن ہی نہیں رکھا۔ اور جب زندگی کسی ڈسپلن کے ماتحت نہ رہے تو اس کا نتیجہ برائیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کرتا۔ ہمارے معاشرے کا ماڈرن طبقہ قدامت پرست طبقہ کو کوستا ہے کہ ان کے ہاں جمود و تعطل ہے۔ اور قدامت پرست طبقہ ماڈرن طبقہ پر چیں بر جبیں ہوتا ہے کہ یہ سب افرنگ زدہ ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان برائیوں اور کمزوریوں کی ذمہ داری نہ جدت پر عاید ہوتی ہے، نہ قدامت پر۔ اس کا اصل راز یہ ہے کہ ہمارے جدید اور قدیم دونوں طبقے زندگی کے ڈسپلن سے عاری ہیں۔ ان کے ہاں بعض رسوم و قواعد کی سطحی اور ظاہری پابندیاں ہوتی ہیں (ماڈرن طبقہ کے ہاں انہیں ایٹیکیٹ کہا جاتا ہے اور قدامت پرست طبقہ اسے "آداب اور اخلاق" کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتا ہے۔ لیکن قلب و نگاہ پر نہ ان کے ہاں کوئی ڈسپلن ہے نہ ان کے ہاں۔ یہ ڈسپلن خارج سے عائد شدہ پابندیوں سے نہیں پیدا ہوا کرتا۔ یہ دل کی گہرائیوں سے ابھرا کرتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ انسانی قلب میں اس قسم کی تبدیلی پیدا کرنے میں، جس سے اس کے اندر سے ڈسپلن کا جذبہ ابھرے، معاشرہ کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن اس میں فرد کی اپنی کوشش اور عزم کا بھی کم حصہ نہیں ہوا کرتا۔ اس باب میں ہم پر بہ حیثیت افراد جس قدر ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ہم نے اسے یکسر فراموش کر رکھا ہے۔ اور یہ کہہ کر اپنے آپ کو یا دوسروں کو فریب دے لیتے ہیں کہ اس کی واحد ذمہ داری ارباب حل و عقد پر ہے۔ جو ملک میں اسلامی دستور نافذ نہیں کرتے۔ ذمہ داری کو دوسری طرف منتقل کرنے کی بجائے ہمیں خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ اپنی اصلاح کے لئے جس قدر ہماری اپنی ذمہ داری ہے، ہم نے اسے کس حد تک پورا کیا ہے۔ دنیا میں جتنی قومیں ہم سے آگے ہیں ان کے حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ بیشتر ایسے امور ہیں جن میں ان کے افراد نے اپنے آپ پر از خود پابندیاں عاید کر رکھی ہیں۔ یاد رکھیئے! انسانی ذات جب تک خود نگر نہیں ہوتی اس میں استحکام پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہماری کمزوریوں اور برائیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم میں خود نگری نہیں رہی۔ ہم میں سے ہر شخص دوسرے کو دیکھتا ہے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ خارج سے عاید کردہ قیود کے پابند جمادات و نباتات و حیوانات ہیں۔ انسان کی سرفرازی کا راز اس میں ہے کہ وہ خود عاید کردہ حدود و قواعد کی کس قدر پابندی کرتا ہے۔ اس کے لئے کسی مجلس آئین ساز کے مرتب کردہ دستور کا انتظار فریب نفس ہے۔

اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

ایک عرصہ ہوا یہ خبر سننے میں آئی تھی کہ (سابقہ) حکومت پنجاب کا شعبۂ اسلامیات (ہم اس شعبہ کی تفصیل، فرائض اور کارگزاری سے واقف نہیں) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کو اردو میں منتقل کر رہا ہے۔ اب ان کی طرف سے شائع کردہ ایک بیان سے معلوم ہوا ہے کہ انسائیکلو پیڈیا کے قریب ⅓ حصہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور باقی کام پوری تندہی سے جاری ہے۔ ہم پہلے یہ سمجھے تھے کہ اس انسائیکلو پیڈیا کا صرف ترجمہ شائع کیا جائے گا لیکن اب مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ صرف ترجمہ کی اشاعت پر اکتفا نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اصل کتاب کے غلط مقامات کی تصحیح کی جائے گی۔ بعض مقالوں میں رد و بدل کیا جائے گا۔ اور بعض عنوانات پر از سر نو مقالات لکھوائے جائیں گے۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ہالینڈ کی ایک فرم کی شائع کردہ ہے۔ اسے مغربی مستشرقین نے مرتب کیا تھا اور کافی عرصہ ہوا یہ بیک وقت تین زبانوں میں شائع ہوئی۔ اب وہ فرم اس کا نیا ایڈیشن شائع کر رہی ہے۔ اور اس نے اعلان کیا ہے کہ یہ نیا ایڈیشن پہلے ایڈیشن پر ایک گہری اور بسیط نظر ثانی کے بعد شائع کیا جائے گا۔ مغربی مستشرقین کیسی ہی وسیع اور گہری نظر کیوں نہ رکھتے ہوں۔ اسلام کے مخصوص تصورات کے متعلق ان کی نگاہ کبھی قابل اعتماد نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ وہ اپنی تحقیقات کی بنیاد جن قدیم کتابوں پر رکھتے ہیں، ان میں بیشتر ایسی ہیں، جن پر کلیۃً اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ کی کتابیں تو ایک طرف، ہمارے ہاں کتب روایات تک کی یہ حالت ہے کہ ان میں ایسی ایسی روایات موجود ہیں جنھیں نبی اکرم صلعم یا صحابہ کبارؓ کی طرف کبھی منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اندریں حالات مستشرقین کے لکھے ہوئے مقالات جس حد تک صحیح اسلام کی ترجمانی کر سکتے ہیں، اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اگر ہمارے ہاں مستشرقین کی مرتب کردہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا خالی ترجمہ شائع ہوتا تو ہم معترضین کے جواب میں کہہ سکتے تھے کہ یہ فلاں مستشرق کا خیال ہے۔ ہمارا نظریہ نہیں (اگرچہ کسی کے غلط خیال کا ہماری طرف سے شائع ہونا بھی کچھ کم غلط نہیں ہوتا) لیکن اب جبکہ ہم اس انسائیکلو پیڈیا کے محض ترجمہ پر اکتفا نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اس میں کافی رد و بدل کے بعد گویا ایک اپنی تالیف کی حیثیت سے شائع کر رہے ہیں۔ تو اس سے ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ یہ کتاب ایک اسلامی مملکت کے شعبہ اسلامیات کی طرف سے شائع کردہ تصنیف سمجھی جائے گی۔ اور لوگ ایسا خیال کرنے میں بالکل حق بجانب ہوں گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ وہ اسلامی تعلیم اور مسلمانوں کی روایات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ اندریں حالات آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ یہ کام کتنی بڑی ذمہ داری کا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کام کن حضرات کو تفویض کیا گیا ہے۔ لیکن اس نے جس گمنامی کی سی حالت میں اس وقت تک کام کا مرحلہ طے کیا ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی۔ ہم حکومت پاکستان کے ارباب متعلقہ سے گذارش کریں گے کہ وہ اس کام کی اہمیت کا پورا پورا اندازہ لگائیں۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ ملک کے چیدہ چیدہ صاحبانِ فکر و نظر پر مشتمل ایک بورڈ متعین کرنا چاہیئے جو اس انسائیکلو پیڈیا کو تنقیدی نگاہ سے دیکھے۔ اور اپنے پورے اطمینان کے بعد اسے شائع کرے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہمیں خدشہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ حکومت کا اس قدر روپیہ ضائع جائے گا۔ بلکہ اس سے الٹا نقصان پہنچے گا۔

مسٹر ڈیسائی کا چیلنج

ہندوستان کے سفیر متعینہ پاکستان مسٹر ڈیسائی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ جو مسلمان ہندوستان سے پاکستان آ گئے ہیں، ان میں سے ۵۰ فیصد ایسے ہیں جو ہندوستان واپس جانے کے لئے بیتاب ہیں۔ اس بیان سے ان کا مقصد یہ کہنا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے فضا ایسی سازگار ہے کہ پاکستان میں آ کر بس جانے کے بعد بھی ان کا جی ہندوستان واپس جانے کو چاہتا ہے۔ مسٹر ڈیسائی کے اس بیان کے خلاف مختلف گوشوں سے صدائے احتجاج بلند ہوئی ہے۔ لیکن کہنے کی بات کہیں سے نہیں کہی گئی۔ ہمارے خیال میں پاکستان کو مسٹر ڈیسائی کا یہ چیلنج قبول کر لینا چاہیئے۔ اور ان سے کہنا چاہیئے کہ وہ اپنی حکومت کو اس پر رضامند کر لیں کہ

(۱) پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تبادلہ آبادی کے لئے کھول دیئے جائیں۔

(۲) جو لوگ اِدھر سے اُدھر جانا چاہیں۔ متعلقہ ممالک کی حکومت انھیں بحفاظت دوسرے ملک کے دروازے تک پہنچائے۔ اور ان کے اموال و املاک کے منتقل کئے جانے کا انتظام کرے۔

(۳) یہ عملِ انتقالِ آبادی، ایک متعینہ مدت تک کے لئے جاری رہے۔ اور اس کے بعد حساب کر لیا جائے کہ کس ملک سے زیادہ لوگ دوسرے ملک کی طرف گئے ہیں۔ جس ملک کی طرف زیادہ لوگ جائیں انہیں اس زیادتی کے مطابق دوسرے ملک سے رقبۂ زمین دیا جائے جس پر یہ لوگ آباد ہو سکیں۔

حکومتوں کی سطح پر انتقالِ آبادی کا یہ طریق ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کی مشکلات کا موثر حل ثابت ہوگا اور دنیا یہ بھی دیکھ لے گی کہ مسلمانوں کے لئے ہندوستان کی فضا کس حد تک جاذبیت رکھتی ہے۔ ہم حکومت پاکستان سے پرزور درخواست کریں گے کہ مسٹر ڈلیانی کے اس چیلنج کا تعاقب کرے۔ اور ان سے کہے کہ وہ اپنی حکومت کو اس فیصلہ پر رضامند کرائیں۔ اس ضمن میں جو خط و کتابت ہو اسے منظرِ عام پر لایا جائے۔ تاکہ حقیقت دنیا کے سامنے آجائے۔

مغرب کے لئے کرنے کا کام

روسی لیڈروں نے گزشتہ ایام میں جو کچھ ہندوستان اور افغانستان میں کہا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن کا مشہور ہفتہ دار جریدہ اکنامسٹ اہل مغرب کو مشورہ دیتا ہے کہ

> ہمیں روسیوں کے اس پراپگینڈے سے نہ غصہ میں آنا چاہیئے اور نہ پریشان ہونا یہ بات روسیوں کے منشا کے عین مطابق ہوگی۔ اگر ہم اہل مغرب ان کے پراپگینڈہ سے متاثر ہو کر دو گروہوں میں بٹ جائیں اور اس بحث میں الجھ جائیں، جس میں ایک گروہ کہے کہ "ہمیں ایشیا کی دوستی دوبارہ حاصل کرنے کے لئے بڑی عجلت سے کام لینا چاہیئے" (یعنی انھیں زیادہ سے زیادہ امداد کی پیشکش کرنی چاہیئے۔ ایسے وقت میں امداد کی پیشکش جب وہ جانتے ہیں کہ اس امداد کا جذبۂ محرکہ دوستی نہیں بلکہ روس کی طرف سے خوف ہے) ۔ اور دوسرا گروہ یہ کہے کہ "ان ناشکرگذار لوگوں کو امداد دے کر ہمیں اپنی دولت ضائع نہیں کرنی چاہیئے۔ جن کی حالت یہ ہے کہ وہ ہماری اس قدر امداد ہضم کر کے ہمارے ہی منہ پر تھوک رہے ہیں!"

اکنامسٹ نے اپنی قوم کو یہ تو بتا دیا کہ انھیں یہ نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ انھیں کیا کرنا چاہیئے۔ اہل مغرب کے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ جو ممالک ان کے حلیف بن چکے ہیں۔ ان کے مسائل کے حل کے لئے دو دلی اور منافقت کی پالیسی کو چھوڑ کر جرأت اور دیانت داری سے کام لیں۔ مشرقِ وسطیٰ میں سب سے بڑا مسئلہ "اسرائیل" کا ہے۔ جو تمام عالم اسلامی کے لئے خارِ چشم ہے۔ اور پاکستان کے سامنے اہم سوال کشمیر کا ہے جو حق و صداقت کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اہل مغرب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کے حل کے لئے کھلے بندوں ان ممالک کا ساتھ دیں۔ یہی ایک صورت ہے جس سے وہ روس کے خطرے سے محفوظ رہ سکتے ہیں اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو دشمن تو ان کے دشمن ہیں ہی' ان کے دوست بھی دوست نہیں رہیں گے۔

کیا اہل مغرب ان حقائق کا سامنا کرنے کی جرأت کریں گے۔

زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند!

ایفائے عہد

اس عنوان کے تحت جماعت اسلامی کی طرف سے قدِ آدم پوسٹر سارے شہر میں چسپاں کئے گئے ہیں۔ ان میں اربابِ حل و عقد سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ سابقہ مجلس دستور ساز کی "اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ" میں کہا گیا تھا کہ پاکستان کا دستور کتاب و سنت کے مطابق ہوگا۔ اب تم اپنے اس عہد کو پورا کر دو یعنی :-

(۱) دستور میں یہ لکھو کہ پاکستان کا آئین اور قانون کتاب و سنت کے مطابق ہوگا۔

(۲) ہم سے ہزار بار بھی پوچھو کہ سنت کسے کہتے ہیں اور وہ کس کتاب میں ملے گی۔ تو ہم کچھ نہیں بتائیں گے۔

(۳) اس دستور کے پاس ہو جانے کے بعد جب کوئی معاملہ بھی تمہارے سامنے آئے تو تمہیں معلوم کرنا پڑے گا کہ وہ سنت کے مطابق ہے۔ اس کے لئے تمہیں ہماری طرف رجوع کرنا ہوگا ہم جس بات کے متعلق کہہ دیں گے کہ وہ مطابق سنت ہے اسے مطابقِ سنت ماننا ہوگا جس کے متعلق کہہ دیں گے کہ وہ خلافِ سنت ہے اسے خلافِ سنت تسلیم کرنا پڑے گا۔

(۴) اس طرح تمہیں قانون سازی اور قانون کی تعبیر کے تمام اختیارات ہمارے ہاتھ میں دیدینے ہوں گے۔

یہ ہے اسلامی نظام کا مفہوم۔

کہو! تم اسلامی نظام سے متعلق اپنے عہد کو پورا کرتے ہو یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے تو دیکھو ہم ملک کے سادہ لوح مسلمانوں کو کس طرح بھڑکا کر تمہارے خلاف کھڑا کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ نظامِ شریعت کے خلاف ہیں۔ خدا اور رسول کے خلاف ہیں۔ افرنگ زدہ ہیں ملک میں لادینی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

مطالبۂ اسلامی نظام! زندہ باد!

خدا حافظ!

(۱) ہفتہ وار طلوعِ اسلام کا بحالت موجودہ یہ آخری شمارہ ہے۔ جنوری ۱۹۵۶ء میں ہفتہ وار کا کوئی شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

(۲) ماہنامہ طلوعِ اسلام کا پہلا شمارہ آپ کے پاس شروع فروری ۱۹۵۶ء میں پہنچ جائے گا۔

(۳) ہفتہ وار کا بقیہ چندہ ماہنامہ کے چندہ میں محسوب ہوگا۔ اور تا اختتام رقم ماہنامہ بھیجا جاتا رہے گا۔

(۴) چندہ ختم ہونے کی اطلاع ہر خریدار کو بروقت دی جائے گی۔

(۵) ماہنامہ کا سالانہ چندہ آٹھ روپے ہے۔ کم مدت کے لئے بارہ آنہ فی پرچہ کے حساب سے قیمت لی جائے گی۔

(۶) چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنے میں خریدار کو کفایت رہتی ہے۔

(۷) حساب کتاب میں پوری احتیاط برتی جاتی ہے لیکن اگر اس کے باوجود کسی صاحب کو اپنے حساب میں کوئی غلطی محسوس ہو تو اس کا ازالہ یا صفائی ایک کارڈ لکھ کر کرائی جا سکتی ہے۔

(۸) ہفتہ وار طلوعِ اسلام کو ایسے نامساعد حالات کی وجہ سے ماہنامہ میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ جن پر قابو پانا ہمارے بس کی بات نہ تھی۔ آپ کی ہم نوائی میں ہم بھی اس سے غالب کے الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ

داغِ وصل جدا گانہ لذتے دارد
ہزار بار برو، صد ہزار بار بیا

ناظم
ادارہ طلوعِ اسلام کراچی

سلیم کے نام خطوط
از پرویز
قیمت چھ روپے

سالِ گذشتہ پر ایک نظر

اس پرچے پر ۳۱ر دسمبر کی تاریخ ثبت ہے۔ یہ ۱۹۵۵ء کا تین سو پینسٹھواں دن ہے۔ اس کے ساتھ پورا سال ختم ہو جائیگا آج پیچھے مڑ کر دیکھا جائے تو یہ یقین نہیں آئے گا کہ اس سال کے تین سو چونسٹھ دن بیت چکے ہیں اور تھوڑی دیر میں یہ آخری دن بھی گذر جائے گا اور نئے سال کا آغاز ہو جائے گا۔ اسی سال پر کیا موقوف ہے اگر دیکھا جائے تو ساری زندگی ایک دن یا دن کا ایک حصہ نظر آئے گی اور اس کی ساری مہلت لمحہ بھر سے زیادہ وسیع نہیں دکھائی دے گی لیکن از روئے زمان زندگی ایسی تنگ و محدود نہیں۔ انسان بے بصری اور کم ہمتی سے اس بحرِ بے کراں کو جوئے کم آب سمجھ لیتا ہے اور اس کی موجوں میں سامانِ کشود و تلاش کرنے کی بجائے ہاتھ پاؤں توڑ کر ساحل کی مُردہ ریت میں آسودگی کا طلبگار ہوتا ہے۔ وقت اور زندگی کے یہ پیمانے حقیقی نہیں کیونکہ اس طرح جس امروز سے واسطہ پڑتا ہے اس میں نہ دوش کی تصویر جھلکتی ہے نہ فردا کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ وقت گذرتا جاتا ہے ہر کل کی آغوش سے آج اُبھرتا ہے اور وہ دوسرے کل کو جنم دیتا ہے۔ دراصل یہ وقت کے گزیں یہ امتیاز کی گرہیں بغرض سہولت لگائی گئی ہیں۔ ورنہ زمان کی ایک روح ہے جس میں نہ کل ہے نہ آج۔ اگر آج کے ہنگاموں سے دوچار ہوتے ہوئے ماضی کو نظر انداز اور مستقبل کو فراموش کر دیا جائے تو یہ سہولت بے معنی ہو جاتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ قطع کردہ مسافت کا جائزہ وقتاً فوقتاً لے لیا جائے تاکہ سفر میں تسلسل بھی رہے اور اس میں آسانی بھی پیدا ہو۔ آیئے نئے سال میں داخل ہونے سے پہلے آج گزرتے ہوئے سال پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں اور اس طرح اپنے عمل کا محاسبہ کریں۔

۱۹۵۵ء کا آغاز ہوا تو ہم ایک عجیب دور سے گزر رہے تھے اس سے پیشتر کے سات سالوں میں ہم جن اعمال کے مرتکب ہوئے تھے وہ ہمیں تباہی کے دہانے تک لے آئے تھے۔ ان سالوں میں رفتہ رفتہ ان تمام مقاصد کو بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا جو قیامِ پاکستان کے محرک ہوئے تھے اور سیاست ذاتی مناصب کے حصول کا ذریعہ بن کے رہ گئی تھی۔ پاکستان کو اسلامی اصولوں کی تجربہ گاہ بنانے والے آپس میں دست و گریبان تھے۔ اور اسلامی آئین کی تسوید تو ایک طرف انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اسلام کے وہ اصول کون سے ہیں جن پر آئین کی عمارت استوار کی جاسکتی ہے اسلام جیسی وجہ جامعیت سے محروم ہونا تھا کہ قوم بنگالی، سندھی، افغانی، پنجابی، "قومیتوں" میں بٹ گئی۔ سابقہ مجلس دستور ساز اکھاڑا تھی تمام قوائے تخریب کا۔ یہ مجلس، پاکستان کے محضر قتل پر دستخط ثبت کرنے کو تھی ہی کہ روحِ پاکستان نے سنبھالا لیا اور سابق گورنر جنرل، محترم غلام محمد صاحب نے بڑی جرأت سے

بیک جنبش قلم اسے داستانِ ماضی بنا دیا۔ اس سنگ راہ کا ہٹنا تھا کہ ہمیں سفر عود کر آئی اور منزل اور اس کا راستہ صاف دکھائی دینے لگا۔ ہر طرف اتحاد کے چرچے ہونے لگے اور مغربی پاکستان کے صوبوں اور ریاستوں کو ختم کر کے صوبائی افتراق کے تخمِ خبیث کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برباد کر دینے کی عملی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ لیکن وحدت کا منصوبہ تیار ہو ہی رہا تھا کہ شکست خوردہ عناصر آگے اور انہوں نے ایک اور وار کیا۔ انہوں نے معاملہ عدالت میں لے جا کر تمام کام معطل کرا دیا۔ یہ سلسلہ مہینوں چلتا رہا اور اور بیم و رجا کا بڑا صبر آزما دورِ نظارہ رہا۔ یہ چند مہینے نہایت جاں گسل تھے "قانون کے احترام" کے نام پر جو کچھ کیا گیا اس سے ملک اور قوم کا احترام خاک میں مل گیا۔ بعض لمحے ایسے بھی آئے کہ بحالی کی تمام امیدیں موہوم دکھائی دینے لگیں۔ بہر حال ملک کی اعلیٰ عدالت نے بالآخر یہ فیصلہ دیا کہ محترم غلام محمد کا اقدام از روئے آئین صحیح تھا۔ عدالت نے یہ مشورہ بھی دیا کہ برطرف دستوریہ کی بجائے ایک نئی دستوریہ مرتب کی جائے۔

یہ مشورہ نہ دیا جاتا تو کام کا پروگرام یہ تھا کہ وحدتِ مغرب کا منصوبہ اور آئین کا خاکہ تیار کر لیا جائے اور اسے ایک کنونشن سے منظور کرا کے انہیں نافذ العمل کرا دیا جائے۔ پھر سال ڈیڑھ سال کے بعد نئے انتخابات کرائے جائیں۔ لیکن اس مشورے سے صورتِ حال بدل گئی کیونکہ نئے سرے سے ایک اور دستوریہ مرتب کرنا ضروری تھی۔ اس سے ان قوتوں کو اُبھرنے کا موقع مل گیا جنہیں جناب غلام محمد نے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔ اس سے پھر ایک روح فرسا کشمکش اقتدار شروع ہوگئی۔ ایسے نظر آتا تھا کہ ہر ایک کی کوشش یہ ہوگئی کہ وہ مجلس دستور ساز میں پہنچے اور اس راستے سے فائز اقتدار ہو۔ مجلس دستور ساز مرتب ہوئی تو اعلان کے مطابق اسے مری میں مجتمع ہونا تھا تاکہ عام ہنگاموں سے دور رہ کر وہ کمال یکسوئی سے اپنے فرائض مفوضہ سرانجام دے سکے۔ اس کے ذمے تین ضروری کام تھے۔ (۱) ان قوانین

کی توثیق جو گورنر جنرل کی منظوری نہ ملنے کی وجہ سے عدالت کے فیصلے کے مطابق نافذ العمل نہیں رہے تھے۔ (۲) وحدتِ مغرب کے منصوبہ کی منظوری۔ اور (۳) مسودہ آئین کی تیاری۔ عام خیال یہی تھا کہ یہ تینوں امور کم سے کم وقت میں نپٹا دیئے جائیں تو نئے انتخابات کی تیاری جلد از جلد ہو سکے گی اور ان کے بعد نئے آئین کا نفاذ وقت طلب معاملہ نہیں رہے گا۔ لیکن جب نئی مجلس کا اجلاس مری میں شروع ہوا تو جو دو امور ان امور مہم پر سبقت لے گئے ان میں ایک یہ تھا کہ مقامِ اجلاس مری کی بجائے کراچی ہو اور دوسرا یہ کہ مجلس کی ترکیب کے مطابق مرکزی حکومت کی تشکیل کی جائے۔ ان سے متعلق اس قدر ہنگامہ برپا ہوا کہ مقصد اصلی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ بالآخر مجلس کو منتقل کر کے کراچی میں لایا گیا۔ کراچی میں بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ اب مجلس اپنے فرائض کی بجا آوری میں منہمک ہو جائے گی لیکن نہیں۔ یہاں پہنچ کر توجہات کا واحد مرکز تشکیلِ حکومت بن گیا۔ خدا خدا کر کے یہ مہم بھی سر ہوئی اور مجلس نے وحدتِ مغرب کے مسودۂ قانون پر بحث شروع کی۔ جیسا کہ بحث کے دوران میں معلوم ہوا کسی ایک رکن نے بھی اصولِ وحدت کو محلِ نظر نہیں ٹھیرایا اور سب نے اس کی تائید کی۔ اس کے باوجود کم و بیش ڈیڑھ مہینے اس مسودے پر بحث ہوتی رہی۔ دراصل یہ مسودہ حزبِ مخالف کے قائد کا تیار کیا ہوا تھا انہوں نے بھی اور ان کے پیروؤں نے بھی خوب دل کھول کر اس کی مخالفت کی۔ یہ طوفان بھی آخر کار تھما اور مسودہ وحدت منظور ہو گیا۔

اس کے بعد قوانین کی توثیق کا مرحلہ سامنے آگیا۔ یہ ایک رسمی سی کارروائی تھی کیونکہ تمام قوانین نافذ العمل رہ چکے تھے اور اب ان میں صرف یہ اصطلاحی سقم پیدا ہو گیا تھا کہ عدالت کے فیصلے کے مطابق ان پر گورنر جنرل کے دستخط ہونے چاہئیں تھے لیکن یہ مرحلہ بھی کم طوفان انگیز ثابت نہ ہوا۔ یہ بہرحال غنیمت ہوا کہ خرابیٔ بسیار کے بعد ہی سہی یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا۔ اس کے بعد آئین کا مرحلہ سامنے آیا۔ ہر چند متعدد مرتبہ ارباب ذی اختیار نے یہ کہا تھا کہ دو تین ماہ کے اندر آئین مکمل ہونے کی توقع ہے ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا۔ یہ معاملہ حکومت کی مخلوط پارٹی کے زیر غور ہے اور چونکہ وہ کسی فیصلے پر پہنچ نہیں سکی اس لئے مجلس دستور ساز کے اجلاس ملتوی ہوتے جا رہے ہیں۔ دیکھا جائے

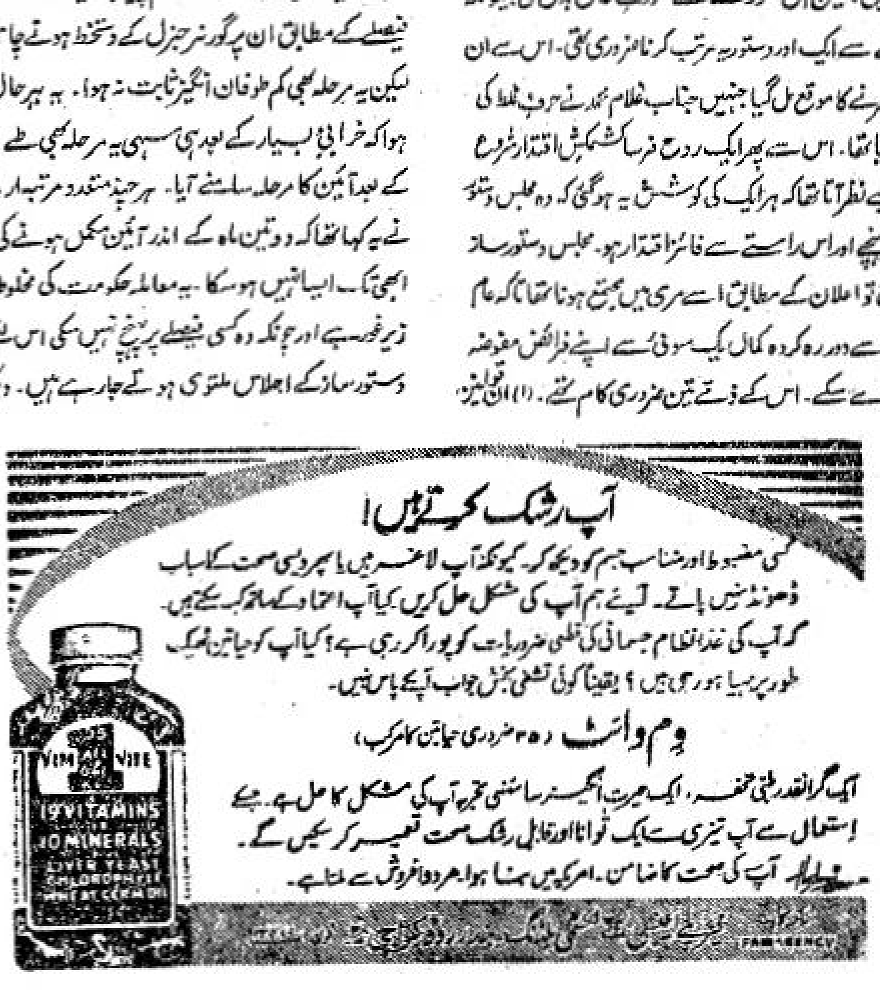

تو وحدتِ مغرب کے بعد آئین کا مسئلہ بڑا واضح ہو جاتا ہے۔ جس پس منظر میں یہ فیصلہ کیا گیا اس سے ایک ہی خاکہ ابھر سکتا ہے اور وہ یہ کہ مشرق اور مغرب میں دو صوبے ہوں اور ان میں رابطہ مرکز سے ہو جو اتنا مضبوط اور مؤثر ہو کہ پاکستان کی وحدت اور سالمیت کو برقرار رکھ سکے۔ لیکن یہاں اس خاکے میں رنگ بھرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گیا ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اندر اندر کیا ہو رہا ہے لیکن تازہ ترین اخباری اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ مخلوط پارٹی متفقہ فارمولا تیار کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے اور یہ فارمولا جنوری کے شروع میں مجلس دستور ساز میں غور و خوض کے لئے پیش کر دیا جائے گا۔ آئین کے سلسلہ میں اب تک جو کچھ ہوا یا نہیں ہوا اس سے دو امور ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ پہلی دشواری اس کے اسلامی ہونے سے متعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی آئین بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے ان اصولوں کو سمجھ لیا جائے جو اس کی اساس بنیں گے لیکن گذشتہ آٹھ سال میں نام نہاد داعیین نے اس سلسلہ میں کوئی کاوش نہیں کی۔ وہ اپنے طور پر اسلام کا اجارہ دار مُلا کو سمجھتے ہیں۔ لیکن مُلا جو اصول پیش کرتا ہے انہیں وہ قبول نہیں کر سکتے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ اسلامی ہیں یا نہیں بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر کسی معقول آئین کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس کے بعد وہ فکر کی طرف رجوع کرتے جس کی طرح اقبال نے ڈالی تھی۔ اقبال نے پاکستان کا تصور بھی دیا اور ان اصولوں کی بھی تعیین کی جن پر نظامِ معاشرت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اس مکتبِ فکر کی طرف سے اسلامی نظام اور آئین پاکستان کا واضح نقشہ تیار کر کے ان تک پہنچا دیا گیا۔ لیکن مُلا کے نقار خانے میں اس آواز کو کون سنتا؟ یہ عجیب تضاد ہے کہ وہ مُلا کی بات کو نا قابلِ عمل سمجھتے ہیں لیکن اس سے اس قدر مرعوب ہیں کہ لب کشائی تک کی جرأت نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے اِن حالات میں اسلامی آئین کی تسوید کا سوال خارج از بحث ہے۔ لیکن ڈر یہی ہے کہ جو آئین بنایا جائے گا اس میں "قرآن و سنت" کا نام شامل کر کے اسے "اسلامی" کہہ دیا جائے گا اور اس طرح امت کے لئے ایک نئے فتنہ کا باب کھول دیا جائے گا۔ یہاں اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ "طلوعِ اسلام" میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔

آئین کے سلسلہ میں دوسری دشواری "سیاسی" ہے اسے سیاسی بطور تکلف کہا گیا ہے ورنہ یہ سراسر ذاتی ہے چند افراد مناصب و اقتدار کے لئے پائے کوب ہیں اور علاقائی اور صوبائی امور کو قومی سطح پر لا کر "عمرِ خود دراز کنم" میں کوشاں اس کشمکش اقتدار کا یہ پہلو البتہ خوش کن ہے کہ اس سے وحدتِ مغرب کا تصور ابھر آیا۔ بقول اقبال

گہے باشد کہ کارِ ناخدائی می کند طوفاں
کہ از طغیانِ موجے کشتیم بر ساحل افتادست

اس وحدت نے سیاست کو نیا رنگ دے دیا ہے اور اب شخصی مفادات "مشرق" و "مغرب" کا روپ دھار کر سامنے آ گئے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے آئین کی جزئیات اس پس منظر میں طے ہوں گی، اور وہ کسی اصول کی شرمندۂ احسان نہیں ہوں گی بلکہ ذاتی سودے بازی کا نمونہ ہوں گی۔ بہر حال یہ غنیمت ہے کہ وحدتِ مغرب نے سیاست میں توازن کی ایسی صورت پیدا کر دی ہے کہ اب اسے درہم برہم کرنا آسان نہیں رہا۔ البتہ مرکز کی حیثیت کا معاملہ قابلِ غور ہے اور اس پر ہمارے مستقبل کا دار و مدار ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ مرکز کو بہر نوع مؤثر ہونا چاہیئے اس کی تحویل میں اتنے اختیارات ہونے چاہئیں کہ وہ پاکستان کی وحدت اور سالمیت کا ضامن ہو سکے۔ اس کا پیمانہ اس کا دائرۂ اختیار ہو گا نہ کہ محکموں کی تعداد۔

پاکستان اس سال کے دوران میں ایک عجیب منزل میں آ پہنچا ہے۔ اور دیکھا جائے تو اسے یہاں تک زود یا بدیر آنا ہی تھا۔ جب سے مسلمان اس برصغیر میں آئے ہیں اس وقت سے ہندو مت اور اسلام میں ایک کشمکش جاری ہے۔ اسلام سے پیشتر جو قومیں یہاں آئیں وہ اس سمندر میں ایسی ڈوبیں کہ ان کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ مسلمانوں کو بھی اسی طرح ہضم کرنے کی کوشش کی گئی، اور گو ان کے لئے بڑے نازک وقت آئے وہ بچ کے نکل آتے رہے۔ کم و بیش ایک ہزار سال تک حکمرانی کرنے کے بعد مسلمان ہندوؤں کے ساتھ ایک تیسری طاقت کے غلام بن گئے اور جب ان کا دورِ غلامی ختم ہوا تو وہ مشرق اور شمال مغرب میں ایک مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر مملکت کا قیام اسلام کے مزاج کے عین مطابق تھا تو اسے ہڑپ کرنے کے لئے پیچ و تاب کھانا ہندو کی سرشت میں داخل ہے۔ مگر اب اسلام اور ہندو مت کا مقابلہ پاکستان اور ہندوستان کا مقابلہ بن گیا ہے۔ ہندوستان روزِ اول سے ہی پاکستان کی تخریب کے درپے ہے۔ اسے وہ اپنی شکست کی نشانی سمجھتا ہے جسے وہ حرفِ غلط کی طرح محو کر دینا چاہتا ہے اس سے بڑی شکست اور کیا ہو سکتی ہے کہ مسلمان ایک مملکت کے مالک بن گئے۔

ہندوستان نے پاکستان پر تمام راہیں مسدود کر دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جو وہ کوشش اس سلسلہ

اسپین کی شہزادی
مصنفہ صادق سردھنوی

مسلمانوں کے عروج و عظمت کی شاندار داستان۔ ان کی عجیب و غریب اور حیرت انگیز ایجادات — فلسفہ۔ ریاضی — نجوم اور دیگر فنون لطیفہ میں ان کی زبردست مہارت — عیسائیوں کی بہیمیت اور چیرہ دستی اور غازیانِ اسلام کے ولولہ انگیز کارنامے جنہیں مصنف نے رومان کی آمیزش سے ناول کے دل کش اسلوب میں بیان کیا ہے۔ قیمت مجلد مع دیدہ زیب سرورق۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے

نورُالدین زنگی
مصنفہ صادق سردھنوی

بہادر باپ عمادالدین زنگی کے دلیر اور شجاع فرزند نورالدین زنگی کے ولولہ انگیز کارنامے۔ ایک طرف یورپ اور ایشیا کے تمام عیسائی حکمرانوں کا ٹڈی دل لشکر اور دوسری طرف ایک اکیلا نورالدین زنگی جو خدا کی وحدانیت اور اس کی عظمت کا سکہ بٹھانے کا عزم کئے تھا — اور آخر خوں ریز جنگ کے بعد حق، باطل پر غالب آ گیا — شجاعت، صداقت اور اسلام کی صحیح اسپرٹ پر ایک بہترین کتاب جسے ناول کے اسلوب نے ایک دل کش چیز بنا دیا ہے۔ قیمت مجلد مع رنگین گرد پوش۔ چار روپے آٹھ آنے۔

غمِ عشق
مصنفہ خان محبوب طرزی

قدیم مصر کی ایک تاریخی داستان جب محلوں کی اونچی اونچی سنگلاخ دیواروں کے پیچھے انسانیت کے عجیب عجیب کھیل کھیلے جاتے تھے — اور ان کھیلوں میں دنیاوی رشتوں اور قرابتوں کی کوئی قید نہ ہوتی — جب انسانی مطمح نظر صرف عیش کوشی تھا لیکن اس عیش کوشی کا اختتام کتنا عبرت انگیز پہلو لئے ہوئے ہے — یہی ایک چیز ہے جس نے ناول کو ایک شاہکاری حیثیت دیدی ہے۔ مضبوط جلد اور حسین گرد پوش کے ساتھ۔ قیمت صرف دو روپے

جنسی جرائم
از عبدالرشید شکیب

موجودہ دور میں جنسی بے راہروی جتنی زیادہ عام ہو چکی ہے وہ ہمارے معاشرے اور تہذیب پر ایک کلنک کا ٹیکہ ہے — فاضل مصنف نے اس کتاب میں ان پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جو ان جرائم کے محرک ہوتے ہیں — اپنے طرز کی ایک انوکھی اور واحد کتاب قیمت مجلد مع رنگین گرد پوش۔ دو روپے آٹھ آنے۔

- یہ اور ان کے علاوہ اپنے ذوق کی ہر کتاب ہم سے طلب فرمائیں۔

اب ہمارا شوروم مقابل میونسپل کارپوریشن سے تبدیل ہو کر مقابل مولوی مسافر خانہ آ گیا ہے — لہٰذا اب اس پتہ پر خط و کتابت کیجئے۔ یا بنفس نفیس تشریف لایئے۔

سلطان حسین اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب مقابل مولوی مسافر خانہ — بندر روڈ — کراچی

میں کرتا چلا آیا ہے اس کے نتائج اب مرتب ہو رہے ہیں۔ اس نے کشمیر پر قبضہ کرکے پاکستان کو محصور کرنے کے لئے اہم قدم اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے افغانستان میں قدم جمائے اور عالم اسلامی میں پاکستان کے خلاف جذبات ابھارنا شروع کئے تاکہ پاکستان مسلمان ممالک سے روابط استوار نہ کرسکے اور نہ خود مضبوط ہوسکے نہ ان کو مضبوط بنانے کا باعث بن سکے۔ گو ہندوستان کے نقشے کو پوری طرح بھانپا نہیں گیا تاہم رفتہ رفتہ پاکستان کی خارجی سیاست کے بھی خدوخال نکھرنے شروع ہوگئے اور اس کا رجحان ممالک اسلامیہ اور اقوام مغرب بالخصوص امریکہ کی طرف ہوگیا اس سے استحکام کی ایک عمدہ شکل پیدا ہوگئی۔ معاہدہ بغداد میں اس وقت چار مسلمان ملک شامل ہیں۔ یہ پاکستان، ایران، ترکی اور عراق ہیں۔ کوشش ہو رہی ہے کہ اردن کو بھی قائل کرکے اس میں شریک کرلیا جائے گو اب ایک تعطل سا پیدا ہوگیا ہے۔ اس معاہدہ کو مترتب ہوتے دیکھ کر خاص طور پر کوشش کی گئی کہ مصر اس کے خلاف محاذ قائم کرے۔ مصر نے اس کی مخالفت میں کوئی کمی نہیں کی لیکن اسے کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ وہ اس کے مقابلے میں اپنی تنظیم قائم کرنا چاہتا تھا مگر اس کی کوئی مناسب صورت پیدا نہیں ہوئی۔ اب اس کشمکش میں ایک نئے اور خطرناک ترین عنصر کا اضافہ ہوگیا ہے۔ مصر نے اقوام مغرب سے مطلوبہ مقدار میں اسلحہ حاصل نہ کرسکنے کی صورت میں روس سے اسلحہ خریدنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ اس اعتبار سے تو صحیح تھا کہ مصر کو اسلحہ غیر اشتراکی ذرائع سے نہیں میسر آسکے تھے لیکن مصر نے یہ نہیں سوچا کہ روس کے لئے دروازہ کھول کر وہ اپنے لئے اور ممالک اسلامیہ کے لئے کتنا عظیم خطرہ پیدا کر رہا ہے۔ روس نے یہ موقع غنیمت جانا۔ وہ مشرق وسطےٰ کے اہم علاقے میں آنے کا جو خواب دیکھتا چلا آرہا تھا وہ اب متشکل ہو رہا تھا۔ اس طرح ہندوستان اور روس حلیف بن گئے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہندوستان نے جو فصل بوئی اسے روس ہی کاٹے گا۔ روس کا عالم اسلامی میں آموجود ہونا ایک سیاسی حیلہ ہی نہیں بلکہ نظریاتی چال بھی ہے۔ جیسے ہندوستان اصلاً پاکستان کے خلاف ہے اسی طرح روس پاکستان کا حریف ہے۔ روس اور پاکستان دو ایسے نظامہائے معاشرت کے نام لیوا ہیں جن میں مفاہمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا پاکستان کے خلاف روس اور ہندوستان کا گٹھ جوڑ بالکل قدرتی ہے۔

بہرکیف اب مشرق وسطےٰ عالمی سیاست میں ایک اعلیٰ درجہ کا مسئلہ بن گئی ہے۔ گو مقابلہ بظاہر روس اور امریکہ میں ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے ایک تیسری طاقت اُبھر سکتی ہے۔ یہ طاقت اسلام کی ہے۔ انشاءاللہ یہ اُبھرے گی ضرور لیکن اس کا اُبھار بڑا صبر طلب نظر آتا ہے۔ بدقسمتی سے مصر اور سعودی عرب نے دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میں کھیلنا شروع کر دیا ہے۔ اگر یہ ممالک اپنی قسمت مسلمانوں سے وابستہ کرتے تو آج غیر مسلموں کو ہمارے معاملات میں اس قدر دخیل ہونے کی گنجائش نہ میسر آتی۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ممالک مسلمہ اتحاد باہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مشترک ادارہ قائم کرتے اور یہ ادارہ مرکزی طور پر روس اور امریکہ دونوں سے معاملہ طے کرتے جیسا کہ کئی بار لکھا جاچکا ہے، ممالک اسلامیہ کی ضرورت دوگونہ ہے۔ ایک عسکری ضرورت ہے دوسری معاشی۔ دونوں کی تسکین کی صورت یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک سے استمداد کی جائے۔ یہ امداد مالی بھی ہو اور فنی بھی۔ بحالات موجودہ اس قسم کی مدد امریکہ سے مل سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ امریکہ ایسی مدد دے کر روس کے خلاف ہم سے مدد مانگے گا۔ لیکن یہ سودا کیا جاسکتا ہے کیونکہ نہ مسلمان اشتراکیت کے حلیف ہوسکتے ہیں نہ اشتراکیت ان کی بہی خواہ ہوسکتی ہے اس آنے والے معرکہ کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے جو دوست بن سکیں انہیں دوست بنایا جائے اور ان سے پوری پوری مدد لے کر اپنے آپ کو مستحکم کیا جائے۔ چونکہ مصر اور سعودی عرب اس قسم کے اتحاد کے قائل نظر نہیں آتے اور انہوں نے ہندوستان کی وساطت سے روس سے ناطہ جوڑنا شروع کر دیا ہے اس لئے معاہدہ بغداد کا کام خاص مشکل ہوگیا ہے۔ لیکن کام ہے بہرحال کرنے کا کیونکہ عالم اسلامی کی قسمت اتحاد باہمی سے وابستہ ہے۔

ہندوستان پاکستان کو محصور کرنے اور عالمی سیاست میں مسلمانوں کو بے اثر اور اپنا حلقہ بگوش بنانے کے ارادے سے روس سے سازباز تو کرلی ہے لیکن اس کے نتائج خود ہندوستان کے حق میں اچھے نہیں نکلیں گے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کی ان حرکات سے پاکستان میں خود حفاظتی اور اس سے علیحدگی کے جذبات اُبھرتے آرہے ہیں۔ پاکستان نے اب تک ہندوستان سے دشمنی کرنے کی بجائے دوستی کی فضا پیدا کرنے کی ہی کوشش کی ہے لیکن ہندوستان نے اسے پاکستان کی کمزوری پر محمول کرتے ہوئے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ اس نے آٹھ سال تک کشمیر کے بارے میں مفاہمت کا ثبوت نہیں دیا۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ بہ لطائف وحیل کشمیر کو ہضم کرسکتا ہے۔ اب اس نے روسی قائدین کو سرینگر میں کھڑے کرکے یہ اعلان کرادیا ہے کہ کشمیر ہندوستان کا حصہ ہے۔ یہ اعلانات بجائے خود، لیکن قوموں کی قسمتیں ان کے زندوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ کوئی بڑی سے بڑی قوم بھی کسی دوسری قوم کو عام اس سے کہ وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو، تا ابد غلام نہیں بنا سکتی۔ ہندوستان بے چارے کی تو بساط ہی کیا ہے لہٰذا کشمیر کا مسئلہ ان اعلانات سے ختم نہیں ہوسکتا۔ اس کا البتہ یہ اثر ضرور ہو رہا ہے کہ ہندوستان پاکستان کی دشمنی خرید رہا ہے۔ ہندوستان ہماری دشمنی خرید کر اطمینان سے نہیں بیٹھ سکتا خواہ اس کی پشت پر روس ہی کیوں نہ ہو۔ پنڈت نہرو کی یہ غلط فہمی عالمی قوت میں نقش بر آب ثابت ہوگی۔ تاریخ کے حھکڑ کئی نہرو اڑا کرلے گئے۔ وہ بھی کوئی دم کے مہمان ہیں۔ پنڈت جی فانی ہیں اور ایک دن دنیا سے سفر کر جائیں گے۔ ان کے بعد کیا ہوگا؟

ہندوستان کے لئے تو یہ سوال اہم ہے ہی پاکستان

اور دیگر دنیا کو بھی اس کا پوری دلچسپی سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ آزاد ہو کر ہندو دھرم کے لئے ایک عجیب مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ اس کی چھوت چھات پر مبنی معاشرت کے لئے یہ کڑی آزمائش ہے اس کا عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں کوئی لچک نہیں۔ ہزار ہا سال سے وہ نفرت اور حقارت کی بنیادوں پر استوار چلی آرہی ہے۔ ان بنیادوں سے پیچھا چھڑانا اس کے بس کی بات نہیں۔ سیاست میں اس تخم خبیث کا نتیجہ استعماریت ہوگی۔ پنڈت نہرو اس استعماریت کے مظہر ہیں اور وہ اپنی شخصیت کے زور پر روس سے ساز باز کر کے ایک حد تک اپنے لئے راستہ صاف کر رہے ہیں اور ایک حد تک اشتراکیت کے مقابلہ سے بچ رہے ہیں۔ لیکن جس طرح وہ اشتراکیت سے محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں اس کے پیش نظر وہ اس کے حریف نہیں ہوسکیں گے، مارشل بلگانن اور مسٹر کروشیف نے ہندوستان کا دورہ کر کے اور ہندوستان کی ہم نوائی کر کے ہندوستان کی زمین میں ایسا بیج بو دیا ہے جو برگ و بار لاکر رہے گا۔ پنڈت نہرو اس کی شاید بہار نہ دیکھ سکیں۔ لیکن ہندوستان کو یہ پھل چکھنا ہی ہوگا۔ گویا ہندوستان ہندومت اور اشتراکیت کی آماجگاہ بنتا جا رہا ہے۔ پنڈت نہرو کی شخصیت نے ہندومت کے گھناؤنے پن کو دبا رکھا ہے۔ لیکن اس سے اشتراکیت کو فروغ مل رہا ہے۔ وہ نہیں ہوں گے تو ہندویت ابھرے گی۔ وہ منظر قابل دید اور لائق عبرت ہوگا۔ اس وقت ہندوستان کی "عظمت" کا بھرم کھل جائے گا۔ یہ دیکھنا ہے کہ ہندو سوسائٹی اشتراکیت قبول کرے گی یا نہیں بظاہر یہ آسان نہیں ہوگا کیونکہ اس کے جراثیم بڑے مزمن ہیں۔ لیکن ہندویت ابھری تو قرون مظلمہ کی ایک بربریت قسم کی حکومت قائم ہو جائے گی جو دنیا بھر کے لئے خطرہ ہوگی۔ کیونکہ انسانیت ان نظریات سے کہیں آگے آچکی ہے جو اس کی نیم وحشیانہ دور کی پیداوار ہیں اور اگر اشتراکیت نے اس زمین سے سر اٹھایا تو بھی ہمسایوں کے لئے بڑا خطرہ درپیش ہوگا۔ گویا ہندوستان ایک (PROBLEM) ملک ہے لیکن قبل اس سے کہ یہ اس قسم کی لعنت بن جائے اس کا کچھ تدارک سوچا جانا چاہئے شاید اس کی ذمہ داری بھی بالآخر پاکستان پر آکر پڑے کیونکہ دنیا اپنے مصالح کے پیش نظر اس کا تدارک کرنا نہیں چاہتی۔ اس کے نزدیک مفاد عاجلہ زیادہ اہم ہے۔ فی الحال ہندوستان میں اس کا قدم بڑھ رہا ہے اور اس کے لئے یہ ٹھیک ہے۔ امریکہ بھی ان تقاضوں سے بے خبر ہے۔ وہ اس ادھیڑبن میں مبتلا ہے کہ روس کے قدم کسی طرح جم نہ سکیں۔ اس کے لئے وہ ہندوستان کو معاشی امداد دے رہا ہے۔ اس میں بھی دور بینی نہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ امریکہ کے ڈالر بھی اشتراکیت کا زینہ ثابت ہو رہے ہیں۔ امریکہ کو اس احمقانہ پالیسی کو ترک کرنا ہوگا۔ اور پاکستان کو اسے اس کا قائل کرانا ہوگا کہ اس کی پالیسی غلط نتائج کی حامل ہے۔ زمانے کے حالات کے تقاضے عجیب ہیں۔ پاکستان کی ذمہ داریوں میں چند در چند اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے کردار کی اہمیت دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ کارکنان قضا و قدر راستے ہموار کر کے ایک عجیب مقام تک پہنچا رہے ہیں۔ کیا پاکستان اس کا اہل ثابت ہوگا؟ اس کی قیادت کو اس کا جواب دینا ہوگا! قیادت سے مراد بالائے سطح حباب نہیں بلکہ وہ تیز و تند موجیں ہیں جو زیر سطح پرورش پا رہی ہیں۔

دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا!

بہرحال یہ سال یوں ختم ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ آنے والا سال ہمارے لئے ان خوش خبریوں کا پیغام لائے کہ ہم پاکستان کو قرآنی نظام کی تجربہ گاہ بنا کر انسانیت کے سامنے امن و فلاح کی راہیں کھول سکیں۔ اور "زمین اپنے نشو و نما دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے"۔

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است

اسلامی معاشرت
از پرویز
قیمت دو روپے

تفسیر بیان القرآن

قرآن پاک کا متن مع اردو ترجمہ بین السطور از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

حاشیہ پر

تفسیر بیان القرآن و مسائل السلوک !

عکسی بلاکوں کے ساتھ بارہ جلدوں میں چھپ چکی ہے

چھ جلدیں تیار ہو گئی ہیں

نمونہ کے صفحے مفت طلب فرمایئے۔

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ پوسٹ بکس ۳۵۰ کراچی

مطبوعات طلوع اسلام

شرائط ایجنسی

شرح کمیشن

معراج انسانیت ——— ۲۵ فی صدی

دیگر مطبوعات ——— ۳۳ فی صدی

۱۔ قیمت بعد وضع کمیشن بذریعہ وی پی وصول کی جائے گی۔

۲۔ غیر فروخت شدہ کتب واپس نہیں لی جائیں گی۔

۳۔ پہلی فرمائش پچاس روپے، بعد وضع کمیشن سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔

۴۔ ہر آرڈر کے ہمراہ کم سے کم چوتھائی رقم پیشگی آنی چاہیئے ورنہ تعمیل نہیں ہوسکے گی

نوٹ:۔ کراچی کے ایجنٹ صاحبان دفتر طلوع اسلام سے معاملہ کریں۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳۲ کراچی

ہنسا چھالیا

دو ٹکڑے ——— صاف خشک ——— پرانے

(پیکٹوں میں خریدیئے)

تیار کردہ:۔ محمد اصغر محمد یونس چھالیا والے ——— جونا مارکیٹ ——— کراچی نمبر ۲

مودودی صاحب کی تقریر

(حکومت کے خلاف کھلی ہوئی بغاوت)

۱۰ دسمبر بروز اتوار، سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے لاہور کے ایک جلسہ عام میں تقریر کرمائی۔ اس تقریر کو پہلے ہی سے جماعت اسلامی کے حلقوں میں خاص اہمیت دی جارہی تھی۔ اور ان کے اخبارات میں اس کے اعلانات نمایاں حیثیت سے شائع ہو رہے تھے۔ چنانچہ ہمیں بھی اس تقریر کی رپورٹ کا انتظار تھا۔ تقریر کے بعد یہ رپورٹ مختلف اخبارات میں شائع ہوئی۔ لیکن ان رپورٹوں میں باہمی اختلاف کی وجہ سے ہم نے مناسب سمجھا کہ خود جماعت اسلامی کی "آفیشل رپورٹ" کا انتظار کیا جائے چنانچہ یہ رپورٹ اب ۲۰ دسمبر کے اخبار تسنیم لاہور میں شائع ہوئی ہے۔ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ تقریر کے عام انداز سے جو اثر پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مودودی صاحب اپنے آپ کو صرف جماعت اسلامی ہی کا امیر نہیں سمجھتے بلکہ پورے پاکستان کا آمر خیال فرماتے ہیں اور اس بلندی پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں سے باقی تمام لوگ بچے یا بونے نظر آتے ہیں۔ ان کی ساری تنقید اسی انداز آمریت کی تصویر ہے۔

موقعہ پرستی (۲) انہوں نے سب سے پہلے روسی لیڈروں کے اس بیان پر تنقید کی ہے جو انہوں نے ہندوستان کے گزشتہ دورہ کے دوران میں کشمیر کے متعلق دیا تھا۔ اور اس کے بعد کابل پہنچ کر پاکستان کے خلاف افغانستان کی پیٹھ ٹھونکی تھی۔ لیکن دوسرے ہی سانس میں مودودی صاحب نے خود حکومت پاکستان پر بھی لے دے کردی کہ وہ امریکی بلاک میں کیوں شامل ہو گیا ہے۔ آپ نے غور کیا کہ ان دونوں تنقیدوں سے مقصود کیا ہے؟ مودودی صاحب کی پالیسی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے ساتھ رکھا جائے۔ اور اس قوت کے بل بوتے پر حکومت کی کرسیاں اپنے قبضہ میں لے لی جائیں۔ اس مقصد کے لئے وہ ہر گروہ کے سامنے ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے وہ خوش ہو جائیں۔ ادھر غزل کے مقطع کا بند حکومت پر تنقید ہوتا ہے۔ اس وقت ملک میں دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جس کا خیال ہے کہ پاکستان کو روس کا ساتھ دینا چاہیئے اور دوسرا وہ جو سمجھتا ہے کہ پاکستان نے امریکی بلاک کا ساتھ دے کر بہتر راہ اختیار کی ہے۔ مودودی صاحب نے روس کے لیڈروں پر تنقید کرکے اس گروہ کو خوش کرنا چاہا جن کا رجحان امریکہ کی طرف ہے۔ اور حکومت پاکستان پر امریکی بلاک سے وابستگی پر تنقید کرکے اس طبقہ میں مقبولیت حاصل کرنی چاہی۔ جو امریکی بلاک کے خلاف ہے۔ اس کے لئے انہوں نے یہ دلیل دی کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان ان دونوں بلاکوں کے درمیان اپنی غیر جانبدارانہ پوزیشن کا پورا پورا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ہندوستان امریکہ سے بھی امداد لے رہا ہے۔ اور پاکستان کے مقابلہ میں زیادہ امداد لے رہا ہے اور ادھر روس سے بھی اس کے تعلقات قائم ہیں۔ اور سیاسی اور مادی نقطہ نظر سے جو فوائد بھی ان دونوں بلاکوں سے حاصل کئے جا سکتے تھے۔ ان سے ہندوستان پوری طرح فائدہ اٹھا رہا ہے۔"

مودودی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ پاکستان کو اصولی طور پر کس بلاک کا ساتھ دینا چاہیئے۔ کہا صرف یہ ہے کہ پاکستان کو بھی ہندوستان کی طرح دونوں بلاکوں سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرتے رہنا چاہتے۔ یہ ہے ہمارے ان صالحین کی اصول پرستی کا عالم جو ہر سالنس میں لوگوں سے یہ کہتے —— پھرتے ہیں کہ موقعہ پرستی (OPPORTUNISM) بدترین جرم ہے۔ افراد اور اقوام کو اپنے فیصلے ہمیشہ کسی اصول کے ماتحت کرنے چاہئیں۔

پاکستان کو اس قسم کا مشورہ دیتے وقت مودودی صاحب اس بڑے فرق کو بھول گئے۔ جو ہندوستان اور پاکستان میں ہے۔ ہندوستان کی پوزیشن ایسی ہے کہ روس اور امریکہ دونوں اس کے تعاون کے محتاج ہیں۔ اس لئے وہ ان دونوں سے سودا بازی کر سکتا ہے۔ لیکن پاکستان کی پوزیشن ایسی نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود کسی بڑی طاقت کا تعاون حاصل کرے۔ جس سے اس کے استحکام پر زد نہ پڑے یہ ہے وہ ضرورت جس کے لئے پاکستان نے امریکی بلاک کے حلیف بننے کا فیصلہ کیا۔ اور اس اصول کے ماتحت فیصلہ کیا کہ روس کا حلیف بننے کی صورت میں اس کے دروازے کمیونزم کے سیلاب بلا کے لئے پورے طور پر کھل جاتے ہیں۔ جس کے سامنے نہ دین باقی رہتا ہے۔ نہ دانش۔

کھلی ہوئی بغاوت (۳) یہاں سے ایک ہی قدم آگے بڑھیئے تو یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ مودودی صاحب نے حکومت پاکستان سے جو کہا ہے کہ وہ امریکی بلاک میں کیوں شامل ہو گیا ہے۔ اور بین بین کیوں نہیں رہا تو اس لئے نہیں کہ وہ اس مسلک کو پاکستان کے لئے بہتر سمجھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اس معاملہ میں حکومت کی جگہ خود لینا چاہتے ہیں۔ وہ فائدہ کیا ہے۔ اس کے لئے ان کی تقریر کا اگلا ٹکڑا ملاحظہ فرمائیے کہتے ہیں:-

اس سلسلہ میں دوسری بات یہ ہے کہ خواہ انگلو امریکی بلاک کو بھی سوچنا چاہیئے کہ اگر وہ صرف مسلمان حکمرانوں سے معاملہ کرنا چاہتا ہے اور اس کو مسلمان قوم کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کرنا ہے تو الگ بات ہے۔ لیکن اگر اس کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان ممالک کے عوام بھی اس کے ساتھ تعاون کریں تو اس معاملہ میں ہمیں وضاحت کے ساتھ یہ بتا دینا چاہیئے کہ مسلمان ملکوں کے ساتھ آپ کی جو پالیسی اب تک چلی آرہی ہے۔ وہ ایسی ہرگز نہیں ہے کہ پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک کے عوام کا دلی تعاون آپ کو حاصل ہو سکے۔"

جو کچھ مودودی صاحب نے یہاں کہا ہے اسے وہ اس سے پہلے اپنی کراچی کی ایک تقریر میں بھی کہہ چکے ہیں۔ وہاں انہوں نے کہا تھا:-

اگر یہ بلاک فی الواقعہ یہ چاہتا ہے کہ کمیونزم کی روک تھام کے لئے اسے مسلم عوام کا دلی تعاون حاصل ہو۔ تو اسے اپنی بنیادی پالیسی میں بنیادی تغیر کرنا پڑے گا۔ اسے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اسے مسلم ممالک کے حکمرانوں سے ساز باز کرنا ہے یا مسلم ممالک کے عوام کا تعاون حاصل کرنا ہے۔ یہ اس کے سوچنے کا کام ہے کہ اسے کون سی راہ اختیار کرنی چاہیئے اسے ان حکمرانوں کی ضرورت ہے جو عوام پر سطحی اثر بھی نہیں رکھتے۔ یا عوام سے تعاون کی ضرورت

بی پی
ڈبل ویٹ
جسم کو
توانائی
بخشتی ہے

ہے جو طاقت کا اصلی سرچشمہ ہوتے ہیں۔ پچھلی جنگ عظیم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حکومت خواہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو، پوری طاقت نہیں لگا سکتی جب تک کہ ملک کے باشندے اس جنگ کو اپنی جنگ نہ سمجھیں بلکہ اگر معاملہ برعکس ہوتا ہے تو ملک کے باشندے جابر حکمرانوں کے چنگل سے نکلنے کے لئے اس موقعہ سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

(تسنیم - ۱۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء)

آپ نے غور فرمایا کہ مودودی صاحب اپنی ان تقریروں میں کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ امریکہ اور برطانیہ سے کہہ رہے ہیں۔

(۱) تم جو پاکستان کے حکمرانوں سے براہ راست سانباز کر رہے ہو تو تمہیں اس میں سخت نقصان اور خطرہ ہے۔

(۲) یہاں کے عوام ان حکمرانوں کے ساتھ نہیں ہیں۔

(۳) کل کو اگر جنگ چھڑ گئی تو یہ عوام، حکومت کا ساتھ نہیں دیں گے۔ بلکہ ان کے چنگل سے نکلنے کے موقعہ سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور تم مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔

(۴) اگر تمہیں فی الواقعہ روس کی روک تھام کرنی ہے تو پاکستان کے حکمرانوں کی جگہ یہاں کے عوام سے معاملہ کرو جو طاقت کا اصل سرچشمہ ہیں۔

(۵) اور یہ ظاہر ہے کہ عوام سے معاملہ ان کے نمائندوں کی وساطت ہی سے کیا جائے گا۔ اس لئے تم یہاں کی حکومت کو چھوڑ کر ہم سے بات چیت کرو۔

ہم حکومت پاکستان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ مملکت پاکستان کے کسی باشندے کا دوسری مملکتوں سے یہ کہنا کہ تم مملکت کی حکومت کے ساتھ معاملہ نہ کرو کیونکہ وہ نہ ملک کی نمائندہ ہے۔ اور نہ ہی اسے کوئی طاقت حاصل ہے۔ بلکہ معاملہ عوام کے نمائندوں سے کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو جنگ کی صورت میں عوام تمہارا اور اپنی طرف خود اپنی حکومت کا بھی ساتھ چھوڑ دیں گے اگر حکومت وقت کے خلاف کھلی ہوئی بغاوت، اور ملک میں متوازی حکومت کا قیام نہیں تو اور کیا ہے! ہم شروع سے کہتے ہیں کہ یہ شخص جو ابتدا ہی سے پاکستان کے خلاف تھا کل کو اگر خدا نہ کردہ پاکستان کی کسی ملک سے جنگ چھڑ گئی تو یہ ملک میں اس قسم کا انتشار پیدا کرے گا جس سے غنیم کی مدافعت ناممکن ہو جائے گی۔ لیکن ہماری کسی نے نہ سنی اب دیکھئے کہ دل میں چھپے ہوئے عزائم کس طرح سے ابل ابل کر باہر آ رہے ہیں۔ ہم اس وقت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ کہ اگر حکومت، پاکستان کا استحکام چاہتی ہے۔ تو وہ غور کرے کہ ملک کا یہ داخلی خطرہ کہاں تک آگے بڑھ رہا ہے۔

اخلاقی کمزوری

۴۔ اس کے بعد مودودی صاحب پاکستان کے داخلی مسائل کی طرف آتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ پہلے ایک تمہید بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

اخلاقی کمزوری سارے ملک میں وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اور ہماری ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ یہی اخلاقی کمزوری ہے۔

اس کے بعد انہوں نے ملک کے ایک ایک شعبہ کو لیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس میں کس طرح اخلاقی کمزوری کی وبا پھیل گئی ہے۔ اس میں سب سے پہلے ملک کا صاحب اقتدار طبقہ آتا ہے۔ پھر مجلس دستور ساز کے اراکین۔ پھر اخبار نویس حکومت کے عمال۔ کارخانہ دار۔ زمیندار۔ نوجوان اور عوام الناس سب آ جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ملک کے عوام الناس تک بھی اس اخلاقی وبا کا شکار ہو چکے ہیں تو اسلامی جماعت کا یہ مطالبہ کہ ہمیں جمہوریت کے فیصلوں کے مطابق چلنا چاہیئے کس طرح جائز قرار پا سکتا ہے؟ کیا بدکردار جمہور کے فیصلے حق و صداقت کے مطابق ہو جائیں گے؟

مذہبی پیشوا

جہاں تک پیشواؤں کا تعلق ہے مودودی صاحب فرماتے ہیں:

ہمارے مذہبی پیشواؤں میں، الحمد للہ ایک قلیل تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو متشرع ہیں۔ اور دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ لیکن ان میں ایک کثیر تعداد مذہبی تاجروں کی ہے دوسرے لوگ تو فی سبیل الشیطان جہاد کرتے ہیں اور یہ حضرات فی سبیل اللہ فساد کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ وہ قلیل تعداد جو دین کی خدمت انجام دے رہی ہے وہ خود جماعت اسلامی ہے۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ جب تک اس عام اخلاقی تنزل کا کوئی علاج نہیں کر لیا جاتا۔ ہمارا مسئلہ اس وقت تک حل ہی نہیں ہو سکے گا۔ انہوں نے اس اخلاقی تنزل کا کوئی علاج تجویز ہی نہیں کیا۔ علاج کے لئے ان کے پاس اسلامی دستور کا صدری نسخہ ہے۔ لیکن اب وہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ رہے ہیں

حکومت ہمارے سپرد کرو

ان کا کہنا یہ ہے کہ صرف اسلامی دستور بنا دینے سے کام نہیں چلے گا۔ اس لئے کہ

آپ جیسا قانون بھی چاہیں بنا لیں۔ لیکن چونکہ اس کا نفاذ انہی لوگوں کو کرنا ہے (جو اخلاقی کمزوری میں ماخوذ ہیں) اس لئے وہ یقیناً فیل ہو جائے گا۔

یعنی اسلامی دستور بنایئے۔ اور پھر اس کا نفاذ ان صالحین کے ہاتھ میں دیجئے۔ تو اس صورت میں وہ دستور کامیاب ہو سکے گا۔ ورنہ وہ فیل ہو جائے گا۔ ہم اس حقیقت کو پہلے دن سے دہراتے چلے آ رہے ہیں کہ آپ جو جی میں آئے کر لیجئے

ورزش یا ورزشی کھیل کی طرف صحیح میلان اسی وقت ہو سکتا ہے جب قوائے جسمانی درست ہوں

شاہی شاہی شاہی

عام کمزوری اور ضعف اعصاب کے دفعیہ کے لئے نہایت مفید ہے

معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے ہاضمہ کو قوی کرتی اور جسم میں بکثرت خون صالح پیدا کرتی ہے۔

کسل و ماندگی، اختلاج قلب، جریان کی دافع ہے

(ہر اسٹور سے مل سکتی ہے)

تیار کنندہ: طبّی دواخانہ — نیپیئر روڈ — کراچی نمبر ۲

یہ حضرات اس وقت تک انتشار پیدا کرنے سے باز نہیں آئیں گے جب تک حکومت کی باگ ڈور خود ان کے ہاتھوں میں نہ دیدی جائے گی۔ اب تک ان کا مطالبہ اسلامی دستور کی تدوین کا تھا۔ اب اس کے بعد اس مطالبہ کا آغاز بھی کر دیا گیا ہے۔ کہ اس دستور کی تنفیذ بھی انہی کے ہاتھوں سے ہونی چاہیئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ "اقامت دین" کا مقصود ہی یہی ہے۔

تحریک پاکستان کی مخالفت؟

مودودی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران میں لوگوں کے سامنے ایک نصب العین تھا

> اور وہ یہ تھا کہ ہم اسلام کے مطابق زندگی گذارنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں الگ ایک خطہ زمین ملنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چھوٹی سی قلیت نے اس نصب العین کو دل سے قبول نہ کیا ہو۔ لیکن اس سے کچھ فرق واقع نہیں ہو سکتا۔ عام مسلمانوں کے سامنے یہی نصب العین تھا۔

سوال یہ ہے کہ جب عام مسلمانوں کے سامنے یہ نصب العین تھا کہ ہمیں ایک خطہ زمین ملنا چاہیئے۔ جس میں ہم اسلامی زندگی بسر کر سکیں تو پھر اسلامی جماعت تحریک پاکستان کی مخالفت کیوں کرتی تھی؟ ظاہر ہے کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ مسلمانوں کو ایک الگ خطہ زمین مل جائے۔ جس میں وہ اسلام کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

راز درون پردہ

(۲) اس وقت دستور پاکستان کی تدوین کے سلسلہ میں حکومت کی طرف سے جو کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس ضمن میں مودودی صاحب نے فرمایا کہ

> سابق دستوریہ کی پیش کردہ دستوری دفعات میں سے اس دفعہ کو بھی خارج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ اس ملک میں کتاب و سنت کے خلاف قانون سازی نہیں کی جائیگی اور میری اطلاع کے مطابق اس حلف کو بھی تبدیل کئے جانے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے جو سابقہ دستوریہ نے طے کر دیا تھا۔ ..... اور میری اطلاع یہ ہے کہ اس میں صدر ریاست کو وزیر اعظم مقرر کرنے اور صوبائی گورنروں کو چیف منسٹروں کے تقرر کا اختیار بھی دیا جا رہا ہے۔

دستور کے بارے میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے۔ حکومت نے اسے صیغۂ راز میں رکھا ہے۔ اور اس ضمن میں ان کی پارٹی میں جس قدر مذاکرات ہوتے ہیں۔ سب پس پردہ ہوتے ہیں سوال یہ ہے کہ مودودی صاحب کو جو اس قسم کی اطلاعات مل رہی ہیں۔ اگر حکومت کی طرف سے نہیں مل رہی ہیں تو ظاہر ہے کہ کسی ایسے شخص کی طرف سے مل رہی ہیں جو ان مذاکرات میں شریک ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب مودودی صاحب کو علم ہے کہ یہ تمام امور راز میں رکھے جاتے ہیں تو وہ اس سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ جو شخص انہیں اس قسم کی اطلاعیں دے رہا ہے۔ وہ اس امانت میں خیانت کر رہا ہے جسے اس کی پارٹی نے اس کے سپرد کیا تھا کسی کے راز ہائے درون پردہ کو اس طریق سے حاصل کرنا کیا قرار پاتا ہے؟ اگر چوری کا مال خریدنے والا چوری کے جرم میں برابر کا شریک قرار دیا جاتا ہے تو کسی کے راز کی خبروں کو اس طرح حاصل کرنے والا خائن کیوں نہیں؟

ہمیں خدشہ تھا کہ ہمارے محترم وزیر اعظم چودھری محمد علی صاحب کی شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھانیوالے ملک کو تباہیوں کے جہنم میں دھکیل کر چھوڑیں گے۔ یہ خدشہ رفتہ رفتہ حقیقت بنتا نظر آ رہا ہے!

سو میں ننانوے

اتخاص ریاح، باسوری، تبخیر معدہ (معدہ میں گیس پیدا ہونا) کے مریض ہیں۔ پاخانہ صاف نہ ہونا۔ تمام جسم میں درد، سر میں چکر، بھوک غائب، ہاضمہ خراب۔ طبیعت میں بے چینی۔ سینے میں جلن خون میں کمی، نزلہ رہنا اس مرض کی عام شکایات ہیں۔ اس مرض کا حب باسوری اور جوہر ہضم (مکمل کورس) سے زیادہ زود اثر کوئی دوسرا علاج نہیں۔ یہ تمام شکایات کو دور کر کے تندرستی و توانائی بخشتا ہے۔ قیمت مکمل کورس تین روپے آٹھ آنے۔ طبی و علمی ماہنامہ دردمند کراچی۔ سالانہ چندہ ایک روپیہ بھیج کر خریدار بنئے۔

دردمند دواخانہ فریئر روڈ۔ کراچی { فون نمبر ۳۵۴۲۱

ماہنامہ طلوع اسلام کے پرانے پرچے

ماہنامہ طلوع اسلام کے جو پرانے پرچے دفتر میں موجود ہیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سنہ ۱۹۴۹ء	اگست۔ ستمبر۔ نومبر۔ دسمبر
سنہ ۱۹۵۲ء	اگست تا نومبر
سنہ ۱۹۵۳ء	جنوری کے علاوہ سب
سنہ ۱۹۵۴ء	پورے سال کے

یہ پرچے ممبر ہائے طلوع اسلام کو چوتھائی قیمت پر اور دیگر اصحاب کو آدھی قیمت پر دیدیئے جائیں گے۔ خواہشمند حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں۔ ورنہ ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی

★ ——— طلوع اسلام بلند پایہ علمی پرچہ ہے

★ ——— پاکستان کے ہر گوشے و ہر طبقے میں گہری دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے

★ ——— پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاتا ہے

★ ——— اس میں شایع شدہ اشتہارات ہزاروں خریداروں کی نظر سے گذرتے ہیں

★ ——— اس میں اشتہار دیکر اپنے کاروبار کو فروغ دیجئے

★ ——— نرخنامہ اشتہارات ناظم ادارہ شعبہ اشتہارات سے حاصل کیجئے

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس ۳۱۳۔ کراچی

طلوعِ اِسلام کا مسلک

حق کی مخالفت کرنے والوں کے پاس، حق کی تردید اور اپنے باطل دعوی کی تائید کے لئے دلائل و براہین تو ہوتے نہیں۔ اس لئے وہ اس کے خلاف بہتان طرازی اور افترا پردازی سے کام لیتے ہیں۔ یہی ان کے پاس سب سے بڑا حربہ ہوتا ہے۔ یہی حربہ ہے جو طلوع اسلام کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ ان غلط فہمیوں کو رفع کرنے کے لئے جو ان مخالفین کی طرف سے پیدا کی جاتی ہیں، ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً طلوع اسلام کے مسلک کی وضاحت کر دی جائے۔ آج جبکہ ہفتہ وار طلوع اسلام کا یہ آخری پرچہ شائع ہو رہا ہے ہم اس مسلک کو ایک بار پھر دہراتے ہیں۔ حدیث و سنت کے بارے میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ:۔

(۱) قرآن کریم خدا کی طرف سے تمام نوع انسانی کے لئے آخری اور مکمل ضابطۂ دین ہے۔ اس کی اتباع کے بغیر کامیابی اور سعادت کی راہیں کبھی نہیں کھل سکتیں۔

(۲) قرآن کریم چونکہ تمام نوع انسانی کے لئے اور ہر زمانے کے لئے ضابطۂ دین ہے اس لئے اس میں (بجز چند مستثنیات) دین کے صرف اصول دیئے گئے ہیں۔ اس سے منشائے خداوندی یہ ہے کہ یہ اصول تو ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔ لیکن ان کی حدود کے اندر رہتے ہوئے، جزئی قوانین مختلف زمانوں کی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ بدلتے جائیں گے۔ یہ جزئیات اسلامی نظام شورائیہ متعین کرے گا۔

(۳) سب سے پہلے اس قسم کا نظام، نبی اکرمؐ نے متعین فرمایا۔ اور قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں اپنے زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے، جزئی قوانین قرآن کے حکم کے مطابق اپنی بصیرت اور صحابہؓ کے مشورے سے مرتب فرمائے۔

(۴) رسول اللہؐ کے بعد یہی سلسلہ خلفائے راشدین کے زمانے میں جاری رہا۔ اور انھوں نے جن جزئی قوانین کے متعلق دیکھا کہ ان میں کسی ردوبدل کی ضرورت نہیں انھیں علیٰ حالہٖ رہنے دیا، جن میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کی۔ ان میں تبدیلی کر لی۔ اور جہاں کوئی نیا تقاضا سامنے آیا۔ اس کے لئے نیا قانون وضع فرما لیا۔

(۵) خلافت راشدہ کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب جو اسلامی نظام علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگا۔ وہ وضع قوانین کے لئے رسول اللہؐ اور خلفائے راشدینؓ کا طریقہ اختیار کرے گا۔ یعنی وہ قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں اپنے زمانے کی ضرورتوں کا جائزہ لے گا۔ اگر پہلے سے مرتب شدہ قوانین ان ضرورتوں کو کماحقہٗ پورا کریں گے۔ تو وہ انھیں علیٰ حالہٖ رہنے دے گا اگر ان میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کرے گا تو وہ تبدیلی کرے گا اور نئے تقاضوں کے لئے نئے قوانین مرتب کرے گا۔

(۶) جب تک یہ اسلامی نظام قائم نہ ہو، کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ امت جن جزئی قوانین پر کاربند ہے ان میں ردوبدل کر سکے ملت میں مزید انتشار اور تفرقہ انگیزی کا موجب بنے (اس اصول کی روشنی میں ظاہر ہے کہ جو لوگ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ طلوع اسلام کہتا ہے کہ تین نمازیں پڑھو اور نو دن کے روزے رکھو وہ کذاب ہیں اور افترا پرداز)

(۷) رسول اللہؐ اور صحابہ کبارؓ کے عہد مبارک کا ریکارڈ ہماری کتب روایات (کتب سیر و تاریخ) میں منضبط ہے۔ ان میں کتب روایات (احادیث) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ لیکن ان احادیث کا کوئی مجموعہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتب فرما کر اپنی امت کو دیا۔ اور نہ ہی صحابہ کبارؓ نے مرتب فرمایا۔ یہ مجموعے حضورؐ کی وفات کے سینکڑوں سال بعد، انفرادی کوششوں سے مرتب ہوئے۔ ان مجموعوں میں دو قسم کی احادیث ملتی ہیں، ایک وہ جن کی حیثیت قانونی ہے۔ دوسری وہ جن کا تعلق رسول اللہؐ کی سیرتِ طیبہ سے ہے۔ پہلی قسم کی روایات کے متعلق اوپر لکھا جا چکا ہے۔ باقی رہیں دوسری قسم کی روایات، سو یہ حقیقت ہے کہ حضورؐ انسانی سیرت و کردار کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ لیکن بدقسمتی سے اِن مجموعوں میں ایسی روایات بھی ملتی ہیں جو حضورؐ کی سیرت کو داغدار کر دیتی ہیں۔ اِس قسم کی تمام روایات غلط ہیں۔ حضورؐ کی سیرت کے پرکھنے کا معیار خود قرآن ہے۔ جو روایات اس معیار پر صحیح اترتی ہیں، وہی حضورؐ کی سیرت کو صحیح شکل میں پیش کرتی ہیں۔ اس قسم کی روایات سے قرآن کے آئینے میں حضورؐ کی جو سیرت مرتب ہوگی۔ وہ ساری دنیا کے انسانوں کے لئے نمونہ (اسوۂ حسنہ) پیش کرے گی کہ ایک پاکباز اور بلند کردار انسان کی زندگی ایسی ہوتی ہے۔

یہ ہے اس باب میں طلوع اسلام کا مسلک۔ جو شخص اس کے خلاف کوئی بات طلوع اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے، وہ جھوٹ بولتا اور بہتان تراشی کرتا ہے۔

ہماری گذارش یہ ہے کہ جسے طلوع اسلام کی مخالفت کرنی ہو وہ اس مسلک کو سامنے رکھ کر مخالفت کرے، اور جسے اس کا ساتھ دینا ہے۔ وہ بھی اس مسلک کو سمجھ کر اس کا ساتھ دے۔

والسلام علیٰ من تبع الھدیٰ

نیت
معراجِ انسانیت
از پرویز
سیرت صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش
صفحات تقریباً ۹۰۰ (قیمت بیس روپے)

قرآنک ریسرچ سنٹر

(مرکزِ تحقیقاتِ قرآنیہ)

اگر آپ کبھی بیمار ہو جائیں تو آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فلاں ڈاکٹر یا فلاں طبیب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ خود معلوم نہ ہو تو آپ کے دوست آپ کو بتا دیتے ہیں کہ آپ کو کہاں جانا چاہیئے۔

آپ کو کبھی قانونی مشورہ درکار ہو تو آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کو کس وکیل کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

آپ کو مکان بنوانا ہو تو آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ آپ کو کس آرکیٹکٹ یا انجینئر سے بہترین مشورہ مل سکے گا

آپ کو معلوم کرنا ہو کہ فلاں مسئلہ کے متعلق "شریعت" کا کیا حکم ہے تو آپ کو کئی مفتی مل جائیں گے۔ جو اس کے متعلق فتوےٰ دے دیں گے۔

لیکن اگر آپ کو کبھی یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہو کہ فلاں معاملہ میں قرآن کریم کی تعلیم کیا ہے تو آپ کو کوئی گوشہ ایسا دکھائی نہیں دیگا جہاں سے آپکو یہ معلوم ہو سکے۔ آپ کہدیں گے کہ ملک میں ہزاروں علمائے کرام موجود ہیں جن کی طرف اس مقصد کے لئے رجوع کیا جا سکتا ہے لیکن دہلی کی تنقیص کے، یہ واقعہ ہے کہ آپکو ان کے ہاں سے خالص قرآن کی تعلیم نہیں مل سکیگی۔ وہ صرف یہ بتائینگے کہ اس باب میں فلاں مفسر نے یہ کہا ہے اور فلاں امام فقہ کا یہ قول ہے۔ یہ اس لئے کہ انھوں نے خود قرآن کو اسی طریق سے پڑھا ہوتا ہے۔

اس سے پہلے کسی ایسے مرکز کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی جہاں سے ایک طالبِ حقیقت کو خالص قرآن کی تعلیم مل سکے لیکن اب جبکہ مسلمانوں میں قرآنی ذوق پیدا ہو رہا ہے ایسے مرکز کی ضرورت کا احساس بھی شدید ہو رہا ہے۔ قرآنک ریسرچ سنٹر (مرکزِ تحقیقاتِ قرآنیہ) اسی مقصد کیلئے قائم کیا گیا ہے۔ اسمیں ایک طرف تو قرآنی علوم کے متعلق تحقیق کا کام ہوگا۔ اور دوسری طرف متلاشیانِ حقیقت کو حتی الامکان بتایا جائیگا کہ ان کے زیرِ نظر معاملات و مسائل کے متعلق قرآن کی تعلیم کیا ہے۔ محترم پرویز صاحب نے اس ضمن میں خود حکومت سے بھی کہا تھا اور اسے اب دوبارہ دہرایا جاتا ہے کہ اگر انھیں بھی کسی معاملہ میں معلوم کرنا ہو کہ قرآن اس باب میں کیا کہتا ہے تو اس مرکز کی طرف سے ان کے استفسارات کا جواب، بلامزد و معاوضہ دیا جائے گا۔ اس باب میں نہ مرکز کو کسی کے عقائد سے کچھ تعلق ہوگا نہ مسلک سے، نہ سیاسی رجحانات سے کوئی واسطہ ہوگا نہ کسی گروہ کے مفاد و مصالح سے۔ وہ خالصۃً للہ بلا کسی رو رعایت اور بلاخوفِ ملامت یہ بتائے گا کہ معاملہ زیرِ نظر میں قرآن کا ارشاد کیا ہے؛ ہر قسم کی فرقہ بندیوں سے بلند ہو کر خالص قرآن کا ارشاد!

جہاں تک قرآنی علوم کی تحقیقات کا تعلق ہے محترم پرویز صاحب کی تازہ ترین تالیف "انسان نے کیا سوچا؟ اور اس کی آئندہ جلد "خدا نے کیا کہا؟" اسی سلسلہ کی کڑی ہے نیز قرآنی لغت اور مفہوم القرآن (جسے عام طور پر قرآن کا ترجمہ سمجھا جاتا ہے اور جو درحقیقت ترجمہ نہیں بلکہ مفہوم ہے) اسی سلسلہ سے متعلق ہیں۔ ان پر برسوں سے کام ہو رہا ہے اور بفضلہ تکمیل تک پہنچ رہا ہے۔

قرآنی تحقیق و تبلیغ کا یہ کام بقدرِ وسعت بڑھایا جائے گا۔ اور پیشِ نظر پروگرام کے مطابق اردو کے علاوہ دوسری زبانوں کو بھی محیط ہوگا۔ وبیدہ التوفیق۔

سرِ دست مرکز کا پتہ (جسے بغرضِ اختصار قرآنی مرکز کہنا چاہیئے) پوسٹ بکس نمبر ۱۳۱۷ ہی ہوگا۔ امید ہے کہ ہم ماہنامہ کی پہلی اشاعت میں اس کے اور (ادارہ طلوعِ اسلام کے) مستقل پتہ سے اطلاع دینے کے قابل ہو سکیں گے۔

اسلام کی سرگزشت

عربوں کی عقلیت جاہلیہ اور عقلیت اسلامیہ کے باہمی فرق کو واضح کرنے کے بعد دونوں عقلیتوں کے تزاحم و تصادم سے جو نتائج برآمد ہوئے ان کو بیان کیا جا رہا تھا اور بتایا گیا تھا کہ یہ سمجھنا قطعاً غلط ہے کہ اسلامی عقلیت نے جاہلی عقلیت کو بالکلیہ ختم کر دیا تھا اور اس کا کوئی اثر عربوں کی زندگی پر باقی نہیں رہا تھا۔ آج کی فرصت میں بھی یہی موضوع زیر بحث ہے۔

اس کے ساتھ ہی بہت سے لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں جنہیں اسلام نے ایک بالکل ہی نئے رنگ میں رنگ دیا تھا حتیٰ کہ ان کی جاہلی زندگی اور اسلامی زندگی کے درمیان کا رشتہ ہی گم ہو گیا تھا۔ مثال کے طور پر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور بہت سے صحابؓ کی سیرت کو دیکھ جاؤ — ان کی زندگیوں میں — ورع - زہد - تواضع - اوامر و نواہی کا شدید التزام ہی تمہیں نظر آئے گا، ان کی زندگی کا کوئی شعبہ بھی تمہیں ایسا نظر نہیں آسکے گا جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ اس کا ماخذ اسلام کے بجائے جاہلیت تھا۔ ان کے خطبوں میں، ان کے خطوط میں، ان کی باتوں میں ہر جگہ اسلام کے اثرات بہت ہی نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ لوگ اسلام میں از سر نو پیدا ہوئے تھے اور پچھلی زندگی سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلامی نفسیات و رجحانات اور جاہلی نفسیات و رجحانات کے درمیان بڑا ہی شدید نزاع برپا تھا جو طویل عرصہ تک قائم رہا۔ نیز اسلام نے تمام عربوں کو برابر سرا ایک ہی رنگ میں نہیں رنگ دیا تھا بلکہ جو لوگ اسلام سے زیادہ تر اور بہتر طور پر متاثر ہوئے وہ مہاجرین او انصار کے "السابقون الاولون" تھے۔ یہ وہ لوگ تھے کہ دین ان کے دلوں کی گہرائیوں تک اتر چکا تھا۔ وہ خلوص کے ساتھ دین کے لئے کام کرتے اور اس کے اوامر کو نافذ کرتے تھے۔ لیکن جو لوگ فتح مکہ کے دن یا اس کے بعد مسلمان ہوئے اور اس سے پیشتر تک اپنے کفر و عناد پر برقرار رہے حتیٰ کہ انہوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ رسول اللہ صلعم اور آپ کے اصحابؓ فتحمند ہوتے جا رہے ہیں اور اب انہیں اسلام لانے کے سوا کوئی چارۂ کار ہی باقی نہیں رہا تو ایسے لوگ اگرچہ مسلمان تو ہو گئے مگر ان میں سے زیادہ تر لوگوں کا اسلام محض سطحی تھا۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ
الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ، أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ
دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ
بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ
الْحُسْنَىٰ

تم میں سے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنے مالوں کو کھلا رکھا اور جہاد کیا — ان لوگوں کا درجہ بہت بڑا ہے۔ وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے اس کے بعد اپنے مالوں کو کھلا رکھا اور جنگ میں حصہ لیا۔ البتہ خدا کا وعدہ سب لوگوں سے اچھائی ہی کا ہے۔

مورخین کی وہ تقسیم کس قدر صحیح ہے جو انہوں نے صحابہ کے مراتب کے مطابق انہیں مختلف طبقات میں تقسیم کر دینے میں برتی ہے۔ چنانچہ بعض مورخین نے تو صحابہؓ کو بارہ طبقات پر تقسیم کیا ہے جن میں آخری طبقہ میں ان لوگوں کو رکھا ہے جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے[۱]

شہری اور دیہاتی باشندوں کا بھی یہی حال تھا۔ بلکہ دوسری قوموں میں سے جو لوگ بعد میں اسلام لائے تھے وہ اکثر بادیہ نشین عربوں سے زیادہ دین دار اور احکام اسلامی کو زیادہ جانتے تھے۔ زید بن صوحان کے پاس ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا۔ زید بن صوحان اپنے احباب کو حدیثیں سنا رہے تھے — زید کا ایک ہاتھ جنگ نہاوند میں کام آگیا تھا — وہ اعرابی کہنے لگا "بخدا تمہاری باتیں تو مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن تمہارا ہاتھ مجھے تنگ و شبہ میں ڈال رہا ہے" (مطلب یہ تھا کہ کہیں تم نے چوری کی ہو اور اس کی سزا میں یہ ہاتھ نہ کاٹا گیا ہو) زید نے پوچھا کہ میرے ہاتھ کی وجہ سے تمہیں کیا شبہ ہو رہا ہے؟ یہ تو بایاں ہاتھ ہے" (یعنی چوری میں تو دایاں ہاتھ کاٹا جاتا ہے) اعرابی نے کہا۔ "بخدا یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ دایاں ہاتھ کاٹتے ہیں یا بایاں ہاتھ کاٹتے ہیں۔ میں تو اتنا ہی جانتا ہوں کہ چوری میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے"۔ اس پر زید بن صوحان نے کہا کہ خدا نے سچ ہی فرمایا ہے

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا
وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ

(بادیہ نشین لوگ کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہوتے ہیں اور زیادہ تر اس قابل ہوتے ہیں کہ ان احکام و اوامر کی حدود کو نہ جان سکیں جو خدا نے اپنے رسول پر نازل کئے ہیں۔)

چنانچہ طبری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اعرابی یعنی بادیہ نشین لوگ توحید الٰہی کے سختی سے منکر اور شہری لوگوں کے مقابلہ میں شدید تر منافق ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ان کا یہ وصف اس لئے بیان کیا ہے کہ ان کے دل سخت ہوتے ہیں کیونکہ اہل خیر سے ان لوگوں کو بہت کم سابقہ پڑا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے دل میں سختی اور قساوت زیادہ ہوتی ہے اور حقوق الٰہیہ کا ان کو بہت کم پاس ہوتا ہے۔

ان میں سے زیادہ تر بادیہ نشینوں کی اسلام کے متعلق معلومات نہایت سطحی ہوتی تھیں۔ وہ شراب و کباب کے عادی ہوتے تھے اور اپنے قبائل کی جاہلی رسوم کی اتباع کرتے تھے۔ جھنڈے بناتے تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان قبائل سے برسر پیکار رہتے تھے جن سے وہ جاہلیت کے زمانہ سے جنگ کرتے آئے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام اور عقلیت اسلامیہ زیادہ تر شہروں ہی میں نظر آتی تھی اور خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں میں جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ دین کے مخلص لوگ بھی ان شہروں ہی میں ملتے تھے۔ جنہیں مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا۔

بہرحال اسلام کے ابتدائی عصور میں جاہلی رجحانات اور اسلامی رجحانات پہلو بہ پہلو چل رہے تھے۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ جاہلی رجحانات کا اثر ادب اموی — خصوصاً اشعار پر زیادہ نمایاں تھا۔ جاہلی مضامین، جاہلی ہجو، جاہلی فخر، جاہلی حمیت، یہ ساری چیزیں اموی اشعار میں بہت نمایاں اور واضح ملتی ہیں۔ اسلامی رجحانات کا اثر علوم شرعیہ میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ مسلمان قرآن کے پڑھنے پڑھانے پر متوجہ ہو گئے۔ احادیث کو جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ان سے احکام کا استنباط کرنا شروع کر دیا۔ وعظ و نصیحت کی باتیں ان سے نکالنی شروع کر دیں۔ دراصل یہی پہلو اس وقت ہمارا موضوع ہے جسے ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ اور حرکت علمیہ پر کلام کرتے ہوئے ہم عنقریب بتائیں گے کہ علمی میدان میں اسلام نے کیا اثرات پیدا کئے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو تاریخ ابوالفدا صفحہ ۱۶۳ ج ۱ ابوالفدا نے اس پر ایک طبقہ کا اور اضافہ کر دیا ہے اور اس میں ان صحابہ کو شمار کیا ہے جو رسول اللہ صلعم کی زندگی میں بچے تھے۔

انسان نے کیا سوچا
؟
از پرویز
قیمت دس روپے

فردوس گم گشتہ

جناب پرویز کے ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہوں کا زاویہ بدل دیا ہے ۔ مفہوم کے علاوہ اگر خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھئے تو اردو زبان کی بہت کم کتابیں اس پایہ کی دکھائی دینگی ۔

بڑا سائز ۔ ضخامت قریب چار سو صفحات کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید جلد مضبوط ۔ گرد پوش حسین ۔
قیمت چھ روپے ۔ علاوہ محصولڈاک ۔

سلیم کے نام خطوط

ان خطوط میں ملت کے اس نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو مخاطب کیا گیا ہے جو مشرق و مغرب کے تصادم کے بعد ملوکیت کے وضع کردہ غلط مذہبی تصورات سے متنفر ہوتے ہوتے اسلام اور اسکے سرچشمۂ حیات قرآن ہی سے ہاتھ دھو چلا تھا ۔ عقائد و نظریات جیسے خشک اور نازک مسائل پر اس عمدگی سے بحث کیگئی ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کسی خشک فلسفیانہ بحث کو پڑھ رہے ہیں ۔ باتوں باتوں میں وہ دقیق اور معرکہ آرا مسائل حل کرکے رکھ دئے گئے ہیں جنہیں ضخیم مجلدات میں بھی حل نہیں کیا جاسکا تھا ۔ یہ خطوط ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں ۔ قرآن کی روشنی اور محترم پرویز صاحب کا بصیرت افروز قلم ۔ بڑا سائز ضخامت سوا چار سو صفحات ۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید گرد پوش مصور مشرق جناب چغتائی کے قلم کا حسین مرقعہ ۔ قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک ۔

اسلامی نظام

اسلامی مملکت کا بنیادی اصول کیا ہے اور اسلامی نظام کیسے قائم ہوسکتا ہے ؟ اسکے جواب میں محترم پرویز صاحب اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھولدی ہیں ۔ قیمت دو روپے ۔

اسباب زوال امت

مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا ۔

ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ۔

قرآنی دستور

اس میں پاکستان کیلئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے ۔

ضخامت دو سو چوبیس صفحات
قیمت دو روپے آٹھ آنے ۔

اسلامی معاشرت

مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ رہنے سہنے کا ڈھنگ ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینے میں ۔

ضخامت ۱۹۲ صفحات قیمت دو روپے ۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام ۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۱۳ ۔ کراچی ۔ ۳

انسان نے کیا سوچا؟

یہ وہی عظیم کتاب ہے جس کا مفصل تعارف طلوع اسلام کی گزشتہ اشاعتوں میں کرایا جاتا رہا ہے۔ اب کتاب تیار ہے اور عنقریب اسکی روانگی شروع کردی جائیگی۔ کتاب ولایتی سفید کاغذ پر طبع ہوئی ہے۔ اس کا سائز وہی ہے جو "ابلیس و آدم" کا ہے یعنی ۲۲×۲۹/۸ اسکی جلد بھی خاص طور پر مضبوط بنوائی گئی ہے تاکہ قارئین کو شکایت نہ ہو۔ ڈسٹ کور نہایت دلکش اور خوشنما ہے جو ولایتی گلیزڈ آرٹ پیپر پر چھپا ہے۔

اگر آپ نے اب تک آرڈر نہیں دیا تو بہت جلد آرڈر دیدیجئے کیونکہ کتاب اسی ترتیب کے ساتھ روانہ ہوسکیگی جس ترتیب سے اس کے آرڈرز موصول ہونگے۔

ضخامت ۳۶۸ صفحات قیمت مجلد مع گرد پوش دس روپے علاوہ محصول ڈاک

پیشگی خریداران کو آرڈر دینے کی ضرورت نہیں۔ کتاب حسب ترتیب رفتہ رفتہ ان کی خدمت میں ازخود پہنچ جائیگی۔ البتہ جو حضرات کتاب نہ منگانا چاہیں وہ زیادہ سے زیادہ یکم جنوری تک ادارہ کو مطلع فرما دیں۔

* * * * *

تاریخ الامت

علامہ حافظ محمد اسلم جیراج پوری مدظلہ کی تاریخ کی وہ کتاب جو تقسیم سے پہلے بیشتر درسگاہوں میں بطور نصاب شامل تھی۔ اب مولف کی اجازت سے طلوع اسلام اسے دوبارہ شائع کررہا ہے۔

اسکی دو جلدیں جلد اول و جلد دوم پہلے شائع ہوچکی ہیں اور بقیہ دو جلدیں (جلد سوم و جلد چہارم) بہت جلد پیش کی جارہی ہیں۔

جلد اول:۔ جو سیرت رسول اللہ صلعم پر مشتمل ہے۔ ضخامت ۲۴۰ صفحات سائز ۲۰×۳۰/۱۶ غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد دوم:۔ جو خلافت راشدہ پر مشتمل ہے۔ ضخامت ۲۷۲ صفحات قیمت غیر مجلد اڑھائی روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد سوم:۔ جو خلافت خاندان بنوامیہ پر مشتمل ہے۔ ضخامت ۱۷۶ صفحات قیمت غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

جلد چہارم:۔ جو خلافت عباسیہ کے نصف اول پر مشتمل ہے۔ اور جس میں متوکل بالله تک آٹھ خلفاء کا تذکرہ آگیا ہے۔ ضخامت ۱۷۶ صفحات قیمت غیر مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک

باقی چار جلدیں بھی یکے بعد دیگرے شائع ہوتی جائینگی۔

پیشگی خریداران کو جنہیں جلد اول اور جلد دوم بھیجی گئی تھی یہ اگلی دونوں جلدیں بھی از خود بھیجدی جائینگی۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی صاحب یہ جلدیں نہ منگانا چاہیں تو وسط جنوری تک اطلاع دیدیں۔

دوسرے حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں اور اسکی صراحت کر دیں کہ انہیں چاروں جلدیں مطلوب ہیں یا صرف تیسری اور چوتھی جلد۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۷۳۱۳۔ کراچی۔ ۳

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Kh
from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi. Editor: KHURS